



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ.

(صحيح البخارى ۶/۱۶۱ رقم: ۷۱)

## احكام المدارس

قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں

### حسب الیما

حضرت مولانا سید حبیب اللہ مدنی صاحب مدظلہم العالی

### تائید و توثیق

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری زید مجدہم

### مرتبین

مفتی عباد الرحمن صاحب

مفتی پرویز صاحب، مفتی راشد صاحب

### ناشر

شعبہ نشر و اشاعت مولانا حسین احمد مدنی مدرسہ انبہطہ پیرسہارنپور

## تفصیلات



- ☆ نام کتاب : احکام المدارس قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں
- ☆ مرتبین : مفتی عباد الرحمن صاحب، مفتی پرویز صاحب، مفتی راشد صاحب
- ☆ کمپیوٹنگ : محمد امجد جامع انہٹوی، 9027128698
- ☆ ناشر : شعبہ نشر و اشاعت مولانا حسین احمد مدنی مدرسہ انبہطہ پیرسہارنپور
- ☆ اشاعت اول : ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ، مطابق نومبر ۲۰۲۱ء
- ☆ صفحات :
- ☆ قیمت :

قدرے تفصیل کے ساتھ یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے اور مقاصدِ حسنہ میں کامیابی سے ہم کنار کرے۔ آمین ثم آمین

مفتی عبدالرحمن صاحب

مفتی پرویز صاحب، مفتی راشد صاحب

## حرف اولیں

الحمد لله الذي جعل من كل فرقة طائفة ليتفقها في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا، والصلاة والسلام على إمام الأنبياء وعلى آله وأصحابه أجمعين. اما بعد!

اسلام ایک مکمل دستورِ حیات اور مستقل تہذیب ہے، اس نے زندگی کے ہر شعبہ اور معاملہ میں انسانیت کی صحیح رہنمائی کی ہے، فقہ اسلامی (اسلامی ہدایات و احکام کا مجموعہ) میں مخصوص مسائل و احکام کو مرتب و سہل انداز میں پیش کرنے کی کوششیں ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہیں، نیز ہر زمانہ میں فقہائے کرام اپنے اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کو نصوصِ شرعیہ سے منطبق کر کے حل کرنے کی کامیاب کوشش کرتے رہے ہیں، بلکہ فقہ حنفی میں تو موجودہ پیش آمدہ مسائل کے علاوہ فقہ تقدیری یعنی آئندہ پیش آنے والے مسائل کی امکانی اور فرضی صورتوں کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے؛ بنا بریں یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں کو خواہ وہ اعتقادات ہوں، یا عبادات، معاملات ہوں، یا معاشرت و اخلاقیات..... غرض ہر ایک کا حل فقہ حنفی میں موجود ہے۔

زیر نظر رسالہ (احکام المدارس) بھی اسی مبارک سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ہے، اس رسالہ کو تیار کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ آج کل ہمارے بعض مدارس میں مسائل سے ناواقفیت یا تجاہلِ عارفانہ کے سبب بعض ناروا صورتیں مشاہدہ میں آرہی ہیں، ظاہر بات ہے کہ اگر خالصاً دینی کام بھی دینداری کے ساتھ انجام نہیں پائیں گے تو ضرور اس سے دینی مدارس کی افادیت متاثر ہوگی، باہمی اختلافات پیدا ہوں گے وغیرہ وغیرہ..... اس لیے جناب قابلِ صدا احترام حضرت اقدس مولانا سید حبیب اللہ مدنی مدظلہ العالی کی ایما پر اس رسالہ میں متعلقہ مسائل کو

## کلماتِ بابرکات:

جلگرو شہہ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہ العالی

امیر الہند و صدر المدرسین و استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیتہ علماء ہند

## باسمہ تعالیٰ

الحمد لاهلہ و الصلاة علی اہلہا و بعد:

زیر نظر مدارس سے متعلق مسائل و احکام کا مجموعہ جستہ جستہ مقامات سے دیکھا، الحمد للہ یہ مجموعہ کافی مفید محسوس ہوا، خاص طور پر اہل مدارس کے لیے کتاب میں مفید و رہنما مواد جمع کر دیا گیا ہے، آمدنی و مصارف اور مدارس کی املاک و جائیداد سے متعلق مختلف الانواع احکام، فقہ کی اہم اور معتبر کتب کی روشنی میں لکھ دیے گئے ہیں؛ کیونکہ اگرچہ ارباب مدارس خود عام طور پر اہل علم ہیں لیکن مدرسہ کے حساب و کتاب پر عموماً تدریسی مشغولیت کی بنا پر کما حقہ توجہ نہیں دے پاتے، اور بعض اوقات یہ غفلت ان کی اپنی شخصیت اور کمیٹی مدرسہ کے لیے (خدا نخواستہ) بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

نیز اس میں طلبہ، اساتذہ اور ارباب اہتمام کے باہمی روابط اور ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ مجموعہ اساتذہ خصوصاً مہتمم حضرات کے لیے مدارس میں پیش آنے والے مسائل کے تئیں نہایت مفید ثابت ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو مفید بنائے اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

(حضرت مولانا سید ارشد مدنی (مدظلہ العالی))

۹ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

## دعاۓ کلمات و متأثرات:

حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب مدنی دامت برکاتہم

ناظم مدنی مدرسہ انہشہ پیر ضلع سہارنپور

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين الصطفى اما بعد:

آج کا دور چونکہ سہولت پسندی اور تجلّت کا دور ہے، ضخیم کتابیں اور طویل مضامین سے طبیعت انسانی گھبراتی ہے، مختصر رسالے اور چھوٹے مضامین کو پسند کرتی ہے اس سلسلہ میں الحمد للہ علمائے اسلام کی حالات حاضرہ پر گہری نظر ہے اور وہ موجودہ حالات کے پیش نظر مسلمانوں کو سہولت پہنچانے میں ہمہ تن مصروف کار ہیں تاکہ وہ آسانی اور سہولت کے ساتھ استفادہ کر سکیں اور انہیں زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہ پڑے، امسال وبائی مرض کی وجہ سے لاک ڈاؤن کا زمانہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا، علماء، طلبہ اور پڑھنے پڑھانے والوں کا محبوب مشغلہ کافی متأثر ہو گیا، احقر نے مدرسہ ہذا کے مفتیان کرام (مفتی عبدالرحمن صاحب، مفتی محمد راشد صاحب، مفتی پرویز عالم صاحب) کو توجہ دلائی کہ: اس وقت درس و تدریس کی مشغولی نہیں ہے آپ تینوں حضرات مل کر احکام المدارس کے عنوان سے اہم اہم اور ضروری مسائل کو جنکی ضرورت آئے دن اہل مدارس کو پڑتی رہتی ہے، فقہ و فتاویٰ کی کتابوں سے مرتب کر دیں.....

الحمد للہ ان حضرات نے بڑی محنت سے تھوڑے وقت میں سلیقہ سے یہ کام انجام دے لیا اور یہ ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو گیا جو اہل مدارس اور عوام و خواص سب کے لیے یکساں مفید ہوگا، ان شاء اللہ، دعاء ہے اللہ رب العزت ان حضرات کی اس کوشش کو کامیاب فرما کر دنیا و آخرت میں اس کا اچھا بدلہ مرحمت فرمائے اور اس مجموعہ کو سب کے لیے نافع اور مفید بنائے آمین۔

فقط والسلام

حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب مدنی

۱۵ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

## تائید و توثیق حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

نائب امیر الہند، مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

مدارس دینیہ اور ان کے نظام کے متعلق ضروری معلومات اور مسائل کا زیر نظر مجموعہ مولانا حسین حمدنی مدرسہ انہٹہ ضلع سہارنپور کے فاضل اساتذہ: جناب مولانا مفتی عباد الرحمن صاحب، جناب مولانا مفتی پرویز عالم صاحب، اور جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب زید ظاہم نے عزیز گرامی جناب مولانا سید حبیب اللہ مدنی زید کریم ناظم مدرسہ ہذا کی ہدایت و نگرانی میں مرتب کیا ہے، احقر نے بھی جا بجا اس کا مطالعہ کیا، بلاشبہ یہ ایک اچھی کاوش ہے، تقریباً سبھی مضامین قرآن و سنت اور معتد فتاویٰ کی کتابوں سے ماخوذ ہیں، امید ہے کہ اس سے خصوصاً اہل مدارس بخوبی فائدہ اٹھائیں گے ان شاء اللہ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازیں، اور اس طرح کی مزید علمی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام

احقر محمد سلمان منصور پوری

خادم مدرسہ شاہی مراد آبادی

۱۶/۱۲۳۳ھ

## عکس تائید و توثیق حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

نائب امیر الہند، مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

مخبرہ و صلوات علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!  
مدارس دینیہ اور ان کے نظام کے متعلق ضروری معلومات اور مسائل کا زیر نظر مجموعہ مولانا حسین حمدنی مدرسہ انہٹہ ضلع سہارنپور کے فاضل اساتذہ: جناب مولانا مفتی عباد الرحمن صاحب، جناب مولانا مفتی پرویز عالم صاحب، اور جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب زید ظاہم نے عزیز گرامی جناب مولانا سید حبیب اللہ مدنی زید کریم ناظم مدرسہ ہذا کی ہدایت و نگرانی میں مرتب کیا ہے، احقر نے بھی جا بجا اس کا مطالعہ کیا، بلاشبہ یہ ایک اچھی کاوش ہے، تقریباً سبھی مضامین قرآن و سنت اور معتد فتاویٰ کی کتابوں سے ماخوذ ہیں، امید ہے کہ اس سے خصوصاً اہل مدارس بخوبی فائدہ اٹھائیں گے ان شاء اللہ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازیں، اور اس طرح کی مزید علمی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

محمد سلمان منصور پوری  
خادم مدرسہ شاہی مراد آبادی  
۱۶/۱۲۳۳ھ

## فہرست عناوین

۳	حرف اولیں: مفتی عبدالرحمن صاحب، مفتی پرویز صاحب، مفتی راشد صاحب
۵	کلماتِ بابرکات: حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ العالی
۶	دعائیہ کلمات و تائثرات: حضرت مولانا سید حبیب اللہ مدنی زید مجدہم
۷	تائید و توثیق حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
۲۹	مدارس اسلامیہ
۳۰	مدرسہ قائم کرنے سے پہلے
۳۱	ادارہ کا نظام ترکیبی
۳۱	شورئ اور اہتمام
۳۱	شورئ کے لغوی معنی
۳۲	مجلس شورئ، کمیٹی، انجمن یا سوسائٹی
۳۲	مشورہ کی اہمیت عقل انسانی کی نظر میں
۳۳	مشورہ کی اہمیت شریعت کی نظر میں
۳۴	مجلس شورئ کا ثبوت
۳۵	ہندوستان میں موجودہ طرز پر مدارس کا قیام اور شورائی نظام
۳۶	دستور اساسی (بانلاج)
۳۷	باہمی معاہدات کی شرعی حیثیت
۳۷	یہ نکات دستور اساسی میں ہونے چاہیے

۳۸	مدارس اسلامیہ کے اصول و قوانین کا ماخذ
۳۸	شورئ کے ممبران حسب ذیل صفات کے حامل ہوں
۴۰	مجلس شورئ کے فرائض و اختیارات
۴۰	اجلاس مجلس شورئ و عاملہ
۴۱	مجلس شورئ اور مجلس عاملہ سے علیحدگی
۴۱	مجلس شورئ ہیئت حاکمہ ہے اور مہتمم و ناظم شورئ کے ماتحت
۴۲	دارالعلوم دیوبند کے دستور اساسی کی بعض دفعات
۴۲	مدرسہ مظاہر علوم کے دستور العمل کی بعض دفعات
۴۲	شورئ میں اختلاف کے وقت کثرت رائے کا اعتبار
۴۳	انتظامی معاملات میں امر مباح کو لازم کرنا
۴۴	شورئ و مہتمم کے درمیان اختلاف کے وقت
۴۵	مجلس عاملہ اور اس کی ذمہ داری
۴۵	ایکٹ ۲۱ / ۱۸۶۰ء کے تحت دینی مدارس کا رجسٹریشن کرانا
۴۶	مدارس کی جائیدادوں اور املاک کی شرعی حیثیت
۴۹	خلاصہ کلام
۴۹	مدرسہ کی املاک کا حکم
۵۰	وقف شرعی
۵۰	وقف کی حقیقت

۵۲	وقف بہترین صدقہ جاریہ
۵۳	وقف کارکن
۵۳	شرائط وقف
۵۴	وقف کے تمام ہونے کے لیے قبضہ شرط ہے
۵۵	روپیہ، پیسے کا وقف
۵۵	وقف سے متعلق چند ضروری مسائل
۵۵	مدرسہ کے کمرے میں غیر متعلق لوگوں کا قیام کرنا
۵۵	مدرسہ موقوفہ کی جگہ برات وغیرہ کے لیے کرایہ پر دینا
۵۵	مدرسہ کے کمرے میں ملازم کے بچوں کو رکھنا
۵۶	مدرسہ کی خالی زمین پر کھیتی یا خالی کمرہ میں دوکان کرنا
۵۶	مدرسہ کی عمارت کو مسجد بنانے کے لیے فروخت کرنا
۵۶	مدرسہ کی زمین میں ضرورۃً مسجد بنانا
۵۷	مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور نام تبدیل کرنا
۵۷	مدرسہ کی موقوفہ زمین پر اسٹے ہو گیا تو کیا تبادلہ کیا جاسکتا ہے
۵۷	مدرسہ کی غیر مستعملہ زمین کو فروخت کر کے دوسری زمین لینا
۵۸	وقف کی زمین فروخت کرنا
۵۸	مدرسہ کو زمین دے کر واپس لینا
۵۸	موقوفہ جائیداد کے مصارف

۵۹	مہتمم، استاذ یا ملازم کے لیے مدرسہ میں مکان کا انتظام
۶۰	مدارس کے لیے موقوفہ قرآن کریم فروخت کر کے دینی کتب خریدنا
۶۰	وقف کی نیت کی ہوئی زمین کو فروخت کرنا
۶۰	مدرسہ کی عمارت کو کرایہ پر دینا
۶۰	افتادہ قبرستان یا قبرستان کی فاضل زمین پر مدرسہ تعمیر کرنا
۶۱	غیر مسلم کا مدرسہ کے لیے زمین وغیرہ وقف کرنا
۶۱	قبرستان کی فاضل آمدنی مدرسہ میں صرف کرنا
۶۱	ویران مدرسہ کا تبادلہ
۶۲	ایک مدرسہ کی اشیاء دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا
۶۲	چندہ جمع کر کے مدرسہ کی زمین اپنے نام خریدنا
۶۲	مسجد کی جگہ مدرسہ اور مدرسہ کی جگہ میں مسجد بنانا
۶۳	سرکاری زمین پر مدرسہ قائم کرنا
۶۳	گرام سماج کی زمین پر مدرسہ قائم کرنا
۶۴	نناوے سال کے بچے کی زمین پر مدرسہ قائم کرنا
۶۴	ایک مدرسہ کی چیز دوسرے مدرسہ میں استعمال کرنا
۶۵	پرانی قبروں کے اوپر لینیٹر ڈال کر ان کو مدرسہ میں شامل کرنا
۶۵	مدرسہ کی خالی زمین پر کسی مدرس یا ملازم کا کھیتی کرنا
۶۵	ویران مدرسہ کی زمین و عمارت کو مسجد بنانے کے لیے فروخت کرنا

۶۶	نظام تعلیم
۶۸	ارباب انتظام کے فرائض
۶۸	ناظم و مہتمم کے اختیارات و فرائض
۶۹	ناظم و مہتمم کی دو حیثیت ہیں
۶۹	ناظم و مہتمم کی صفات و ذمہ داریاں
۷۰	مدرسہ کے مہتمم اور اساتذہ کا باہمی اعتماد، اور امانت داری
۷۱	مدرسہ کا ذمہ دار پابند شرع اور امانت دار ہونا چاہیے
۷۱	نااہل کی تولیت ٹھیک نہیں
۷۳	مہتمم کا اپنے ماتحت کام کرنے والے اہل علم کو اپنا نوکر سمجھنا
۷۶	مدرسہ کے حساب و کتاب میں شفافیت ضروری
۷۶	خیانت کرنے والے ناظم کے ساتھ شوریٰ کیا سلوک کرے
۷۷	صحیح حساب نہ دینے والے منتظم کو مدرسہ سے نکالنا
۷۷	خائن شخص کو مدرسہ کا مہتمم بنانا
۷۷	مدرسہ کے مہتمم کا مدرسہ میں کتنا وقت رہنا ضروری ہے
۷۸	مدرسہ کا حساب و کتاب صاف نہ رکھنے والے مہتمم کا حکم
۷۸	ایسے شخص کو مہتمم بنانا جو اساتذہ سے دور ہو
۷۹	متولی یا مہتمم کا مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینا
۷۹	عورت کو مہتمم بنانا

۸۰	ناہینا شخص کو مہتمم بنانا
۸۰	مہتمم کا ادارہ سے پیشگی تنخواہ لینا
۸۱	مہتمم کے انتقال یا اس کے مفقود ہونے پر بچوں کی کفالت
۸۱	معذور و بیمار شخص کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا
۸۲	مدرسہ کی رقم سے ملازمین کا مالی تعاون (ہدیہ) کرنا
۸۲	رسید غصب کرنے والے کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا کیسا ہے
۸۳	دوسرے کو واقف کی رضامندی کے بغیر مدرسہ کا نگران بنانا
۸۳	مدرس سے ہر ماہ روزہ جماعت میں جانے کی شرط لگانا
۸۳	قرآن پاک غلط پڑھنے والے کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا
۸۴	کیا مہتمم مدرس کو عام راستہ پر ڈانٹ سکتا ہے
۸۴	مہتمم کا تعلیم میں کوتاہی دیکھ کر مدرس کا اخراج کرنا
۸۴	مدرسہ کے مہتمم یا استاذ کا مدرسہ کے مکان میں بغیر کرایہ کے رہنا
۸۵	مہتمم کی بنیادی ذمہ داری
۸۵	با استعداد اور سلیم المزاج اساتذہ کا انتخاب
۸۶	اساتذہ کے ساتھ منتظمین کا سلوک
۸۷	اساتذہ کے فرائض
۸۷	تجارت کرنے والے کو مدرس بنانا
۸۸	ناہینا شخص کا مدرسہ میں پڑھانا

۸۸	بغرض تربیت اولاد و طلبہ کو مارنا
۹۲	بغرض تربیت تنبیہ کرتے وقت بچہ کی نامناسب حرکت پر مزید مارنا
۹۳	بد زبان، غصیاریے یا ہدیہ مانگنے والے (لا لچی) شخص کو مدرس بنانا
۹۴	طلبہ کی ذمہ داریاں
۹۶	مدرسۃ البنات کے شرعی احکام
۹۶	مدرسۃ البنات قائم کرنے کا حکم
۹۷	مدرسۃ البنات میں دورہ تک کی تعلیم
۹۸	کیا عورتیں ڈاکٹر یا معلمہ بن سکتی ہیں؟
۹۸	بچیوں کی تعلیم کے لیے مرد استاذ کا نظم
۹۹	لڑکیوں کی تعلیم کے لیے عصری ادارے
۹۹	لڑکی کی شادی پہلے کریں یا مدرسہ میں پڑھائیں
۱۰۰	مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکام
۱۰۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اسلاف کے چندہ کا طریقہ
۱۰۰	مہتمم کی شرعی حیثیت اور چندہ کی رقومات میں اس کے تصرفات
۱۰۱	سفیر کی شرعی حیثیت
۱۰۱	کیا سفراء عالمین کے حکم میں ہیں؟
۱۰۲	سفرائے مدارس اور عالمین کے درمیان فرق
۱۰۳	دینی ضرورت کے لیے چندہ کرنا

۱۰۳	مدارس میں وصول ہونے والی رقومات کو کس طرح خرچ کیا جائے
۱۰۴	مدرسہ کی تعمیر میں حکومت کا پیسہ لگانا
۱۰۴	مدارس کے بکروں اور دیگر جانوروں کو فروخت کرنا
۱۰۵	مصرف کی کل رقم جمع ہو جانے کے بعد اسی مصرف میں چندہ کرنا
۱۰۵	زکوٰۃ
۱۰۵	مصارف زکوٰۃ
۱۱۵	سفیر کا زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا
۱۱۵	سفراء کا زکوٰۃ کی رقم سفر و طعام وغیرہ میں صرف کرنا
۱۱۶	سفیر کا زکوٰۃ کی رقم تبدیل کرنا
۱۱۶	سفیر کا زکوٰۃ کی رقم دینے والے کو انکار کر کے امدادی رقم کا مطالبہ کرنا
۱۱۶	گھروں اور دکانوں پر چندہ پیٹی رکھنا
۱۱۷	مکاتب میں زکوٰۃ دینا
۱۱۷	نذر و منت
۱۱۸	چندہ سے متعلق مختلف مسائل
۱۱۸	چندہ دینے والوں کے ناموں کا مانک پر اعلان کرنا
۱۱۸	چندہ کے لیے سفراء کا نوٹو تصدیق نامہ پر لگانا
۱۱۸	چندہ کی غرض سے طلبہ کی تعداد بڑھا چڑھا کر لکھنا
۱۱۹	فرضی نام سے رسید بک چھاپ کر چندہ کرنا

۱۱۹	جعلی رسید سے چندہ کر کے اسے اپنے ذاتی استعمال میں صرف کرنا
۱۲۰	مدرسہ کے چندہ کے لیے مسجد میں اعلان کرنا
۱۲۰	جبراً چندہ وصولنا
۱۲۰	کمیشن پر چندہ وصولنا
۱۲۱	تنخواہ دار ملازم کو چندہ پر انعام کہاں تک جائز ہے؟
۱۲۲	چندہ کی رومات سے اساتذہ کرام کے لیے مکانات تعمیر کرانا
۱۲۲	مصارف سفر کاٹ کر انعام دیا جائے یا کل چندہ پر
۱۲۲	غیر تنخواہ دار شخص کو چندہ کرنے پر انعام دینا
۱۲۳	مدرسہ کے لیے زائد ضرورت زکوٰۃ وصول کرنا
۱۲۳	مدرسہ کے ملحق اسکول میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا
۱۲۳	سفیر کا مخصوص ایام میں چندہ کر کے پورے سال تنخواہ لینا
۱۲۴	دوران ملازمت دوسرے مدرسہ کا چندہ کرنا
۱۲۴	مدرسہ کے موقوفہ مکان میں تصرف کرنا
۱۲۵	تبلیغی جماعت پر مدرسہ کا روپیہ وغیرہ خرچ کرنا
۱۲۵	وصول یا بانی برائے تعمیرات
۱۲۶	چندہ سے مدرسہ کے لیے کتابیں خریدنا
۱۲۶	مدرسہ کی ضروریات: اسفار، تنخواہیں وغیرہ میں چندہ کا استعمال
۱۲۷	چندہ کی رقم سے سواری خریدنا

۱۲۸	مدرسہ کی سواری، کار، بانک وغیرہ کا استعمال
۱۲۹	مدرسہ کی اشیاء دکان، مکان، سیڑھی، دیگ وغیرہ کو کرایہ پر دینا
۱۲۹	چندہ کی رقم سے جلسہ عام کرنا
۱۳۰	چندہ کی رقم سے جلسہ عام میں کھانا کھلانا
۱۳۰	چندہ کی رقم سے جلسہ عام کے خاص مہمانوں کو سفر خرچ دینا
۱۳۰	مدرسہ کی رقم سے تعزیتی جلسہ کرنا
۱۳۲	چندہ کر کے مدرسہ میں روزہ افطار کرانا
۱۳۲	مدرسہ میں فطرے، چرم قربانی اور نذرو نیاز کے اموال کا استعمال
۱۳۳	مدرسہ کے بیت الخلاء اور غسل خانوں کو خارجی لوگوں کا استعمال کرنا
۱۳۳	انجمنوں اور محلے کی مساجد کے لیے چندہ کرنے پر فیصدی لینا
۱۳۳	سفیر کا دوران سفر متعلقین کے یہاں کھانا کھا کر سفر خرچ میں لکھنا
۱۳۳	سفیر کا فضول خرچی کرنا
۱۳۴	سفیر کا خود تملیک کرنا
۱۳۴	سفیر کا قبل التملیک قرض دینا
۱۳۴	مدرسہ کا قبل التملیک چندہ کی رقم کو خرچ کرنا
۱۳۵	سفیر کا رسید کے ثنی میں کمی پیشی کرنا
۱۳۵	مستحق طلبہ کی آمد کی امید پر زکوٰۃ جمع کرنا
۱۳۵	چندہ کی رقم ڈرافٹ یا اکاؤنٹ سے بھیجنا

۱۳۶	مدرسہ کا پیسہ بینک میں جمع کرنا
۱۳۶	ایک مدرسہ کے لیے جمع شدہ رقم دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا
۱۳۶	مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا
۱۳۷	مدرسہ کے سرمایہ میں خیانت کرنا اور ناجائز قبضہ جمانا
۱۳۷	مدرسہ کا روپیہ مسجد میں لگانا
۱۳۷	مدرسہ کی آمدنی ذاتی ضروریات میں بطور قرض خرچ کرنا
۱۳۸	مدرسہ کا پیسہ اپنے کام میں بطور قرض خرچ کرنا
۱۳۸	مدرسہ کی اشیاء ذاتی استعمال میں لانا
۱۳۸	مدرسہ کی رقم کسی دوسرے مدرسہ یا کسی کو قرض دینا
۱۳۹	مدرسہ کی اشیاء کو اپنے ذاتی کام میں استعمال نہ کریں
۱۳۹	مسجد کی رقم مدرسہ کی ضرورت میں خرچ کرنا
۱۳۹	مسجد کی رقم مدرسہ میں یا مدرسہ کی مسجد میں بطور قرض دینا
۱۴۰	مدرسہ کے مائٹ کا استعمال خارجی امور میں کرنا
۱۴۰	مدرسہ کے موٹر کا پانی محلہ کی مسجد میں صرف کرنا
۱۴۰	مدرسہ کے جزیئر کا کنکشن محلہ کی مسجد میں دینا
۱۴۱	مدرسہ کا پانچ ہزار کا درخت سو روپے میں فروخت کرنا
۱۴۱	مدرسہ کا سامان اینٹ وغیرہ مسجد میں استعمال کرنا
۱۴۱	مدارس میں حرام یا مشتبہ مال لگانا

۱۴۲	غیر مسلم کا مدرسہ میں چندہ دینا
۱۴۲	مال حرام سے چندہ جمع کرنا
۱۴۳	مطبخ اور اسکے احکام
۱۴۳	تنخواہ دار مدرس و ملازم کا مدرسہ کا کھانا کھانا
۱۴۳	مدرسین کے لیے خاص کھانا بنوانا
۱۴۴	طلبہ سے کھانے کی فیس جمع کر کے دسترخوان پر کھانے کا پابند کرنا
۱۴۵	غیر حاضری کرنے پر طلبہ کا کھانا بند کرنا
۱۴۵	تنخواہ سے خوراک کی وضع کرنا اور صدقہ کا کھانا کھانا
۱۴۵	مدرسہ کا کھانا منہتمم کے گھر اور گھر کا کھانا مدرسہ کے تندور پر لگانا؟
۱۴۶	حیلہ تملیک
۱۴۷	حیلہ تملیک کی کہاں اجازت ہے
۱۴۸	زکوٰۃ کے مستحق طلبہ سے تملیک کرا کر زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں دینا
۱۴۸	چندہ کی رقم کو از خود تملیک کر کے بطور تنخواہ استعمال کرنا
۱۴۹	ایڈڈ مدارس کے شرعی احکام
۱۴۹	مدارس اسلامیہ کو سرکاری امداد لینا
۱۴۹	پرائمری مدرسہ کو الہ آباد بورڈ سے ایڈڈ کرانا
۱۵۰	محض خانہ پوری کر کے سرکاری امداد وصول کرنا
۱۵۰	اسکول، کالج میں زکوٰۃ دینا

۱۵۱	ایڈو مدارس میں زکوٰۃ دینا
۱۵۱	ایڈو مدارس میں امدادی چندہ کرنا
۱۵۲	حکومت سے منسلک دینی درسگاہوں میں تعلیم دینا؟
۱۵۲	ایڈو مدارس میں ملازمت کرنا؟
۱۵۲	ایڈو مدرسہ میں قانون کے خلاف جھوٹ بول کر کسی کا تقرر کرنا؟
۱۵۳	ایڈو مدارس کا رشوت لے کر استاذ کا تقرر کرنا؟
۱۵۳	فرضی خانہ پوری کر کے سرکاری تنخواہ حاصل کرنا؟
۱۵۳	ایڈو مدرسہ کے مہتمم کا اساتذہ کی تنخواہ میں اپنی طرف سے کمی کرنا
۱۵۴	سرکاری وظائف (اسکالرشپ) کا حکم
۱۵۴	طلبہ کی تعداد زیادہ بتا کر سرکار سے زیادہ رقم لینا
۱۵۴	غیر موجود طلبہ کے سرکاری وظیفہ کا حکم
۱۵۵	طلبہ کے وظیفہ سے مدرسہ کی تعمیر کرنا؟
۱۵۵	مدرسہ کے قوانین و ضوابط
۱۵۵	مدارس کے ملازم اجیر بالعمیل ہیں یا اجیر فی الوقت
۱۵۵	جھوٹی حاضری لگا کر تنخواہ لینا
۱۵۶	ناہینا استاذ کا طلبہ سے خدمت لینا
۱۵۶	طالب علم سے سالانہ پیشگی فیس مکمل وصول کرنا
۱۵۶	طلبہ سے ایام تعطیل کی فیس لینا

۱۵۷	طلبہ سے غیر حاضری پر جرمانہ (فائن) لینا
۱۵۷	طالب علم کی عدم موجودگی میں استاذ کا حاضری لگانا
۱۵۷	مدرسہ کے اوقات کے سلسلہ میں حد درجہ احتیاط رکھنا چاہیے
۱۵۸	مدرسہ میں یوم عاشورہ کی تعطیل کرنا درست نہیں
۱۵۸	کتب خانہ کی کتاب گم ہونے پر ڈبل قیمت وصولنا
۱۵۹	دوسرے مدرسہ میں داخلے لینے کی وجہ سے طلبہ کا اخراج کرنا
۱۵۹	بلا وجہ ملازمین و مدرسین کو معزول کرنا
۱۵۹	صدر و سکریٹری کو معزول کرنے اور تنخواہوں میں اضافہ کا اختیار
۱۶۰	مدرس کی پٹائی سے بیمار ہونے والے طالب علم کا علاج
۱۶۰	مدرسہ میں جمعرات کی شام سے جمعہ کی شام تک نگرانی کی باری لگانا
۱۶۰	مدرس کا نظام مدرسہ کے خلاف عمل کرنا
۱۶۱	قومی ترنگہ جھنڈا لہرانا
۱۶۱	یوم آزادی کے جلسہ میں چندہ کر کے لڈو تقسیم کرنا؟
۱۶۱	پندرہ اگست پر جھنڈا لہرانا اور راشنریہ گیت گانا کیسا ہے؟
۱۶۲	مدرسین کی تنخواہ اور تعطیلات کے ضابطے
۱۶۲	استاذ کا دیر سے آنے پر مکمل حاضری لگانا
۱۶۳	سبق میں غیر درسی باتیں یاد دوسرا کام کرنا
۱۶۳	چھبیس جنوری اور پندرہ اگست کو چھٹی

۱۶۳	ایام تعطیل کی تنخواہوں کا شرعی ضابطہ
۱۶۴	تعطیل کلاں کو سلب کرنا
۱۶۵	ایام تعطیل میں حاضر رہ کر بعد میں اس حق کو استعمال کرنا؟
۱۶۵	مدرسہ میں رخصت وضع کرنے کا حق
۱۶۵	مدرسہ کے جزیئر سے ذاتی فائدہ اٹھانا
۱۶۶	مدرسہ کے مستقل ملازم باورچی سے گھر پر کھانا بنوانا
۱۶۸	مدرسہ سے ایام حج کی تنخواہ لینا؟
۱۶۸	حج بدل کو جانے والے مدرس کی تنخواہ مدرسہ پر نہیں ہے
۱۶۸	اپنی جگہ دوسرے کو عارضی مدرس بنا کر رخصت پر جانا
۱۶۹	جمعہ کے دن کی تنخواہ کا ٹٹا
۱۶۹	صرف ایک گھنٹہ پڑھا کر پورے مہینہ کی تنخواہ لینا؟
۱۶۹	تنخواہ دار مفتی کا عاملہ کی مقررہ فیس سے زائد لینا؟
۱۷۰	مدرسہ سے تنخواہ لے کر مسجد میں پڑھانا
۱۷۰	رمضان میں مستغنی ہونے والے کو شعبان کی تنخواہ سے محروم کرنا
۱۷۰	تنخواہ سے فنڈ کے نام پر رقم وضع کرنا
۱۷۱	مسائل متفرقہ، لیٹ فیس وصول کرنے کی شرعی حیثیت
۱۷۱	جلسہ کی بجی ہوئی رقم کا مصرف
۱۷۲	قیمت طعام کو مدرسہ کی تعمیر و تنخواہ وغیرہ میں لگانا

۱۷۲	مدارس میں طلبہ کی انجمنوں کی شرعی حیثیت
۱۷۳	اہل حدیث اور غیر مقلدین کو سند دینا
۱۷۳	غیر مسلم طلبہ کو مدرسہ میں اردو وغیرہ پڑھانا
۱۷۳	طالب علم کا بلا اجازت مدرسہ کی کوئی چیز استعمال کرنا
۱۷۴	طلبہ کی تعلیمی کوتاہی پر ذمہ دار کون ہے
۱۷۴	مدرسہ کی رقم سے امام ومؤذن کو وظیفہ دینا
۱۷۴	مدرسہ کے پیسہ سے مدرسہ کے بانی کی کتاب چھاپنا
۱۷۵	مدرسہ کے پیسہ سے مقدمات کی پیروی کرنا
۱۷۵	بیماری کا صدقہ مسجد و مدرسہ میں دینا
۱۷۶	مدرسہ میں بچوں کا مانگ پر دعاء و درود پڑھنا
۱۷۶	مسجد کی جماعت ترک کر کے مدرسہ کے کمرہ میں نماز پڑھنا
۱۷۷	مدرسہ یا مسجد کے بیت الخلاء میں سود کا پیسہ لگانا
۱۷۷	موجودہ دور میں تنخواہ میں اضافہ
۱۷۷	کیا مہتمم مدرسین کے بالمقابل دوگنی تنخواہ لے سکتا ہے
۱۷۸	بہ تعمیر رقم کو تنخواہ میں استعمال کرنا
۱۷۸	حج کے لیے رخصت کی تنخواہ
۱۷۹	مقررہ تنخواہ سے کم دینا
۱۷۹	علالت کے زمانہ کی تنخواہ

۱۸۰	مدرس کی تقرری کے بعد بلا عوض نگرانی پر مجبور کرنا
۱۸۰	غیر موقوفہ مدرسہ کی تعمیر کے لیے چندہ کرنا
۱۸۰	فراغت کے بعد پڑھایا جائے یا کاروبار کیا جائے
۱۸۱	مدرسہ کا مالی نظام درست نہ ہو تو اس کا چندہ دوسرے مدرسہ میں دینا
۱۸۲	مدرسہ کے تہ خانہ میں آمد کی خاطر کارپارکنگ بنانا
۱۸۲	مدرسہ کی رقم بطور رشوت دینا
۱۸۳	مدرسہ کاروپبیہ ذاتی معاملات میں خرچ کرنا
۱۸۳	مستغنی کی ایک ماہ کی تنخواہ ضبط کرنا
۱۸۳	مدرسہ میں چوری کی لائٹ
۱۸۴	طلبہ سے ورزش کرانا
۱۸۶	طلبہ سے جاسوسی کرانا
۱۸۶	فیس لے کر شرعی علوم پڑھانا
۱۸۶	مدرسہ کے کونسلے، سوکھی روٹی، اور زائد از ضرورت اشیاء کا حکم
۱۸۷	مدرسہ کے تنور یا چولہے وغیرہ پر کسی شخص کا روٹی یا سالن بنوانا؟
۱۸۷	گھروں میں جا کر دینی تعلیم دینا
۱۸۸	مدرسہ میں دنیوی علوم پڑھانا
۱۸۸	مدرسہ کو اسکول میں تبدیل کرنا
۱۸۸	کتابچہ میں موجودہ طلبہ کے بجائے کل داخل شدہ طلبہ کی تعداد لکھنا

۱۸۹	استاذ کا طالب علم سے جسمانی خدمت لینا
۱۹۰	استاذ کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا
۱۹۰	طلبہ کا درس گاہ میں تعظیماً کھڑا ہونا
۱۹۰	مذہبی پابندیاں اور منکرات والے اسکول میں تعلیم دینا
۱۹۱	مدرسہ کا کھانا اساتذہ و ہاشمی طلبہ، اور فیملی وغیرہ کے لیے
۱۹۲	طالب علم کا مدرسہ سے بھاگنا
۱۹۳	چیک کی شرعی حیثیت اور اس کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی
۱۹۳	نوٹ کی شرعی حیثیت اور اس کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی
۱۹۴	سودی اینٹوں کو درس گاہ کے فرش پر لگانا
۱۹۵	والدین کی اجازت کے بغیر حصول علم
۱۹۵	مدرسہ کے لیے دو گاڑیاں
۱۹۶	سواری ذاتی استعمال میں خراب ہو جائے تو خرچ کون اٹھائے گا
۱۹۶	مدارس اسلامیہ میں مقاصد تاسیس سے ہم آہنگ نصاب کا حکم
۱۹۷	مدرسہ کے وقت میں چائے وغیرہ لینا
۱۹۸	ایصال ثواب کے لیے طلبہ کو گھر بلانا
۱۹۸	کیا طلبہ کو بٹھا کر کھانا کھلانے سے تملیک ہو جاتی ہے
۱۹۸	دوران درس موبائل پر بات کرنا
۱۹۹	مطبخ کا بچا ہوا کھانا استاذ، منتظم یا ملازم کا گھر لے جانا

۱۹۹	طلبہ کا موبائل وغیرہ توڑنا یا کسی مدرس کے لیے اس کا استعمال کرنا
۲۰۱	مدرسہ کی زمین پر زیبائشی عمل (چمن بندی وغیرہ) کرانا
۲۰۱	مدرسہ کے طلبہ کی دلگی کے لیے جانور پالنا
۲۰۲	مدرسہ اسلامیہ میں فیس لے کر تعلیم دینے کا حکم
۲۰۲	مہتمم کے لیے مدرسہ میں دفن ہونے کی وصیت کرنا
۲۰۳	مدرسہ کے صحن میں مہتمم مدرسہ کی تدفین
۲۰۳	مدرسہ کی زمین قبر بنانے کے لیے خریدنا
۲۰۳	کیا دستار بندی کرنا اور سند دینا ضروری ہے
۲۰۴	کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام کی وصولی
۲۰۴	مدرسہ کی پڑھائی مسجد میں کرنا
۲۰۵	نیچے مدرسہ اوپر مسجد بنانا
۲۰۶	مدرسہ کی چھت پر مسجد بنانا
۲۰۶	مدارس، مساجد اور فائبر فونڈ کے مال پر زکوٰۃ کا حکم
۲۰۶	مدرسہ کی رقم سے تجارت کر کے نفع مدرسہ میں جمع کرنا
۲۰۷	مدرسہ کے اوقات میں گھر جا کر چاشت کی نماز پڑھنا؟
۲۰۷	چک بندی میں نئے مدرسہ کے نام پر چھوڑی گئی زمین کو تقسیم کرنا؟
۲۰۷	ایک مدرسہ کی ضرورت سے زائد پیسہ دوسرے مدرسہ کو دینا؟
۲۰۸	مدارس اسلامیہ کے چند قابل غور پہلو

۲۰۹	مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اور ان کے معاشی مسائل
۲۱۰	مدارس اسلامیہ کی داخلی اصلاح
۲۱۳	دور حاضر اور مدارس کے فضلاء

## مدارس اسلامیہ

مدارس اسلامیہ دنیا میں اسلام کی حقیقی روح کے محافظ و نگہبان، شریعت اسلامی کی صحیح تفسیر و تشریح کے امین، اور امت مسلمہ کے بے مثال علمی ورثہ کے پاسبان ہیں، وہ مسلمانوں کے روشن تاریخی کردار کے حامل اور اسلاف کی پاکیزہ راویات کے وارث ہیں، ان سے ایک طرف مسلمانوں کو اسلامی علوم و فنون کے ایسے ماہرین فراہم ہوتے ہیں، جو اسلامی اخلاق و اعمال اور دینی افکار و کردار کے نقیب ہوتے ہیں، دوسری طرف وہ ملک کو امن پسند، ایمان دار اور فرض شناس شہری عطا کرتے ہیں، جو اپنے گفتار و کردار سے دنیا میں انسان دوستی اور صلح و امن کا پیغام دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کے لیے مکہ المکرمہ میں دارالقرآن اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے متصل ایک چبوترہ (جسے صفحہ کہا جاتا ہے) میں بیٹھ کر رشد و ہدایت کے چراغ روشن کیے، آج دنیا میں جتنے بھی مدارس و مکاتب اور خانقاہیں و تربیت گاہیں ہیں ان سب کا سلسلہ اور رشتہ اسی صفحہ نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیہ و سلام) سے وابستہ ہے، ان سب کے پیش نظر وہی منشور مقصود ہے، جو صفحہ نبوی کا تھا، اسی فکر کو عملی جامہ پہنانے اور اسی چراغ ہدایت کو تابناک و روشن رکھنے کے لیے دنیا بھر میں تعلیم گاہوں اور تربیت گاہوں کا جال بچھایا گیا اور ان کے ذریعہ سے تصحیح عقائد، سنت و شریعت کی پابندی اور اسلامی تشخص کی بقاء و تحفظ کا نمایاں کردار ادا کیا گیا اور کیا جا رہا ہے، نیز کیا جاتا رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن اس سب کے باوجود جب بھی یہ دینی قلعے (مدارس وغیرہ) تمدنی یا روحانی اعتبار سے کمزور ہوئے ہیں تو اندلس کو اسپین بننے میں زیادہ وقت نہ لگا؛ اس لیے اشد ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مدارس اسلامیہ کو اپنے اسلاف و اکابر کے طرز پر مکمل شریعت مطہرہ کی روشنی میں چلانے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں، سرمنہ انحراف کو رو نہ رکھیں؛ کیونکہ اس وقت امت مسلمہ نہایت نازک دور سے گزر رہی ہے، اسلام پر چہار جانب فتنوں کی یلغار ہے، اسلامی روایات

واقفدار کو ختم کرنے اور اسے ہر میدان میں شکست دینے کی منظم کوششیں کی جا رہی ہیں ایسے پرخطر اور نازک حالات میں مدارس اسلامیہ ہی ڈھال بن کر مسلم مخالف طاقتوں کا مقابلہ بحسن و خوبی انجام دیں سکتے ہیں، اور دے رہے ہیں، ذرا سوچو اگر یہ مدارس نہ رہیں تو ہمارا آپ سب کا دینی وجود خطرہ میں ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ ملت مٹنے والی ملت نہیں ہے، تاریخ شاہد ہے اس پر اس سے بڑے بڑے عجیب و غریب حالات آئے مورتین کا قلم ساکت تھا: کہ ہم لکھ دیں کہ یہ امت تاتاری قوم کے ہاتھوں تباہ ہوگئی؛ لیکن پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے بہر کیف اس رسالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ مدارس اسلامیہ سے متعلق ضروری مسائل و احکام یکجا جمع کر دیئے جائیں، جو ہم سبھی اہل مدارس کے لیے رہنمائی کا سامان ہوں، امید و اثق ہے کہ اہل مدارس ان جیسے مسائل و احکام کو سامنے رکھ کر عمل کرنے کی کوشش کریں گے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

## مدرسہ قائم کرنے سے پہلے

(۱) مذہب اسلام کی نشر و اشاعت، دین کی خدمت اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو، کسی دوسرے مدرسہ سے تقابل، ہم عصروں پر برتری و تفوق، اہتمام کی حرص، ذریعہ معاش کی طلب، کسی کی ماتحتی قبول نہ کرنے کی متکبرانہ شرسنت منظور نظر نہ ہو۔

(۲) مدرسہ کے لیے جس علاقہ کا انتخاب کیا جائے، وہاں واقعتاً مدرسہ قائم کرنے کی ضرورت ہو، علمائے کرام اور مقامی ذمہ داروں سے مشورہ کر کے ہی مدرسہ قائم کیا جائے۔

(۳) اکابر کی سرپرستی میں فوراً کم از کم پانچ یا زیادہ سے زیادہ اکیس افراد پر مشتمل مدارس سے جڑے فکر مند اہل علم دیندار حضرات کی ایک کمیٹی تشکیل دیدی جائے، جو پہلی فرصت میں چند بنیادی اصول و ضوابط مرتب کر لیں، انھیں اصول و ضوابط کو مدارس کی زبان میں دستور اساسی، سرکاری زبان میں باعلاج کہا جاتا ہے؛ تاکہ ارباب شوری و اہتمام اور تمام اساتذہ و ملازمین ان اصول صحیح سے کبھی

بھی انحراف نہ کر سکیں، بعض حضرات عارضی نفع کی خاطر ظاہری دیندار اور مالدار کو شوری میں داخل کر دیتے ہیں، جسکے برے نتائج یومیہ دیکھنے کو ملتے ہیں: کہ اہل مدارس کی کمزوریاں، کوتاہیاں عوام کی زبان زد ہوتی ہیں جو یقیناً تکلیف کی بات ہے، (مزید تفصیل آگے آرہی ہے) اسی کمیٹی کو شوری، سوسائٹی، کمیٹی، انجمن، ٹرسٹ کہا جاسکتا ہے۔

(۴) ایک محاسب مقرر کر لیا جائے جو یومیہ آمد و خرچ، رسیدات و واچرس کو مدت کے مطابق رجسٹر میں مندرج کرے تاکہ حساب صاف شفاف رہے۔

## ادارہ کا نظام ترکیبی

ادارہ کے نظام ترکیبی میں دو کمیٹیاں ہوں (۱) مجلس شوریٰ (۲) مجلس عاملہ (تختہ مدارس ص ۱۵۶)

**مجلس شوریٰ:** یعنی قانون ساز مجلس، وہ مجلس جس میں انتظام کے لیے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ (قاموس)

**مجلس عاملہ:** یعنی ورکنگ کمیٹی، منتخب ارکان کی وہ جماعت جو عملی طور پر تنظیم کی تفویض کی ہوئی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے قائم کی جائے۔ (قاموس)

## شوریٰ اور اہتمام

### شوریٰ کے لغوی معنی

لفظ شوریٰ، باب نصر ینصر کا مصدر ہے، اس کے لغوی معنی ہیں شہد کے چھتہ سے شہد نچوڑنا، اس مادہ سے باب افعال میں اشارہ، باب استفعال میں استشارہ، اور باب مفاعلة میں مشاورۃ کا استعمال ہوتا ہے، اشارہ بصلہ علی کے معنی ہیں مشورہ دینا، استشارہ کے معنی ہیں مشورہ طلب کرنا اور مشاورۃ کے معنی ہیں: باہم بیٹھ کر مشورہ کرنا، ثلاثی سے یہ مادہ مشورہ کے معنی میں مستعمل نہیں ہے، بس اس کا مصدر (شوریٰ) مشورہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت ص ۵)

## مجلس شوریٰ، کمیٹی، انجمن یا سوسائٹی

یہ سب الفاظ مترادفہ ہیں یعنی سب کا معنی اور مفہوم لغوی و عرفی اعتبار سے ایک ہے، چند مخصوص افراد جو کسی خاص اور اہم کام کے ذمہ دار بنائے گئے ہوں اور انھیں کے مشورے سے وہ کام انجام پذیر ہوتا ہو، ہمارے مدارس اسلامیہ میں زیادہ تر مجلس شوریٰ یا کمیٹی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔

## مشورہ کی اہمیت عقل انسانی کی نظر میں

مشورہ کی حقیقت یہ ہے کہ مشورہ کی صلاحیت رکھنے والے ایک سے زائد افراد کسی ایسے معاملہ میں جس کے حسن و فحش کے بارے میں دورائے ہو سکتی ہوں ایک جا بیٹھ کر غور و فکر کریں اور ایک دوسرے کے علم، تجربہ، عقل، اور خداداد صلاحیتوں سے استفادہ کریں۔

حضرات پیغمبران علیہم السلام عالی مقام (جنہیں وحی خداوندی کی بنیاد پر کسی انسانی عقل و شعور سے استفادہ کی ضرورت نہیں) کے علاوہ دنیا کے کسی بھی مفکر اور کسی بھی دانشور کو مشورہ کے نتیجہ خیز عمل سے بے نیاز نہیں سمجھا جاسکتا، مشورہ کا عمل، غور و فکر کے سمندر میں غوطے سے کم نہیں عقل انسانی کی وسعتوں کا احاطہ دشوار ہے؛ اس لیے جب کوئی تنقیح طلب مسئلہ ارباب شوری کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ خدا کی عطا کردہ علم کی گہرائی میں غواصی کرتے ہیں اور وہاں سے وہ آبدار موتی نکال کر لاتے ہیں جس سے انسانیت کا حریم زندگانی منور ہو جاتا ہے، مشورہ علم و فن کی فضائے بسید میں عقاب فکر و شعور کی اس کامیاب پرواز کا نام ہے جس کی گرفت سے، مسائل کا کوئی مرغ پرواز، آزاد نہیں رہتا، اسی لیے جب اہل شوریٰ دور تر مسائل پر کندھا ڈالتے ہیں تو مسائل خود گرفتاری کی پیش کش کرتے ہیں اس لیے دنیا کے تمام علمی طبقے اور دانشور، انسانی زندگی کی ابتداء سے مشورہ کی افادیت پر اتفاق رکھتے ہیں، نیز انسانیت کا کوئی بھی طبقہ مشورہ کی خیر کثیر کا منکر نہیں ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر انسان، مشورہ کا اہل نہیں ہوتا، مشورہ صرف عالی دماغ، روشن ضمیر اور باکردار انسانوں کا صحیح حق ہے، مسئلہ کتنا ہی پیچیدہ اور تاریک ہو لیکن جب وہ روشن دماغ

اور با کردار انسانوں کی عقل کی قدیلوں کے درمیان رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے تمام پہلو روشنی میں آجاتے ہیں، تاریکیاں کا نور ہونے لگتی ہیں، گتھیاں سلجھ جاتی ہیں اور بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشورہ ہر شخص کو نہیں دیا جاتا، بلکہ دنیا کے باشعور انسان اپنی قیمتی رائے کا اظہار صرف انہیں لوگوں کے سامنے کرتے ہیں جن پر انہیں اعتماد ہو، اچھا مشورہ بازار علم و فن کا وہ قیمتی جوہر ہے جسکی قیمت کا اندازہ صرف جوہری ہی کر سکتا ہے، نیز اہل عقل کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ مشورہ ہر معاملہ میں نہیں کیا جاتا، جو معاملات طے شدہ ہوں، جن باتوں کی مذہب میں وضاحت کر دی گئی ہو یا جو چیزیں عقل انسانی کی کسوٹی پر آ کر نکھر چکی ہوں، ان کے سلسلہ میں مشورہ نہ صرف یہ کہ بے ضرورت بلکہ تضییع اوقات ہے، ہاں اگر مسئلہ میں خفاء ہے تو وہاں مشورہ نہ کرنا اپنے آپ کو خیر کثیر سے محروم رکھنے کے مرادف ہے۔ (شوری کی شرعی حیثیت، ص ۱۰۵-۱۰۶)

## مشورہ کی اہمیت شریعت کی نظر میں

شریعت محمدیہ، جو نوع انسانی کے لیے خداوند عالم کا عطا کردہ آخری دین ہے، اس میں بھی مشورہ کی اہمیت پر پورا زور دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں قرآن کریم کے اندر دو آیتیں ہیں، ایک آیت میں خود صاحب وحی حضرت رسول اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر حکم دیا گیا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ، (سورہ آل عمران آیت ۱۵۹)

ترجمہ: اور آپ امور میں صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کریں، اور جب مشورہ کے بعد آپ کسی چیز کا عزم فرمائیں تو اللہ پر توکل (بھروسہ کر کے اقدام فرمایا) کریں۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کی اس طرح تعمیل کی کہ صحابہ کرام کے بیان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشورہ کا حکم ہے تو امت بدرجہ اولیٰ اس کی پابند ہے، چنانچہ قرآن کریم میں دوسری جگہ مؤمنین کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

يَنْفِقُونَ (سورہ شوریٰ آیت ۳۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور جنہوں نے نماز کو قائم رکھا اور جو آپس کے مشورے سے کام کرتے ہیں اور جو ہمارے دیے ہوئے رزق کو خرچ کرتے ہیں۔

چنانچہ اس آیت شریفہ کے نازل ہوجانے کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ نے مشورہ طلب امور میں شوریٰ کے ذریعہ فیصلے کو جو ان کا پہلے سے معمول تھا، نہایت مضبوطی کے ساتھ معمول زندگی بنا لیا تھا۔

کتب تواریخ اس پر شاہد ہیں کہ خلافت راشدہ میں جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس کا حکم قرآن وحدیث میں نہ ملتا تو اس کو خلیفہ وقت صحابہ کرامؓ کے مشورہ کے ذریعہ ہی حل کرتا تھا۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت)

## مجلس شوریٰ کا ثبوت

مجلس شوریٰ کا ثبوت خیر القرون سے ہے، چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ کسی کو اپنی جانشینی کے لیے نامزد کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ یہ چھ شخص ہیں عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ ان سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں ان میں سے کسی کو منتخب کر لینا، مگر تین دن سے زیادہ انتخاب میں دیر نہ کرنا، چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ کے دفن کرنے کے بعد یہ سب حضرات جمع ہو گئے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا: کہ میں نے اپنا اختیار علیؓ کو دے دیا، حضرت طلحہؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار عثمانؓ کو دیا، حضرت سعدؓ نے کہا کہ میں نے اپنا اختیار عبدالرحمن بن عوفؓ کو دیا، اس کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا اچھا اب عثمانؓ علیؓ میں سے جو اپنی خلافت نہ چاہتا ہو، انتخاب کا اختیار اسی کو دیا جائے یہ سن کر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونوں خاموش رہے، تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کہ اچھا میں اپنے لیے خلافت نہیں چاہتا؛ لہذا میرے سپرد کر دیجیے میں آپ دونوں میں سے جو افضل

ہوگا اس کا انتخاب کر دوں گا چنانچہ انتخاب کا اختیار حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو دے دیا گیا اور ان کو تین دن کی مہلت دی گئی، حضرت عبدالرحمن نے خفیہ طور پر ہر مسلمان کی رائے لی وہ فرماتے ہیں مجھے دو شخص ایسے نہ ملے جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر ترجیح دیتے ہوں؛ لہذا بغیر کسی نزاع و اختلاف کے حضرت عثمان کا انتخاب ہو گیا اور سب نے ان کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

(سیرت خلفائے راشدین ص ۱۴۶، طبعیہ دیوبند، فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۲۷)

## ہندوستان میں موجودہ طرز پر مدارس کا قیام اور شورائی نظام

ہندوستان میں دارالعلوم سے پہلے عوامی چندہ کے ذریعہ کسی ادارہ یا مدرسہ چلانے کی بات تاریخ میں محفوظ نہیں، حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد میاں صاحب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، موجودہ مدارس، دارالیتامی یا تبلیغی اداروں کا سلسلہ اقطار ہند میں اس وقت قائم ہوا؛ جبکہ اسلامی حکومت ختم ہو چکی تھی اور ارباب بصیرت و فراست اکابر نے محسوس کیا کہ اس قسم کے سلسلہ کے علاوہ بلاد ہند میں احکام اسلام کے تحفظ کی کوئی شکل نہیں، غالباً اس نظام مبارک کا سب سے پہلا موقی دارالعلوم دیوبند ہے۔ (شوری کی شرعی حیثیت ص ۳۳، بحوالہ فتاویٰ مطبوعہ روزنامہ الجمعیتہ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

چنانچہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند اور اسکے چھ ماہ بعد مظاہر علوم سہارنپور کا قیام عمل میں آیا۔

مگر عوامی چندہ حاصل کرنا، بیت المال اور اسلامی نظام پر موقوف ہے اور یہ چیز ہندوستان میں مفقود ہے، اس لیے اس وقت اکابر نے دارالعلوم کے قیام سے پہلے ارباب حل و عقد افراد پر مشتمل ایک مجلس تشکیل دی، جو مفادات عامہ کے تحفظ کے باب میں امام کے قائم مقام ہو اور شرعاً اس کے لیے عوامی چندہ حاصل کرنا اور مصارف خیر میں صرف کرنا جائز ہو؛ چنانچہ اس وقت جو مجلس تشکیل دی گئی وہ ان حضرات پر مشتمل تھی! حاجی عابد حسین، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا مہتاب علی صاحبؒ، مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ، مولانا فضل الرحمن صاحبؒ منشی فضل حق

صاحب شیخ نہال احمد صاحب (شوری کی شرعی حیثیت)

اس سے معلوم ہوا کہ جو مدارس شورائی نظام پر قائم ہیں اور ان کے باقاعدہ دستور اور اصول و ضوابط مقرر ہیں، ان میں شوری کو ہیئت حاکمہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور مہتمم یا ناظم اور دیگر اساتذہ و ملازمین سب شوری کے ملازم ہوتے ہیں، اور وہ سب عربی اعتبار سے شوری کی حاکمیت تسلیم کرتے ہیں؛ لہذا ایسے مضبوط شورائی مدارس میں شوری کا حکم ماننا آئینی اور دستوری اعتبار سے لازم ہے اور شوری کے حکم کی روگردانی کسی کے لیے جائز نہیں (تحریر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی و تاریخ شاہی نمبر ندائے شاہی)

عن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الْأَصْلِحَاءِ حَرَامٌ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ الْأَشْرَطَاءِ حَرَامٌ حَرَامًا. (سنن ترمذی: ابواب الاحکام ج ۱ ص ۲۵۱) (کتاب النوازل ج ۱ ص ۲۵)

## دستور اساسی (باجلاج)

دستور اساسی (باجلاج) بالغ نظر فقہائے کرام کے مرتب فرمودہ اسی شرعی معاہدہ کا نام ہے، جس کی ایک دفعہ شریعت غزاء کی روشنی میں مرتب کی گئی ہو، اور اسلامی اداروں میں کام کرنے والے تمام کارکنان پر: یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود (اے ایمان والوں معاہدات کو پورا کرو) نیز اوفوا بالعہد ان العہد کان مسؤلاً (باہمی معاہدات کی پابندی کرو کہ بے شک عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی) کی رو سے اس دستور کی پابندی عند اللہ وعند الناس لازم و واجب ہے۔ (شوری کی شرعی حیثیت)

نیز حدیث پاک میں ہے: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الْأَصْلِحَاءِ حَرَامٌ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ الْأَشْرَطَاءِ حَرَامٌ حَرَامًا. کہ تمام مسلمانوں کو باہمی جائز شرائط کی

پابندی کرنا لازم ہے (الحديث، سنن ترمذی ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن رسول الله ﷺ فی الصلح بین الناس، ج ۱ ص ۲۵۱)

بہر کیف: دستور اساسی ایک قومی اور مضبوط معاہدہ ہے، جس کی پابندی ادارہ کے تمام کارکنان کے لیے واجب اور ضروری ہے، اس کے جواز و عدم جواز کا انحصار اس کی دفعات پر ہے، اگر ان دفعات میں سے کوئی دفعہ خلاف شرع ہے تو اس دستور کو ناجائز کہا جائے گا اور اگر تمام دفعات شریعت کے عین مطابق ہیں تو اس کو ناجائز یا خلاف شرع قرار دینا درست نہ ہوگا۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت ص ۳۰۹)

## باہمی معاہدات کی شرعی حیثیت

یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود؛ (اے ایمان والوں اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو) اس آیت کے ضمن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں، حکومتوں کے بین العالمی معاہدات یا باہمی سمجھوتے، جماعتوں کے باہمی عہد و پیمانے اور دو انسانوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات یعنی نکاح، تجارت، شرکت، اجارہ، ہبہ وغیرہ... ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں باہم طے ہو جائیں اس آیت کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم و واجب ہے (معارف القرآن ج ۳ ص ۱۲، ۱۳)

## یہ نکات دستور اساسی میں ہونے چاہیے

(۱) دستور کے مطابق ادارہ کے تعلیمی ڈھانچے میں دینی عنصر غالب رہے گا اگر دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم کا بھی نظم کیا جائے تو بہت بہتر اور وقت کے تقاضے کے عین مطابق ہوگا، پر دینی تعلیم کو غالب رکھنا بے حد ضروری ہے۔

(۲) دستور کے مطابق سال میں کم از کم دو مرتبہ مجلس شوریٰ کی بیٹھک ہونی چاہیے، جسکی مکمل کاروائی تحریر بند کی جائیگی۔

(۳) دستور کے مطابق مجلس شوریٰ سال بھر کی آمدنی کے حساب سے ایک بجٹ متعین کریگی جسکی پابندی مہتمم پر لازم ہوگی بجٹ سے زائد خرچ کرنے پر مہتمم سے باز پرس ہوگی۔

(۴) دستور کے مطابق بنیادی فیصلوں میں دو تہائی ممبران کا حاضر رہنا ضروری ہوگا۔

## مدارس اسلامیہ کے اصول و قوانین کا ماخذ

مدارس اسلامیہ کے قوانین اور ضوابط ترمذی شریف اور دارقطنی کی اس حدیث شریف سے مستنبط ہوتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني ان رسول الله ﷺ قال: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَمًا حَلَالًا اَوْ اَحَلًّا حَرَامًا اَوْ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَمًا حَلَالًا اَوْ اَحَلًّا حَرَامًا. (سنن الترمذی، باب الاحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البيوع ص ۲۳ ج ۳، رقم: ۲۸۶۹)

کہ آپسی رضامندی سے جائز معاملوں میں جو اصول و ضوابط طے کر لیں امانت و دیانت کے ساتھ ان کی پابندی مدارس کے ذمہ داران اور ملازمین پر واجب ہے، لہذا جو بھی کوتاہی کرے گا گناہ اس کے سر ہوگا۔

واما شرائط الصحة، فمنها: رضی المتعاقدين. (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاجارہ ص ۲۴۰ ج ۴، ذکر کیا)

## شوریٰ کے ممبران حسب ذیل صفات کے حامل ہوں

(۱) مجلس شوریٰ کے ممبران ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو اہل علم، اہل تقویٰ، تجربہ کار، اور باسلیقہ ہوں ہر علاقہ کے مدارس میں پڑھنے پڑھانے والے بااثر افراد کی کمیٹی تشکیل دی جائے۔

قال فی الاسعاف: ولا یولی الامین قادر بنفسه او بنائبه، الخ (رد المحتار، کتاب

الوقف ، مطلب فی شروط المتولی ج ۴ ص ۳۸۰ ، فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۴۳۸)

عن علیؑ قال قلت یا رسول اللہ ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فمات امرنی ، قال شاوروا فیہ الفقہاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رأی خاصہ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۷ / شوری کی شرعی حیثیت)

عن ابی ہریرۃؓ قال: بَیْنَا مَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ إِذَا جَاءَ أَعْرَابِيٌّ ، فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ ” إِذَا ضَيَّعْتُ الْأَمَانَةَ ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ “ قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: ” إِذَا وُضِدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ “ (مشکوٰۃ شریف ، کتاب الفتن ، باب اشراط الساعة ص ۴۲۹)

” اذ او سّد “ ای اسند و فوض الامر الی غیر اہلہ ای ممن لم یوجد فیہ شرائط الاستحقاق كالنساء والصبيان والجهلة والفسقة والبخیل ، والجبان ..... وارباب المناصب من التدريس والفتوى والامامة والخطابة وامثال ذلك مما يتفاخر به الاقران (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ، ج ۱۰ ص ۷۶ . ط. فیصل دیوبند)

نیز حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، نااہل کو مجلس شوریٰ کا ممبر بنانے کو معصیت سے تعبیر فرما رہے ہیں، جس کا اصل واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا: کہ جب اہل دیوبند مجلس شوریٰ میں شریک ہونا چاہتے تھے اور حضرت گنگوہیؒ نے منع فرمایا، تو اس پر بہت شور تھا اور فقہ کا اندیشہ تھا حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو لکھا کہ حضرت دفع شورش کے لیے کیا حرج ہے، اگر ایک دو کو مجلس شوریٰ میں لے لیا جائے آخر تو تعداد ہمارے حضرات ہی کی زیادہ رہے گی اور کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے، تو جو اباً حضرت مولانا گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا کہ نااہل کا ممبر بنانا معصیت ہے، جو سبب ہے ناراضی خدا اور رسول کا؛ اس لیے ہم نااہل کو مدرسہ کا ممبر نہ بنائیں گے، چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے، ہم کو رضائے الہی مقصود ہے، مدرسہ مقصود نہیں ہے۔

(۲) شوریٰ کے ممبران ادارہ کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط سے پوری طرح اتفاق رکھتے ہوں۔

(۳) زمانہ کے حالات کو محسوس کرتے ہوئے مدارس عربیہ کے قیام و بقا میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۳۰)

## مجلس شوریٰ کے فرائض و اختیارات

- (۱) ادارہ کے بنیادی اصول اور مسلک کی حفاظت کرنا۔
- (۲) بوقت ضرورت دستور العمل میں ترمیم و ترمیم کرنا۔
- (۳) مجلس عاملہ کے افراد کا انتخاب کرنا۔
- (۴) مجلس عاملہ اور ان کے فیصلوں کی نگرانی رکھنا۔

**نوٹ:** مدارس اور دینی اداروں کا نظام مشاورتی انداز میں چلانا چاہیے، اور منظمہ کمیٹی یا مجلس شوریٰ کو آپس میں مشورہ سے مہتمم اور مدرسین کی ذمہ داریاں تقسیم کر دینی چاہئیں، اور تخواہ، رخصت وغیرہ کے ایسے قواعد بنانے چاہیے جو سب پر نافذ ہوں، اور پھر سب کو ان قواعد کے مطابق عمل کرنا چاہیے، اور مہتمم کو چاہیے کہ وہ خود سب سے زیادہ ضابطوں کی پابندی کرے؛ تاکہ نظام صحیح قائم رہ سکے۔ (مستفاد از فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۲۵ کتاب النوازل ج ۱۳ ص ۱۳۱)

## اجلاس مجلس شوریٰ و عاملہ

- (۱) مجلس شوریٰ کا اجلاس سال کے کسی متعین مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ ہونا ضروری ہے، نیز ہنگامی صورت میں مہتمم یا ناظم اعلیٰ کسی بھی وقت اجلاس طلب کر سکتا ہے۔
- (۲) مجلس شوریٰ کے اجلاس کی ابتدا میں کسی بھی منتخب شخص کو صدر شوریٰ بنا لیا جائے، جو تمام ممبران سے رائے طلب کر کے غیر منظور شدہ رائے کے نقصانات کو بیان کر کے فیصلہ کرے جس کا فیصلہ آخری فیصلہ تسلیم کیا جائے۔

(۳) مجلس شوریٰ نیز مجلس عاملہ کے اجلاس کے لیے کم از کم ایک تہائی ممبران کی حاضری ضروری ہے، بصورت دیگر اجلاس منعقدہ نہ کیا جائے اس کے بعد ملتوی شدہ اجلاس میں ممبران کی تعداد کی قید نہ ہو؛ لیکن اس میں مہتمم یا ناظم اعلیٰ کی حاضری ضروری ہے۔

(۴) مجلس شوریٰ و عاملہ کی تمام کارروائی تحریری کی جائے نیز اس پر صدر مجلس و جملہ ممبران کے دستخط ہوں۔

(۵) مجلس عاملہ کے اجلاس میں بھی مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ رکھا جائے؛ لیکن اس کے اجلاس کم از کم سال میں تین مرتبہ ہونا لازم ہے (تحفہ مدارس ص ۱۶۱)

### مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ سے علیحدگی

(۱) کسی ممبر کا انتقال ہو جانا۔

(۲) ملک سے سکونت کو ترک کر دینا۔

(۳) رکنیت سے مستعفی ہو جائے اور اس کا استعفیٰ منظور کر لیا جائے۔

(۴) مسلسل تین جلسوں میں بلاعذر معقول شریک نہ ہونا۔

(۵) ادارہ کے دستور کی دانستہ خلاف ورزی کرتا ہو، اور اپنے کسی بھی عمل سے ادارہ کے وقار کو مجروح کرتا ہو، صفائی کا موقع دینے کی شرط کے ساتھ۔ (مستفاد: تحفہ مدارس ص ۱۶۱)

### مجلس شوریٰ ہیئت حاکمہ ہے اور مہتمم و ناظم شوریٰ کے ماتحت

مجلس شوریٰ دینی و دنیوی ہر اعتبار سے قوت حاکمہ کی حیثیت رکھتی ہے ہم اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے دستور اساسی کے بعض دفعات کو تحریر کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ کل اختیارات مجلس شوریٰ کو ہیں اور ناظم و مہتمم شوریٰ کے ماتحت ہیں، کام کی نگرانی کے ذمہ دار ہیں، اور جزئی اختیارات ناظم و مہتمم کو حاصل ہیں اور بس۔

### دارالعلوم دیوبند کے دستور اساسی کی بعض دفعات

(۱) ارباب حل و عقد کی ایک باقاعدہ مجلس ہوگی جو امیر المؤمنین کے قائم مقام کی حیثیت سے مدرسہ کے تمام معاملات میں حاکم ہوگی، اور چندہ کی وصولیابی اور اس کو مصارف میں صرف کرنے کی اجازت دے گی، چندہ ہی دن کے بعد اس مجلس کا نام ”مجلس شوریٰ ہو گیا“۔

(۲) مجلس شوریٰ روزمرہ کے کاموں کی انجام دہی اور شریعت کے مطابق صادر کردہ اپنے فیصلوں کی تنفیذ کے لیے ایک شخص کا انتخاب کریگی اس اہم کام کے لیے منتخب شخص کو مہتمم یا ناظم کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

(۳) مجلس شوریٰ کے یہی فیصلے اس مدرسہ کے دستور اساسی ہوں گے چنانچہ روز اول سے مجلس کے صادر کردہ احکام پر غور و خوض کر کے جو قوانین یکجا کئے گئے ہیں ان کا نام ”دستور اساسی“ رکھا گیا۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت ص ۵۸)

### مدرسہ مظاہر علوم کے دستور العمل کی بعض دفعات

دفعہ (۱) سرپرستان مدرسہ کو تمام امور مدرسہ: ترقی، تنزلی، عزل، نصب ملازمان، تغیر و تبدل دفعات آئین وغیرہ کا کلی اختیار ہے اور ان کی تجویز جملہ امور مدرسہ میں قطعی ہوگی۔

دفعہ (۲) (ناظم) کو مہتمم بالشان امور میں تمام سرپرستان سے استفسار اور رائے لینا ضروری ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۱۵، ص ۲۳۲، بحوالہ معائنہ جات، ص ۳۶)

### شوریٰ میں اختلاف کے وقت کثرت رائے کا اعتبار

مشائخ فقہاء کی طرف سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اختلاف کے وقت کثرت رائے معتبر ہوگی، اگر انتخاب امام (ذمہ دار) میں اختلاف ہو اور دلائل تساوی ہوں تو قرعہ اندازی کر لی جائے یا اہل علم کی کثرت رائے سے ترجیح دی جائے۔

چنانچہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے جب ولی عہد بنانے کا مسئلہ آیا اور چند

حضرات کے نام پیش کیے گئے، جن کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ ان کی کمزوریوں سے بھی واقف تھے تو آپ نے کسی کو متعین نہیں فرمایا، بلکہ مجلس شوریٰ بنا دی کہ وہ انتخاب کر لے اور اختلاف کی صورت میں کثرت رائے پر عمل کرنے کی سخت تاکید فرمادی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی حسن تدبیر سے کثرت رائے کے ذریعہ حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہو گئے پھر سب ہی نے بیعت کر لی اور اتفاق کر لیا اور یہ ایسا ہی ہو گیا جیسے خود حضرت عمر فاروقؓ نے منتخب فرمادیا ہو، پھر خلیفہ ثالث کی شہادت کے بعد ارباب حل و عقد کی کثرت رائے سے حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے ہردونوں کی تفصیل تاریخ الخلفاء میں موجود ہے۔

واختلف الذین قد تاخروا یرجع الذین علیہ الاكثر واذلم یوجد فی الحادثة عن واحد منهم جواب ظاهر، وتکلم فی المشائخ المتأخرون قولاً واحداً یؤخذ به، فان اختلفوا یؤخذ بقول الاكثر. الخ (شرح عقود رسم المفتی ص ۳۳)

وفی شرح البیری علی الاشباہ: ان المقرر عن المشائخ انه متی اختلف فی المسئلة، فالعبرة بما قاله الاكثر. (شرح عقود رسم المفتی ص ۸۹ بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۲۲۹)

فان استووا یقرع بین المستویین، والخیار الی القوم، فان اختلفوا فالعبرة بما اختاره الاكثر (در مختار کتاب الصلوة باب الامامة ج ۱/ص ۵۸۸)

قال فی شرح المشکوة: لعله محمول علی الاكثر من العلماء اذا وجدوا والافلاعبة لکثرة الجاهلین، قال تعالیٰ ”ولکن اکثرهم لا یعلمون“ (مرقات شرح مشکوة باب الامامة ج ۳/ص ۱۷۹)

## انتظامی معاملات میں امر مباح کو لازم کرنا

حضرات فقہاء اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں رکھتے، کہ انتظامی امور میں کسی امر مباح کو

لازم کر لیا جائے اور یہ لزوم اس عہد پر مبنی ہے جو حاکم و محکوم میں ہوتا ہے، گویا دستور اساسی میں انتظامی معاملات میں جن مباح چیزوں کی پابندی کو لازم کر لیا گیا ہے، وہ سب واجب ہو جائیں گی، اور کسی کارکن یا مہتمم کے لیے اس سے انحراف کی اجازت نہ ہوگی۔

ان العهد کان مسئولاً. (الآیة، مستفاد: معارف القرآن، ج ۵، ص ۴)

## شوریٰ و مہتمم کے درمیان اختلاف کے وقت

جو مدارس شورائی نظام پر قائم ہیں ان میں شوریٰ کو ہیئت حاکمہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، مہتمم اور دیگر اساتذہ و ملازمین سب شوریٰ کے ملازم ہوتے ہیں، اور وہ سب عربی اعتبار سے شوریٰ کی حاکمیت تسلیم کرتے ہیں؛ لہذا تمام اساتذہ اور ملازمین کو بلکہ خود مہتمم کو بھی من مانی کے بجائے شوریٰ کا حکم ماننا آئین اور دستوری اعتبار سے لازم ہے، اور شوریٰ کے حکم سے روگردانی کسی کے لیے جائز نہیں ہے، تاکہ امت میں انتشار نہ ہو، اگر کوئی قانون و دستور کی خلاف ورزی کرے تو تنہائی میں خیر خواہانہ اور حکمانہ انداز کے ساتھ تنبیہ کی جائے، کیونکہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اس پر فتن دور میں گروپ بندی کے ساتھ مخالفت فتنوں کا دروازہ کھلنے کا سبب بنتی ہے اور اس سے فائدہ کے بجائے سخت نقصان ہوتا ہے اور تنبیہ کے بعد نہ ماننے پر حسب ضابطہ ادارہ سے برطرف کرنا درست ہے۔

قال تعالیٰ: وشاورهم فی الامر. (آل عمران الآیة ۱۵۹)

قال تعالیٰ: وأمرهم شورى بينهم. (الشورى: الآیة ۳۸)

قال تعالیٰ: ادع الی سبیل ربک بالحکمة. (النحل، الآیة ۱۲۵)

قال النبی ﷺ: ایها الناس علیکم بالجماعة وایاکم والفرقة ثلاث

مرات. (المسند للامام أحمد بن حنبل ج ۵/ص ۳۷۰، مجمع الزوائد، باب لزوم الجماعة وطاعة

الأئمة ج ۵/ص ۲۱۷)

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ

الاصْلِحَ حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمُ الْأَشْرَطَ حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا. (سنن الترمذی، ابواب الاحکام ج ۱ ص ۱۵۱)

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَعَرَضُهُ وَمَالُهُ. (صحیح مسلم: کتاب البر والصلة والأداب، باب تحريم ظلم المسلم وحذله الخ، ج ۲ ص ۳۱۷ رقم الحدیث: ۲۵۶۲، بیت الافکار الدولیہ)

## مجلس عاملہ اور اس کی ذمہ داری

مجلس عاملہ، ناظم و صدر مدرس کے علاوہ چند ایسے افراد پر مشتمل ہو، جن کو شوریٰ نے منتخب کیا ہو، اور وہ عملی طور پر مدرسہ کے جملہ امور کے نگران و ذمہ دار ہوں، چنانچہ جملہ ملازمین کا نصب و عزل، ترقی و تنزیلی، تنخواہوں اور عہدوں و فرائض کا تعین اور عہدوں و فرائض میں تبدیلی سب اس مجلس کی ذمہ داری ہوتی ہے (تحفہ مدارس ص ۱۶۱)

## ایکٹ ۲۱ / ۱۸۶۰ء کے تحت دینی مدارس کا رجسٹریشن کرانا

رجسٹریشن صرف عدالتی مرافعہ کو مضبوط اور باقاعدہ بنانے کا قانونی طریقہ ہے، مدارس عربیہ کے رجسٹریشن کی حقیقت یہ ہے کہ (گورنگ باڈی) مجلس شوریٰ کی جانب سے مرتبہ دستور اساسی کے مطابق ادارہ کو چلانے کا حکومت وقت کے اس محکمہ میں اندراج کر دیا جائے، جو اس مقصد کے لیے حکومت نے قائم کیا ہے، اس دور میں یہ ایک ضرورت بن گئی ہے، اگر رجسٹریشن نہ کرایا جائے تو عصر حاضر میں تحفظ کی ضمانت نہیں رہتی، جس طرح حکومت نے اوقاف کے تحفظ کے لیے وقف بورڈ قائم کیا ہے، اور وہ اوقاف کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے ہے، اگر وقف بورڈ میں کسی جائیداد کا اندراج نہیں ہے، تو بحیثیت وقف اس کے تحفظ کی ضمانت نہیں ہے، اسی مجبوری کے سبب مدارس عربیہ کے ذمہ دار، ادارہ کا عصر حاضر کے قوانین کے تحت رجسٹریشن کر لینا مناسبت خیال کرتے ہیں، تاکہ ادارہ کا نظم اگر کسی چھوٹے یا بڑے عہدار کی خلاف ضابطہ

کی کاروائیوں سے متاثر ہو، تو عدالتی کاروائی کر کے آسانی کے ساتھ مسائل کا حل نکالا جاسکے، نیز اس رجسٹریشن سے مدرسہ کی موقوفہ حیثیت ہرگز نہیں بدلتی اور مدرسہ واس کی املاک کی حیثیت بھی مجروح نہیں ہوتی۔ (مستفاد: شوریٰ کی شرعی حیثیت)

فتاویٰ قاسمیہ (ج ۱۹ ص ۳۴) میں ہے: احقر نے جن بڑے اداروں کا رجسٹریشن ہو چکا ہے ان کے رجسٹریشن فائلوں کا بغور مطالعہ کیا ہے، ان میں جو شرائط و قیودات مندرج ہیں ان میں کوئی شرط فقہ اسلامی کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ساری شرائط و قیودات فقہ اسلامی کے موافق اور ادارے کے حق میں مفید و معاون ہیں؛ اس لیے ان میں کوئی تشویش کی بات نہیں..... ۱۸۶۰ء سے ایک سو انتالیس سال کے عرصہ میں کسی رجسٹریشن شدہ مذہبی اداروں کو نہ حکومت نے اپنے قبضہ میں لیا ہے اور نہ ہی کوئی غیر مسلم کسی رجسٹریشن شدہ ادارہ کا منتظم و مقتدر ہوا ہے الخ۔  
الغرض موجودہ دور میں مذہبی اداروں کا رجسٹریشن کرنا فقہ و اصول فقہ کے خلاف نہیں ہے۔

## مدارس کی جائیدادوں اور املاک کی شرعی حیثیت

واضح ہو کہ ہندوستان کے عربی مدارس جن کی بنیاد اسلامی حکومت ختم ہونے کے بعد عوامی چندہ پر رکھی گئی ہے بالکل نئی نوعیت کے حامل ہیں، یہ مدارس عربیہ اپنے مقصد تاسیس اور مقاصد عظمیٰ کے لحاظ سے اسلام کے تحفظ کے قلعے اور دعوت و تبلیغ کے مراکز ہیں، طریق کار کے لحاظ سے یہ دینی اور مذہبی تعلیم گاہ ہیں، اور اقتصادی نظم کے اعتبار سے یہ محدود قسم کے بیت المال ہیں: یعنی یہاں مجلس اولوالامر کی اجازت سے محدود ذرائع آمدنی اور اسکے متعین مصارف ہیں، اسلامی بیت المال کی طرح یہاں کے ذرائع آمدنی اور مصارف عام نہیں ہیں مثلاً مال فنی، خراج، عشر اور محصول وغیرہ کی آمدنی یہاں نہیں ہے مصارف میں عام غربا و مساکین کی امداد اور نظارات نافعہ (P W D) کا تصور نہیں ہے، نیز آمدنی کی وصولیابی کے لیے جبر کا کوئی حق نہیں ہے۔

بلکہ اس محدود بیت المال میں کچھ صدقات واجبہ اور کچھ صدقات نافلہ یا امداد کی شکل میں کچھ آمدنی ہوتی ہے، اور علم دین کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے والے طلبہ و علماء طریق خاص کے

ساتھ اس کے مصارف ہیں، ان صدقات نافلہ اور تبرعات ہی سے کبھی کوئی جائیداد بھی خریدی جاتی ہے یا کبھی کوئی جائیداد ہی چندہ میں حاصل ہو جاتی ہے یا ان کے نام وقف بھی کر دی جاتی ہے، اس لیے ان تمام مدارس کی جائیدادوں اور املاک پر وقف ہونے اور نہ ہونے کا یکساں حکم نہیں لگایا جاسکتا بلکہ اس سلسلہ میں صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لیے درج ذیل نقاط پر غور کرنے کے بعد تجزیہ کر کے حکم بیان کرنا ہوگا۔

(الف) جائیداد موقوفہ کا وقف کرتے وقت واقف کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے۔

(ب) وقف کی حقیقت کے تحقق کے لیے فقہائے کرام کے معین کردہ الفاظ یا معنی وقفی پر دلالت کرنے والی تعبیر کا ہونا ضروری ہے۔

(ج) اگر ایسی تعبیر اختیار کر لی گئی جو وقف کے علاوہ تملیک، ہبہ، یا نذر وغیرہ پر دلالت کرتی ہو تو وقف کے بجائے ہبہ، نذر یا تملیک کی حقیقت متحقق ہوگی۔

مندرجہ بالا نقاط کے سبب خود مدارس عربیہ اور ان کی املاک کی متعدد ذیلی صورتیں ہو سکتی ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں، مثلاً:

(۱) اگر یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے اپنی مملوکہ جائیداد تمام شرائط وقف پورا کرتے ہوئے مدرسہ کے طور پر وقف کی تو یہ مدرسہ حقیقی وقف ہے۔

(۲) اگر یہ صورت ہے کہ مدرسہ کرایہ یا عاریت کی جگہ میں چل رہا ہے، چندہ یا فیس سے طلبہ و ملازمین کی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو ایسا مدرسہ کسی بھی طرح وقف نہیں ہے۔

(۳) اگر صورت یہ ہے کہ مدرسہ پہلے سے موجود تھا کسی نے اپنی مملوکہ جائیداد شرائط وقف کو پورا کرتے ہوئے وقف کی تو یہ جائیداد وقف ہے اور مدرسہ (جو شخص حکمی ہے) موقوف علیہ ہے، خود مدرسہ خواہ موقوف ہو یا غیر موقوف۔

(۴) کسی مدرسہ کو کسی شخص نے اپنی مملوکہ جائیداد اس طرح دی کہ شرائط وقف ندرت ہیں تو یہ جائیداد مدرسہ کی ملک ہو جائے گی، وقف نہیں ہوگی۔

(۵) مدرسہ کے لیے جو چندہ کیا جاتا ہے اس چندہ سے مدرسہ کے لیے جائیداد خریدی گئی تو یہ جائیداد وقف ہے یا مدرسہ کی ملک ہے؟ تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ چندہ عمومی تھا یا خصوصی (یعنی خرید اراضی کے لیے خصوصی چندہ کیا گیا تھا یا کسی ایک ہی فرد نے زمین کی خریداری کے لیے رقم عطا کی تھی) اگر چندہ عمومی تھا جو مدرسہ میں داخل کر دیا گیا تھا تو اس چندہ کے ذریعہ خرید کردہ جائیداد وقف نہ ہوگی بلکہ مدرسہ کی ملک شمار ہوگی کیونکہ عمومی چندہ با اتفاق علمائے دیوبند وقف نہیں، بلکہ ملک مدرسہ ہے۔ (مستفاد: شوری کی شرعی حیثیت ص ۳۶۳/۳۶۴)

اگر چندہ خصوصی تھا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر معطلی نے صراحت کر دی کہ جائیداد خرید کر اس کی طرف سے وقف کر دی جائے اور مہتمم کو معطلی نے وکیل بالشراء بنایا ہے اور مہتمم نے تمام شرائط وقف کا لحاظ کرتے ہوئے یہ عمل کیا، تو یہ جائیداد وقف ہو جائے گی اور مدرسہ موقوف علیہ ہوگا، نیز یہ رقم خریداری جائیداد سے پہلے مدرسہ کی نہیں ہوئی تھی، اس لیے اگر ایسی صورت میں خرید جائیداد سے پہلے معطلی مر جائے تو یہ رقم وارثین کو واپس کرنی ہوگی اور اگر خصوصی چندہ مدرسہ میں داخل کر دیا گیا اور مہتمم وکیل بالشراء نہیں ہے یعنی معطلی نے جائیداد کی خریداری کے لیے رقم جمع کر دی مگر کوئی صراحت نہیں کی تو اس رقم کے ذریعہ خرید کردہ جائیداد کے وقف ہونے اور وقف نہ ہونے کے سلسلہ میں دو نقطہ نظر ہیں، ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ جائیداد وقف ہے مگر فقہائے کرام نے اس رائے کو کمزور قرار دیا ہے، صحیح نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ جائیداد مدرسہ کی ملک ہے، وقف نہیں ہے کیونکہ معطلی نے جب رقم مدرسہ میں داخل کر دی تو اب مدرسہ اس رقم کا مالک ہو گیا اور معطلی کا اس سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا بلکہ اگر معطلی نے رقم دیتے وقت کوئی شرط بھی لگائی تھی تو فقہاء کی تصریح کے مطابق مہتمم کے قبضہ کرنے کے بعد ہبہ تام ہو گیا اور شرط فاسد ہے زیادہ سے زیادہ اس کو ایک وعدہ قرار دیا جاسکتا ہے جس کی پابندی ایفاء وعدہ کے طور پر کی جائے شرط کے طور پر نہیں یہ دوسری رائے از روئے تحقیق عمدہ ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شوری کی شرعی حیثیت)

## خلاصہ کلام

مدارس عربیہ اور مسلمانوں کی دیگر ضروریات کے لیے قائم کیے جانے والے رفاہی اداروں (خانقاہوں، مقابر، دارالیتامی وغیرہ) کو حضرات فقہائے کرام نے شخص حکمی قرار دیا ہے اور ان کے لیے اوقاف کے علاوہ دیگر املاک کا وجود بھی تسلیم کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ان اداروں (مدارس وغیرہ) کی ہر جائیداد وقف نہیں ہوتی، بلکہ وقف فقہ کی ایک مخصوص اصطلاح ہے اس کی مستقل تعریف، شرائط، الفاظ اور احکام ہیں (جیسا کہ عنقریب آنے والی تفصیلات سے معلوم ہوگا) لہذا وہ شریعت کی مقررہ شرائط کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اگر کسی جائیداد پر وقف کی تعریف صادق نہ آئے یا وہاں وقف کی شرائط نہ پائی جائیں تو اس کو اصطلاحی طور پر وقف نہیں کہا جائے گا بلکہ وہاں حسب موقع یا تو شخصی ملکیت متحقق ہوگی یا ادارہ کی یا عوام کی کمالاً یخفی۔ آئندہ سطور میں وقف کی تعریف، شرائط، الفاظ اور احکام کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

## مدرسہ کی املاک کا حکم

مدرسہ کی جو جائیدادیں وقف نہیں ہیں ان پر کسی انسان کا مالکانہ تصرف قائم کرنا جائز نہیں بلکہ ان املاک کا تحفظ یا ان کے استعمال میں دیانت و امانت کو ملحوظ رکھنا بھی وقف ہی کی طرح ضروری ہے جیسا کہ یتیم اور بیت المال کی جائیداد کے بارے میں صراحت موجود ہے۔

ثم ان ارض الیتیم فی حکم الوقف کما ذکرہ فی الجوہرۃ وافتی بہ صاحب البحر و المصنف کذا ارض بیت المال، الخ (شامی، ج ۶ ص ۲۰۶)

نوٹ: واضح رہے کہ اوقاف کی تولیت میں جاری وراثت کا حکم املاک میں باقی نہیں رہتا ہے۔ (شوری کی شرعی حیثیت، ص ۳۷۷/۷۸)



## وقف شرعی

### وقف کی حقیقت

رضائے الہی کی نیت سے کسی چیز کو اپنی ملک سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی ملک میں (معنوی طور پر) دے دینا، یعنی اصل کو محفوظ رکھتے ہوئے اس کے منافع کو فقر و غنا کا لحاظ کیے بغیر دائمی طریقہ پر کسی خاص شخص کے لیے یا مسجد، مدرسہ، قبرستان یا کسی اور رفاہی ادارہ کے لیے یا کسی بھی کار خیر کے لیے مخصوص کر دینا وقف کہلاتا ہے: شیخی کے مالک کو وقف، جس کے لیے شے وقف کی گئی اس کو موقوف علیہ، اور وقف کے نگران اور منتظم (مقصد واقف کو بروئے کار لانے والا) کو متولی کہتے ہیں مذکورہ بالا وقف کی تعریف صاحبین کے نقطہ نظر کے مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے اور احناف کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے، اس نقطہ نظر کے اعتبار سے وقف ایک عقد لازم ہے جس کو باطل کر کے اس سے رجوع کرنا درست نہیں اور نہ اس کی بیع و شراء درست ہے اور نہ اس میں میراث جاری ہوتی ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقف عاریت کی طرح جائز ہے لازم نہیں واقف کی ملکیت وقف کردہ چیز میں باقی رہتی ہے لہذا واقف اپنی زندگی میں وقف سے کراہت کے ساتھ رجوع بھی کر سکتا ہے پھر اس کو بیع یا ہبہ بھی کر سکتا ہے، نیز واقف کی وفات کے بعد اس میں میراث بھی جاری ہوتی ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ واقف کی ملکیت کا بقاء ہر حال میں ضروری نہیں ہے بلکہ ملکیت کا بقاء حکم حاکم (سجیل، رجسٹریشن) سے پہلے تک ہے اگر حاکم وقت ازالہ ملک کا فیصلہ دیدے تو واقف کی ملکیت امام صاحب کے نزدیک بھی ختم ہو جاتی ہے۔

ذیل میں عبارات فقہاء ملاحظہ ہوں۔ درختار میں ہے،

هو (الوقف) لغة: الحبس، وشرعاً حبس العین علی حکم ملک الواقف،  
والتصدق بالمنفعة عنده، وعندهما حبسها علی حکم ملک اللہ تعالیٰ و صرف

منفعتها على من احب ولو غنياً فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه وعليه

الفتوى (كتاب الوقف ج ۶ ص ۵۲۱/۵۱۸)

کنز الدقائق میں ہے۔

حبس العين على ملك الواقف، والتصدق بالمنفعة والملک يزول

بالقضاء .

بحر الرائق ج ۵ ص ۳۱۳ میں ہے۔

وصرح في الذخيرة بان في التصديق على الغنى نوع قرينة دون قرينة

الفقير، وعرفه شمس الاثمة السرخسي بان حبس المملوك عن التملك من

الغير وسببه، اراصة محبوب النفس في الدنيا وبر الاحباب في الآخرة بالتقرب

الى رب الارباب .

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وعند ابی حنیفة يجوز الوقف جواز الاعارة تصرف المنفعة الى جهة

الوقف ويبقى العين على ملك الواقف له ان يرجع عنه ويجوز بيعه وان مات

يورث عنه . الخ

وعندهما الوقف لازم بغير هذا التكاليف والناس لم يأخذوا بقول ابی

حنيفة في هذا للاتار المشهورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والصحابة

وتعامل الناس باتخاذ الرباطات والخانات اولها وقف الخليل صلوات الله

وسلامه عليه (خانيه على حاشيه عالمگیری ج ۳ ص ۲۸۵)

شرح وقایہ میں ہے۔

واما عندهما فالوقف لازم وعليه الفتوى .

## وقف بہترین صدقہ جاریہ

وقف بڑی فضیلت کی چیز ہے، بہترین صدقہ جاریہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ وقف سے نا آشنا تھے جب قرآن کریم کی ذیلی آیت نازل ہوئی۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون O

اے مسلمانوں! تم خیر کامل کو ہرگز حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی پیاری چیز اللہ کے

راستہ میں خرچ نہ کرو۔

اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ نے چند ایسے مصالح کے پیش نظر جو دیگر صدقات میں

نہیں پائے جاتے ہیں، وقف کو مستحب کیا، مثلاً ایک انسان اللہ کے راستہ میں اپنا بہت سا مال خرچ

کرتا رہتا ہے اور اس کی زندگی تک ضرورت مند اس سے فیضیاب ہوتے ہیں پھر مرنے کے بعد

ان ضرورت مندوں کی حاجت روائی کون کرے گا؟ اس لیے بہتر اور مفید صورت یہی ہے کہ وہ شخص

اپنی جائیداد ضرورت مندوں پر وقف کر دے، جس کی آمدنی ضرورت مندوں پر خرچ ہوتی رہے، اور

اس کے لیے صدقہ جاریہ ہو؛ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ایسا ہی کرنے

کا مشورہ دیا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۲۶۰)

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔

الوقف وکان اهل الجاهلية لا يعرفونه واستنبطه النبي صلى الله عليه وسلم

لمصالح لا يوجد في سائر الصدقات الخ (رحمة اللہ الواسعة شرح حجة اللہ البالغة

ج ۳ ص ۲۳۱)

نیز امام ترمذی نے باب الوقف میں مشہور حدیث ابی ہریرہؓ نقل کی ہے۔

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صدقة جاریہ و علم ینتفع به

و ولد صالح یدعولہ .

اور صدقہ جاریہ عموماً وقف ہی کے ذریعہ ہوتا ہے؛ کیونکہ عام صدقات میں یہ ہوتا ہے کہ ایک

مرتبہ صدقہ کر دیا تو اس کی اصل ختم ہوگئی؛ لیکن وقف صدقہ جاریہ بعد میں بھی مستقل جاری رہتا ہے مثلاً مسافر خانہ تعمیر کر دیا، مدرسہ بنوادیا، یا کنواں یا نل وغیرہ وقف کر دیا یا مسجد بنوادیا.... یہ سب صدقہ جاریہ ہیں۔

## وقف کارکن

وقف شرعی کارکن مخصوص چھبیس الفاظ یا ان کے ہم معنی تعبیر ہے، فقہائے کرام نے وقف کے باب میں اس بحث کو بڑی اہمیت دی ہے، کہ وقف شرعی کے تحقق کے لیے کن الفاظ کی ضرورت ہے، صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیم مصری نے ان الفاظ مخصوصہ (جو درحقیقت معنی واحد کے لیے تعبیر کا تنوع ہے) کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ (بحر الرائق ج ۵/ ص ۳۱۹)

## شراائطِ وقف

وقف چونکہ ایک مخصوص تصرف ہے؛ اس لیے فقہائے کرام نے اس کی شراائط کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۱۸، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۸۹ میں گیارہ شرطیں ذکر کی گئی ہیں، یہاں فتاویٰ عالمگیری سے مختصراً نقل کی جا رہی ہیں۔

(۱) واقف کا عاقل ہونا

(۲) بالغ ہونا

(۳) آزاد ہونا

(۴) جس مقصد کے لیے وقف کیا گیا وہ فی نفسہ کار ثواب ہو (واقف کے اعتقاد میں

کار ثواب ہونا کافی نہ ہوگا)

(۵) شیئی موقوف بوقت وقف واقف کی ملکیت میں ہو

(۶) واقف کم عقلی (سفاہت) یا مقروض ہونے کے سبب مجبور (ممنوع التصرف) نہ ہو

(۷) شیئی موقوف کا معلوم و متعین ہونا، مجہول نہ ہونا

(۸) وقف منجز یعنی فی الفور ہو معلق نہ ہو

(۹) وقف کے ساتھ نامناسب شرط نہ لگائی ہو مثلاً شیئی موقوف کو بیچ کر اس کی قیمت کو اپنے

اوپر صرف کرنے کی شرط لگانا وغیرہ

(۱۰) وقف ہمیشہ کے لیے ہو، دائمی ہو یعنی وقف کا مصرف دائمی ہو، اگر یہ شرط ذکر نہ کی گئی

تو طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہ ہوگا مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اس شرط کا مذکور ہونا ضروری نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس شرط کا بیان از روئے دلالت ثابت ہے

(۱۱) وقف کی آمدنی کو کسی ایسے کام کے لیے مقرر کیا گیا ہو جو کبھی ختم ہونے والا نہ ہو، طرفین

کے نزدیک اگر یہ شرط مذکور نہ ہو تو وقف صحیح نہ ہوگا لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک اگر ایسی جہت بیان کی جو منقطع ہو جاتی ہے تو اس جہت کے منقطع ہونے کے بعد شیئی موقوف کی آمدنی فقیروں کے لیے ہو جائیگی کیونکہ واقف کی نیت یہی ہوتی ہے۔

بعض فقہائے کرام نے وقف کے لیے بارہویں شرط کا بھی اضافہ کیا ہے کہ شیئی موقوف کا مال غیر منقول ہونا یا ایسا مال منقول ہونا جس کے وقف کا رواج ہو، جیسے کتابیں، مصاحف، لوٹا، گھڑی، جائے نماز، تسبیح اور بجلی کے پکھے، جنازے کی چارپائی، آلات زراعت، آلات جہاد وغیرہ..... زمین کے بغیر تنہا عمارت کا وقف درست نہیں۔ (قدوری کتاب الوقف)

## وقف کے تام ہونے کے لیے قبضہ شرط ہے

وقف کے تام ہونے کے لیے موقوف علیہ کا قبضہ شرط ہے، لہذا واقف نے وقف کر دیا یا وقف نامہ پر لکھ دیا مگر قبضہ کرانے سے قبل واقف وفات پا گیا تو وقف صحیح نہ ہوگا اور جائیداد واقف کے وارثوں میں تقسیم ہوگی۔

اسی طرح کتاب وغیرہ پر صرف وقف لکھ دینے یا وقف کی مہر لگا دینے سے وقف تام نہ ہوگا تا آنکہ موقوف علیہ یا اسکے وکیل کو سپرد نہ کر دیا جائے۔

## روپیہ، پیسے کا وقف

وقف میں چونکہ اصل شے موقوف کو باقی رکھ کر منافع سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے، (اسی لیے وقف کے لیے تابید (وائی ہونا) ضروری ہے) اس لیے روپیہ پیسے کے وقف کی صورت میں شرط یہ ہے کہ اس روپیہ کو تجارت میں لگا کر نفع کو منشاء واقف میں صرف کیا جائے، یا اس سے کوئی کرایہ داری کی چیز خرید کر کرایہ پر لگا کر نفع منشاء واقف میں صرف کر دیا جائے۔

وكذا يفعل في وقف الدراهم والدنانير وما خرج من الربح يتصدق به في جهة الوقف ولهذا هو المراد (شامی ج ۲/ص ۵۵۵/۵۵۶)

## وقف سے متعلق چند ضروری مسائل

### مدرسہ کے کمرے میں غیر متعلق لوگوں کا قیام کرنا

مدرسہ پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لیے وقف ہے، غیر متعلق لوگوں کا قیام و طعام غرض واقف کے خلاف ہے، اس لیے اس کی اجازت نہیں ہوگی البتہ اگر مصالح مدرسہ کے لیے ہو تو پھر اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۲۲)

### مدرسہ موقوفہ کی جگہ برات وغیرہ کے لیے کرایہ پر دینا

اگر موقوفہ جگہ تعلیمی ضروریات سے زائد ہو، اور تعلیم میں خلل بھی نہ ہو تو کرایہ پر دے سکتے ہیں، نیز جو کرایہ وصول ہو اس کو مدرسہ کی مصالح اور ضروریات میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۱۲)

### مدرسہ کے کمرے میں ملازم کے بچوں کو رکھنا

جو شخص امام ہو یا مدرس ملازم ہو اور اس کی ملازمت کے لیے مدرسہ کی طرف سے مکان کا بھی معاملہ طے ہو، تو اس کو اپنے بچوں اور اہلیہ کو مدرسہ کے مکان میں رکھنا درست ہے (مستفاد: فتاویٰ

محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۲۰)

## مدرسہ کی خالی زمین پر کھیتی یا خالی کمرہ میں دوکان کرنا

مدرسہ یا ملازم کا مدرسہ کی خالی زمین پر کھیتی یا خالی کمرہ میں دوکان کرنے میں ادارہ کا ملازم واجبی برابر ہے، زمین جس شہر میں ہے وہاں کے ٹھیکے و کرائے کے ریٹ کے حساب سے منتظمین سے اپنا معاملہ طے کر کے ہر طرح کی کھیتی و دوکان کر سکتا ہے۔

ويوجز باجر المثل فلا يجوز بالاقبل ولو هو المستحق (الدر المختار جلد ۲

صفحة ۲۰۸ كتاب الوقف)

وفي الضياع: يجوز الى ثلاث سنين الا اذا كانت المصلحة في عدم

الجواز وهذا امر يختلف باختلاف المواضع واختلاف الزمان (شامی: كتاب

الوقف: فصل يراعى شرط الواقف في اجارته: جلد ۲/صفحة ۲۰۶ زکریا)

## مدرسہ کی عمارت کو مسجد بنانے کے لیے فروخت کرنا

جب کہ چندہ مدرسہ کے لیے کیا گیا ہو اور اسی نیت سے دینے والوں نے دیا ہے اور اس پیسے سے زمین خرید کر مدرسہ کے لیے اسکو وقف کر دیا گیا ہو اور پھر اس پر مدرسہ تعمیر کر دیا گیا ہے اور اس میں دینی تعلیم جاری ہے تو اب اسکو اگر مسجد تعمیر کرنا یا مسجد کے لیے اس کو خریدنا ہرگز جائز نہیں حتیٰ کہ مدرسہ کی آمدنی مسجد میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۲۸۶)

## مدرسہ کی زمین میں ضرورۃً مسجد بنانا

اگر مدرسہ کے قریب کوئی دوسری مسجد نہیں جس میں اہل مدرسہ نماز پڑھ سکیں یا مسجد تو موجود ہے مگر تنگ ہے کہ سب اس میں سہا نہیں سکتے، یا وہاں نماز پڑھنے کے لیے جانے میں مدرسہ کے مصالح فوت ہوتے ہیں، مثلاً وقت کا زیادہ حرج ہوتا ہے، یا مدرسہ کی حفاظت نہیں، وغیرہ وغیرہ تو مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا ضروریات مدرسہ میں شامل ہے، ایسی حالت میں مسجد، مسجد شرعی

## مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور نام تبدیل کرنا

بلا ضرورت مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا غرض واقف کے خلاف ہے اور منشاء واقف کو حتیٰ الوسع پورا کرنا لازم ہے، اور اس کی مخالفت ممنوع ہے، البتہ اگر پہلی جگہ غیر آباد ہو جائے تو دوسری جگہ منتقل کرنا اور نام بدلنا درست ہے، کیونکہ اس میں اضاعت سے حفاظت ہے۔ (مستفاد از فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۹۸)

## مدرسہ کی موقوفہ زمین پر اسٹے ہو گیا تو کیا تبادلہ کیا جاسکتا ہے

مدرسہ کی موقوفہ زمین پر اگر کسی شخص نے ناحق مقدمہ ڈال کر، اسٹے لے کر تعمیر کام کر دیا تو چونکہ اس زمین سے مدرسہ کے لیے نفع اٹھانے کی سر دست کوئی شکل نہیں ہے، اس لیے ضرورت اور مجبوری کے تحت اس جگہ کے بدلہ اگر کوئی اور زمین خرید کر تبادلہ میں حاصل کر لی جائے تو اس کی گنجائش ہے، تاکہ نفع رسائی کے راستے نکل سکیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۵۰ ڈابھیل، کتاب النوازل ج ۱۳ ص ۱۲۲)

وقف موضعاً فی حیاتہ و صحته و آخر اجہ من یدہ فاستولی علیہ غاصب و حال بینہ و بینہ توخذ من الغاصب قیمته و یشتری بہا موضع اخر قیوقف علی شرائطہ لأن الغاصب لما جحد صار مستهلکا و الشیء المسبل اذا صار مستهلکا و جب الاستبدال بہ کالفرس المسبل فی سبیل اللہ اذا قتل فہذا استحسن اخذہ المشائخ کذا فی المصمرات۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۲۹)

## مدرسہ کی غیر مستعملہ زمین کو فروخت کر کے دوسری زمین لینا

اگر زمین مدرسہ کی طرف سے خریدی گئی تھی تو اس کو بیچ کر دوسری زمین خریدنے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر زمین وقف شدہ ہے تو غرض واقف کے مطابق جب تک اس کا استعمال

کرنا ممکن ہو، بیچنا جائز نہیں بلکہ اصل موقوفہ زمین کو باقی رکھنا ضروری ہے۔

الثالث : ان لایشترطہ ایضاً و لکن فیہ نفع فی الجملة و بدلہ خیر منہ

ریعاً و نفعاً و هذا لایجوز استبداله علی الأصح المختار۔ (الدر المختار کذا حرره العلامة

قنالی زادہ، شامی ج ۲ ص ۵۸۲ زکریا)

## وقف کی زمین فروخت کرنا

جوز میں مدرسہ کے لیے وقف کر دی گئی، اور وقف کی کاروائی مکمل ہو گئی یعنی اس کو ذمہ داران مدرسہ کے حوالہ کر دیا گیا یا قانوناً وقف کے طور پر رجسٹر کرا لیا ہے تو اب زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

فذا تم و لزم لایملک و لایملک و لایعار و لایرہن۔ (الدر المختار مع الشامی کتاب الوقف ج ۲ ص ۵۳۹ زکریا، کذا فی الفتاویٰ الہندیہ الباب الاول من کتاب الوقف ج ۲ ص ۳۵۰)

## مدرسہ کو زمین دے کر واپس لینا

اگر کسی شخص نے اپنی زمین مدرسہ کو وقف کر دی تو وقف تام ہونے کے بعد اس کو زمین والا شرعاً واپس نہیں لے سکتا، اور نہ اس میں کسی قسم کا مالکانہ تصرف کر سکتا ہے۔

فلا یجوز لہ ابطالہ و لایورث عنہ۔ (الدر المختار مع الشامی ج ۲ ص ۵۲۱ زکریا)

## موقوفہ جائیداد کے مصارف

موقوفہ جائیداد کی آمدنی کو اولاً اسی کی تعمیر و اصلاح میں صرف کیا جائے گا، خواہ واقف نے اس کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو، پھر اگر واقف نے مصرف متعین کر دیا تو باقی آمدنی اسی متعین مصرف میں صرف کرنا لازم ہوگا، اسکے خلاف کرنا خیانت شمار ہوگا، اور اپنی جیب سے اتنی رقم اس مصرف میں صرف کرنا لازم ہوگا، اور اگر واقف نے وقف کا کوئی مصرف متعین نہ کیا ہو؛ بلکہ مطلقاً

مسجد یا مدرسہ کے لیے کوئی جائیداد وقف کر دی تو پھر اس کی آمدنی سے مسجد و مدرسہ کے تمام مصالح پورے کیے جاسکتے ہیں۔

الذی یبدا من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أم لائم ما هو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالامام للمسجد ، والمدرس للمدرسة یصرف الیهم بعد كفايتهم ثم السراج والبسط إلى آخر المصالح هذا اذالم یكن معیناً فان كان الوقف معیناً علی شیء یصرف الیه بعد عمارة البناء كذافی الحواوی القدسی (فتاویٰ ہندیہ، ج ۲/ص ۳۶۸)

علی انهم صرحوا بأن مراعاة غرض الوقفین واجبه. (شامی، کتاب الوقف

ج ۲/ص ۲۶۵، زکویا)

### مہتمم، استاذ یا ملازم کے لیے مدرسہ میں مکان کا انتظام

تعلیم گاہوں سے فارغ جگہ میں مہتمم، استاذ یا ملازم کے لیے مکان کا انتظام کرنا، خواہ کرایہ کے ساتھ ہو یا بلا کرایہ کے۔ حسب تجویز انتظامیہ۔ مصالح مدرسہ میں سے ہے، اس کے ذریعہ مدرسہ کی نگرانی، تعلیم و تعلم کے لیے ذہنی یکسوئی میسر آ جاتی ہے، یہ غرض واقف کے خلاف بھی نہیں ہے، لہذا مدرسہ کے مکانوں میں ان حضرات کا رہائش اختیار کرنا درست ہے۔

نعم یتصرف القیم فی الوقف بما فیہ نفع للوقف والمسئلة فی الجزية و

(تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، کتاب الوقف ج ۱/ص ۲۰۹، مطبوعہ مصر)

للحاكم الدين أن یصرف من فاضل وقفه المصالح والعمارة إلى الامام والمؤذن باستصواب اهل الصلاح من اهل المحلة إن كان الوقف متحداً لأن غرضه إحياء وقفه، وذلك یحصل بما قلنا، بحر عن البزازیہ. (شامی ج ۲/ص ۵۵۱، زکویا)

ویوجربأجر المثل فلا یجوز بالأقل ولو هو المستحق. (الدر المختار کتاب

الوقف ج ۲/ص ۲۰۸، فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۱۷، ڈاہیل)

### مدارس کے لیے موقوفہ قرآن کریم فروخت کر کے دینی کتب خریدنا

موقوفہ قرآن کریم کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ یہ منشاء واقف کے خلاف ہے ہاں اگر قرآن کریم زیادہ ہو جائیں تو دیگر مساجد و مدارس میں بطور وقف بیچے جاسکتے ہیں۔ (فتاویٰ ریحیہ ج ۲/ص ۴۷۷)

لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئته. (الفتاویٰ الہندیہ ج ۹/ص ۴۹۰)

### وقف کی نیت کی ہوئی زمین کو فروخت کرنا

اگر کوئی زمین کسی مدرسہ کو وقف کرنے کی صرف نیت کی ہو اور باقاعدہ تحریری یا زبانی طور پر وقف کی نوبت نہیں آئی، تو ایسی زمین کو صاحب زمین فروخت کر سکتا ہے؛ اس لیے کہ محض نیت کر لینے سے وقف تام نہیں ہوتا اور مالک کی ملکیت بدستور باقی رہتی ہے۔

الوقف اخراج المال عن الملك علی وجه الصدقة فلا یصح بدون

التسلیم کسائر التصرفات. (بدائع الصنائع کتاب الوقف ج ۵/ص ۳۲۸ زکویا)

### مدرسہ کی عمارت کو کرایہ پر دینا

جو عمارت دینی تعلیم کے لیے عام مسلمانوں کے چندہ سے بنائی گئی اور وہاں دینی تعلیم ہوتی ہے، تو ایسی عمارت کو کرایہ پر دینا اور دینی تعلیم کو بند کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئته. (الفتاویٰ الہندیہ ج ۹/ص ۴۹۰)

### افتادہ قبرستان یا قبرستان کی فاضل زمین پر مدرسہ تعمیر کرنا

اگر قبرستان کی فاضل زمین ہے، اور آئندہ قبرستان کو اس زمین کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اس پر لوگوں کے ناجائز قبضہ کا خطرہ ہے، تو قبرستان کی ایسی زمین پر مدرسہ کی تعمیر کرنا جائز

اور درست ہے، نیز اگر قبرستان افتادہ ہو چکا ہے اس میں دفن کا سلسلہ باقی نہیں رہا ہے، تو اس پر مدرسہ قائم کرنا بھی جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: از انوار رحمت ص ۱۵۱)

لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنی قوم علیها مسجدا لم اری بذلک بأسا (وقولہ) فاذا درست واستغنی عن الدفن فیہا جاز صرفہا الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین. (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۷۹، بیروت)

## غیر مسلم کا مدرسہ کے لیے زمین وغیرہ وقف کرنا

اگر کوئی غیر مسلم کار ثواب اور عبادت سمجھ کر مدرسہ کے لیے زمین وقف کرے یا چندہ دے یا مدرسہ میں کوئی کمرہ تعمیر کرائے تو اس کا وقف اور چندہ وغیرہ کا قبول کرنا جائز و درست ہے، البتہ یہ خیال رہے کہ غیر مسلم کل کو مسلمانوں پر احسان نہ جتلائے یا مسلمانوں کو ان کی عبادت گاہ میں چندہ دینے کے لیے اصرار نہ کرے، نیز وقف کرنے کے بعد تولیت اور ذمہ داری مسلمانوں کو سونپ دے۔ (مستفاد: انوار رحمت ص ۱۵۲)

## قبرستان کی فاضل آمدنی مدرسہ میں صرف کرنا

اگر قبرستان کی آمدنی زیادہ ہے اور ضرورت سے زائد اور فاضل ہے اور ظن غالب یہی ہے کہ آئندہ بھی اس کی ضرورت نہیں رہے گی تو ایسی صورت میں زائد اور فاضل آمدنی مدارس و مکاتب وغیرہ میں صرف کرنا جائز اور درست ہے۔ (انوار رحمت ص ۱۵۳)

## ویران مدرسہ کا تبادلہ

اگر کوئی مدرسہ ویران ہو جائے۔ اور وہاں دور دور تک مسلمانوں کی کوئی آبادی نہ ہو، اور ایسی حالت میں حفاظت بھی نہیں ہو پارہی ہے اور حکومت بھی حفاظت میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی اور اغیار اس پر مالکانہ قبضہ کرنا چاہیں تو ایسی نہایت مجبوری اور ناگزیر حالت میں قبضہ ناجائز سے حفاظت

اور واقف کی غرض کو زندہ کرنے کے لیے ایک ویران مدرسہ کو متبادلہ قیمت پر فروخت کر کے دوسری جگہ جہاں پر مسلمانوں کی آبادی ہو، اور حفاظت کی بھی ذمہ داری ہو تو اس رقم سے مدرسہ بنا دیا جائے تو یہ درست ہے۔ (انوار رحمت ص ۱۳۲)

## ایک مدرسہ کی اشیاء دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا

ایک مدرسہ کی اشیاء مثلاً کتب دینیہ، چندہ کی رقم، اینٹیں، چٹائی، لوٹے وغیرہ کسی دوسرے ادارہ میں منتقل کرنا جائز نہیں، نہ منظمہ کی اجازت سے نہ بلا اجازت۔ (مستفاد از احسن الفتاوی ج ۶ ص ۴۰۸)

## چندہ جمع کر کے مدرسہ کی زمین اپنے نام خریدنا

دینی مدارس وقت کی بہت بڑی ضرورت ہیں اور کہنا چاہیے کہ موجودہ حالات میں انہیں مدراس سے دین کی بقا متعلق ہے، البتہ مدارس کی زمین اپنے نام پر خریدنا قطعاً ناجائز اور سخت گناہ ہے، بلکہ یہ ”غصب“ کے حکم میں ہے کہ ایک قومی امانت کو کوئی شخص اپنی ذاتی ملک بنا لے بلکہ مدرسہ کی زمین خود مدرسہ یا اس کی سوسائٹی، انجمن یا ٹرسٹ کے نام پر خریدی جائے۔ (کتاب الفتاوی ج ۲ ص ۲۷۸)

## مسجد کی جگہ مدرسہ اور مدرسہ کی جگہ میں مسجد بنانا

جس جگہ پہلے سے مسجد بنی ہوئی ہے اسے مدرسہ میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر مسجد میں توسیع کی ضرورت ہو اور مدرسہ کے پاس ضرورت سے زائد زمین ہو تو ذمہ داران کے مشورہ اور رضامندی سے مدرسہ کی زمین میں سے ضرورت کے مطابق حصہ مسجد میں شامل کر کے اس کی توسیع کر دی جائے۔ (احسن الفتاوی ج ۶ ص ۴۵۶، فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۴۶۶، کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۲۹، آپ کے مسائل اور انکاح ص ۱۳۶)

واما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع (الدر المختار مع الشامی کتاب

## سرکاری زمین پر مدرسہ قائم کرنا

مدارس ومساجد خالصتاً مسلمانوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قیامت تک کے ارادہ سے قائم کیے جاتے ہیں لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان اداروں کو صرف اپنی مملوکہ زمین پر ہی قائم کریں تاکہ آنے والے وقت میں کوئی دعوے دار کھڑے ہو کر نقصان کا باعث نہ بنے غیر مملوکہ زمین پر مدرسہ یا مسجد بنانا شرعی حیثیت سے ناجائز ہے یا سرکار سے قیمتاً خرید کر مدرسہ بنایا جائے تو درست ہے۔

لايجوز التصرف في مال غيره بلا اذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامی،

کتاب الغصب ج ۹ / ص ۲۹۱، زکریا)

## گرام سماج کی زمین پر مدرسہ قائم کرنا

گرام سماج کی زمین منتخب پردھان کی نگرانی میں گاؤں کے باشندوں کی ملکیت ہوتی ہے، جس کو گاؤں کے مصالح (کوڑا کرکٹ ڈالنے، اسکول و کالج، ہوسپتال بنانے وغیرہ) کے لیے چھوڑا جاتا ہے، اگر گاؤں کے سبھی باشندے اہل السنہ والجماعت مسلمان ہیں تو سب کی صراحتاً یا اشارتاً اجازت سے مدرسہ، مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر مسلمانوں کے مختلف فرقے ہوں یا گاؤں میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی ہوں تو مسجد و مدرسہ بنانے کے لیے صراحتاً سب کی اجازت ضروری ہے۔

بہر کیف: اگر گرام سماج کی زمین پر سرکاری اجازت کے ساتھ مدرسہ قائم کیا جائے تو درست

ہے ورنہ درست نہ ہوگا۔

لايجوز التصرف في مال غيره بلا اذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامی کتاب

الغصب ج ۹ / ص ۲۹۱، زکریا)

## نناوے سال کے بچے کی زمین پر مدرسہ قائم کرنا

موقوفہ مدرسہ کے تحقق کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جگہ ہمیشہ کے لیے مدرسہ پر وقف ہو، اگر وہ جگہ کچھ مدت کے لیے بچے (کرایہ) پر لی گئی تو وہ مدرسہ موقوفہ نہ ہوگا، کیونکہ مدت ختم ہوتے ہی حکومت چونکہ مالک ہے؛ اس لیے وہ اس کو لے سکتی ہے الا کہ حکومت سے باضابطہ کسی طریقہ پر اجازت حاصل کر لی جائے، تب مدرسہ بنانے کی گنجائش ہوگی۔  
در مختار میں ہے:

(ولا يتم) الوقف حتى يقبض ويفرز ويجعل اخره لجهة قرية

لاتنقطع. (الدر المختار مع الشامی ج ۳ / ص ۵۰۴، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط

التابيد، خزينة الفقه فی مسائل الوقف ص ۲۳۹)

فان شرط الوقف التابيد. (ج ۳ / ص ۳۹۰ / سعید، فتاویٰ محمودیہ ج ۵ / ص ۱۷۸)

## ایک مدرسہ کی چیز دوسرے مدرسہ میں استعمال کرنا

ایک مدرسہ کی چیز (روپیہ، پیسہ، کتابیں، چٹائی، اینٹیں، لوٹے، سامان وغیرہ) دوسرے مستقل مدرسہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں کا نظام الگ الگ ہے، اور چندہ دہندگان نے اپنی قومات دوسری جگہ لگانے کی اجازت نہیں دے رکھی ہے، لیکن اگر دوسرا مدرسہ پہلے مدرسہ کی شاخ ہو اور دونوں کا انتظام مربوط ہو تو پھر یہ دوسرا مدرسہ پہلے مدرسہ کے ایک شعبہ کی حیثیت رکھتا ہے؛ اس لیے اس کی اجازت ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۵ / ص ۱۷۵، ڈائجیل)

لايجوز لمتولى الشيخونية بالقاهرة صرف احد الوقفين للاخر

(البحر الرائق ج ۵ / ص ۳۶۲ / زکریا، کتاب الوقف)

## پرانی قبروں کے اوپر لینٹر ڈال کر ان کو مدرسہ میں شامل کرنا

موقوفہ قبرستان کی قبریں اگر پرانی اور بوسیدہ ہو جائیں، لوگوں نے وہاں اموات کو دفن کرنا چھوڑ دیا ہو، اور مدرسہ میں توسیع کی ضرورت ہو، تو قبرستان کے آثار مٹا کر اس جگہ کو مدرسہ میں شامل کرنا یا لینٹر ڈال کر مدرسہ میں شامل کرنا بہر دو صورت جائز ہے۔

مستفاد: قال ابن القاسم: لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبني قوم عليها مسجد الم أو بذلك بأساء، وذلك لأن المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها، فاذا درست واستغني عن الدفن فيها صرفها إلى المسجد، لأن المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحد فمعناها على هذا واحد. (عمدة القاری ج ۴/ص ۱۷۹، ادارة الطباعة المنيرية، دمشق)

## مدرسہ کی خالی زمین پر کسی مدرس یا ملازم کا کھیتی کرنا

مدرسہ کی خالی زمین پر ذمہ دار مدرسہ کی اجازت سے کسی مدرس یا ملازم کا کھیتی کرنا جائز ہے، لیکن اس خالی زمین کا مناسب کرایہ طے کر لیا جائے۔

وفی الضیاع: يجوز الى الثلاث سنين الا اذا كانت المصلحة في عدم الجواز، وهذا امر يختلف باختلاف المواضع واختلاف الزمان (شامی، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته ج ۲/ص ۶۰۶، زکریا)

ویوجر باحر المثل فلا يجوز بالأقل، ولو هو المستحق. (الدر المختار ج ۲/ص ۶۰۸، کتاب الوقف)

## ویران مدرسہ کی زمین و عمارت کو مسجد بنانے کے لیے فروخت کرنا

اگر کوئی مدرسہ ویران ہو جائے اور وہاں دور دور تک مسلمانوں کی کوئی آبادی نہ ہو، اور ایسی

حالت میں اس کی کوئی حفاظت بھی نہ ہو پائے، تو اولاً تو حکومت سے اس مدرسہ کی حفاظت کی مانگ کی جائے اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو سکے تو ایسی ناگزیر حالت میں اس مدرسہ کی زمین و عمارت فروخت کر کے دوسری جگہ جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو اس کی رقم سے مسجد بنانا بھی جائز ہے، کیونکہ مسجد اعلیٰ درجہ کا وقف ہے۔

و كذلك سائر الوقوف عنده الا انها اذا خرجت عند انتفاع الموقوف عليهم به جاز استبدالها باذن الحاكم بأرض او دور اخرى تكون وقفاً مكانها (اعلاء السنن ج ۱۳/ص ۲۴۷، کتاب الوقف، ط: بیروت، مستفاد: كفاية المفتي ج ۴/ص ۶۲)



## نظام تعلیم

یہ واضح اور مسلم ہے کہ مدارس اسلامیہ کا نصب العین ”تعلیم دین اور تربیت اخلاق“ ہے لہذا اہل مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نصب العین کے پیش نظر ہر اس جائز طریقہ کو اختیار کریں جو اس مقصد میں معین و مفید ہو، اور ہر اس طریقہ سے احتراز کریں جو نقصان دہ یا غیر مفید ہو، ہمارے کامیاب مدارس کے نظام ہائے تعلیم و تربیت مطبوعہ موجود ہیں، اور ماشاء اللہ اس کے عمدہ نتائج سامنے آرہے ہیں، ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

المسلمون على شروطهم الا شرطا حرام حلالا او أحل حراماً (سنن الترمذی، ابواب الاحکام / باب ما ذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس ج ۱ ص ۲۵۱)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوموں کے عروج اور ترقی میں، ان کے مدرسے بڑی اہمیت رکھتے ہیں، قومیں افراد سے بنتی ہیں، اور افراد کی ان کے بچپن ہی سے ذہنی، اخلاقی و روحانی تعلیم و تربیت مدرسوں ہی کے ذریعہ انجام پاتی ہے، اس لیے اگر مدرسے پاکیزہ ذہنی اخلاقی، اور روحانی

تعلیمات کی درسگاہ ہوں گے تو ان سے ایسی قوم تیار ہوگی جو زندگی کی صحیح شاہ راہ پر چل کر اپنے وجود سے دنیا میں انسانوں کے مقصد تخلیق کو پورا کرے گی، یہی وجہ ہے کہ خیر القرون کے بزرگوں نے مدرسوں کے نظام تعلیم کی بہتری کے لیے ہمیشہ یہ نقطہ نظر سامنے رکھا کہ وہ نظام افراد سازی اور رجال کاری میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہو، جس کی وجہ سے ایسے افراد تیار ہوں، جو انسانیت کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔

اور اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے بڑی بلند نظری سے خود ان مدرسوں کے لیے یہ شرط قرار دی کہ وہ پاکیزہ اخلاقی و روحانی مقاصد، حسن نیت اور اخلاص عمل کے ساتھ قائم کئے گئے ہوں اور ان کا سرمایہ معقول اور جائز ذرائع اور پاک روزی سے حاصل کیا ہوا ہو، ورنہ اگر وہ کسی بری نیت اور دنیاوی غرض جاہ و عزت، ناموری اور شہرت کے لیے قائم کیے گئے ہوں یا جو رولم سے حاصل کی ہوئی دولت اس میں لگائی گئی ہو تو ایسے مدرسوں میں پاکیزہ اخلاق اور روحانیت کا ماحول پیدا نہیں ہو سکتا، ان میں پڑھنے پڑھانے والے بھی محاسن اخلاق سے آراستہ نہ ہو سکیں گے، اور صحیح اخلاق اور روحانی خیالات سے محروم رہیں گے، اور ان میں ایسی ذہنی استعداد مفقود ہوگی کہ وہ عملاً دنیا میں اپنے دل و دماغ سے ایسی شاہ راہ پر چلیں جو انسانیت کی تکمیل تک پہنچائے، اور ان کے وجود سے انسانیت کی تخلیق کا مقصد پورا ہو۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جن مدرسوں کے نظام تعلیم کے اندر اس نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر طلبہ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا، طالبان علوم نبوت ان مدرسوں میں جوق در جوق تعلیم کے لیے داخل ہوئے اور علماء نے ان میں پڑھنے پڑھانے کو اخروی سعادت سمجھا۔

اور جن میں اس نقطہ نظر سے صرف نظر کیا گیا، تو ان میں ایک تو متدین اہل علم درس تدریس کے لیے تیار نہ ہوئے، اور اگر کچھ لوگ تیار بھی ہوئے تو ان میں طلبہ کا اثر دام نظر نہیں آیا۔

اس لیے آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے مدارس کا نظام تعلیم ایسا ہو کہ جس کے سائے سے فائدہ اٹھانے والے طلبہ فراغت کے بعد انسانیت کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔

اس کے لیے نظام تعلیم سے منسلک افراد کو اپنے فرائض سے واقف ہو کر ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اس نظام سے تین طرح کے افراد متعلق ہیں (۱) ارباب انتظام (۲) اساتذہ (۳) طلبہ۔

## ارباب انتظام کے فرائض

مدرسہ کے منتظم اور سربراہ کے لیے بحیثیت منتظم جس طرح اخلاص، تواضع اور دیانت داری جیسے اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے، اس کے ساتھ اس کا علمی ذوق و مزاج ہونا بھی لازم ہے، چونکہ ”الناس علی دین ملوکھم“ رہنما جس مذاق کے حامل ہوں گے اس کے مطابق اساتذہ و طلبہ میں وہ چیزیں ضرور منتقل ہوگی۔

آج ہم لوگوں میں یہ بات کمیاب ہوتی جا رہی ہے کہ اپنے مقصد کو ہم نے بھلا دیا اور اپنی منزل کے نشان کو ہم نے چھوڑ دیا۔

اور اپنی محنتوں اور کوششوں کا تمام تر محور و مقصد معیار تعلیم کی جگہ حصول ذرا و تعمیرات کو بنا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بعض مدرسوں کا حال دیکھیں گے کہ وہ تعمیر و اقتصادی ترقیات کے باوجود تعلیم و تربیت سے خالی ہیں۔

اور ہم اسلاف کی روشن تاریخ سے یکسر غافل ہو چکے ہیں، کہ جنہوں نے ہمیشہ انسانوں پر محنتیں کی ہیں۔ ان کی صلاحیتوں کو سنوارنے اور بنانے میں کسی بھی طرح کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا۔

ان حضرات کے زمانہ میں تعمیرات نہ کے برابر ہوتی تھی لیکن ان کی نظریں ہمیشہ مقصود پر لگی رہتی تھی۔

## ناظم و مہتمم کے اختیارات و فرائض

(دفعہ) ناظم (مہتمم) جملہ ملازمین مدرسہ کے کام کی نگرانی اور درستی حساب کا ذمہ دار ہے۔

(دفعہ) امور انتظامیہ اور مصارف روزمرہ معمولی میں ناظم (مہتمم) مجاز ہے حسب صواب دید خود عمل کرے اور جزئی و معمولی خرچ بھی کر سکتا ہے، مگر کثیر اخراجات غیر معمولی اور خاص انتظامات بلا استصواب سرپرستان نہ ہونگے (مستفاد از فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۳۴)

حضرات اکابر قدس اللہ و اسرارہم کا جاری کردہ یہ طریق کار بلا شک شریعت کے بالکل مطابق اور عصر حاضر کے تمام تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے، اور کسی اجتماعی کام میں جتنے اندیشے ہو سکتے ہیں، اس طریقہ کار میں ان تمام اندیشوں سے امکان کی حد تک تحفظ پایا جاتا ہے؛ اسی لیے ہر دور کے اکابر نے اپنے اپنے رنگ میں مجلس شوریٰ کے ہیئت حاکمہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے، اور مہتمم کو بھی اس کے درجہ کے مطابق امیر تسلیم کیا ہے اور مفوضہ امور کی انجام دہی میں سہولت کے بقدر ان کو صاحب اختیار قرار دیا ہے۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت ص ۵۹)

## ناظم و مہتمم کی دو حیثیت ہیں

ناظم و مہتمم مجلس شوریٰ کا امور اور تابع ہے، البتہ باقی کارکنان مدرسہ (اساتذہ، ملازمین، طلبہ وغیرہ) کا نگران اور ذمہ دار ہے، اس لیے جو عہد و پیمانہ مابین منتظم و اساتذہ یا ملازمین ہوئے ہیں تو ان کا پورا کرنا طرفین پر لازم و واجب ہے۔

المسلمون علی شروطہم الاشرطاً حراماً (سنن الترمذی، ابواب الاحکام / باب ما ذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس ج ۱ ص ۲۵۱)

## ناظم و مہتمم کی صفات و ذمہ داریاں

عرفی اور لغوی اعتبار سے ان دونوں الفاظ کے معنی اور مفہوم ایک ہیں یعنی ناظم اور مہتمم کہا جاتا ہے انتظام کرنے والے کو ہمارے مدارس عربیہ میں مدرسہ کی شوریٰ کی طرف سے جس شخص کو روزمرہ کے کاموں کی انجام دہی اور شریعت کے مطابق صادر کردہ اپنے فیصلوں کی تنفیذ کے لیے منتخب کر دیتی ہے، کہیں تو اس کو مہتمم کے لفظ سے یاد کرتے ہیں، اور کہیں ناظم کے لفظ سے یاد

کرتے ہیں، اور شرعی اعتبار سے ناظم یا مہتمم کی ذمہ داری وہی ہوگی جو شوریٰ نے اس کے ذمہ کی ہوگی اس سے تجاوز کرنا اس کے لیے جائز نہ ہوگا۔

نظامت اور اہتمام کے صحیح حق دار حاملین قرآن و پابند شریعت لوگ ہیں، حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کی رہنمائی وہی کر سکتا ہے جس کی زندگی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا نمونہ ہو، اور حافظ ابن تیمیہ کا ارشاد ہے کہ امت کا اتفاق ہے کہ عالم باعمل مسلمان سیادت و قیادت کا اہل ہے۔ (مستفاد از فتاویٰ رحیمیہ ج ۹ ص ۷۴)

مہتمم مجلس شوریٰ کا پابند ہوتا ہے، لہذا حاضری، کام کاج اور سفر و حضر وغیرہ کے سلسلہ میں شوریٰ کی طرف سے مہتمم کے متعلق جو بھی ضابطہ بنایا جائے اس کی پابندی مہتمم پر ضروری ہے خواہ وہ ضابطہ تمام اساتذہ کے مطابق ہو یا اس سے کم و بیش ہو۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ الْأَشْرَطَ حَرَمَ حَلَالًا وَأَوْحَلَ حَرَامًا. (سنن الترمذی، باب الاحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البیوع ص ۲۳ / ج ۳، رقم: ۲۸۶۹) (ترمذی شریف ابواب الاحکام ج ۱ / ۲۵۱ کتاب النوازل ج ۱۴ ص ۳۶)

## مدرسہ کے مہتمم اور اساتذہ کا باہمی اعتماد، اور امانت داری

مہتمم، اساتذہ اور ملازمین میں باہم اعتماد کی بحالی کسی بھی ادارہ کی بقا کے لیے لازم ہے، اساتذہ کو چاہیے کہ مفوضہ خدمات میں دروغ نہ کریں، اور مہتمم صاحب کی جائز امور میں اطاعت کریں، اور مہتمم کو چاہیے کہ وہ اساتذہ کی قدر کرے، اور ان کی واجبی ضروریات کا خیال کرے، مثلاً مکان یا کمرہ نہ ہو تو اس کا بندوبست شوریٰ سے کروانا، لائٹ، کھانا وغیرہ کا انتظام کرنا، اگر ضروریات کا خیال نہیں رکھا جائے گا تو اساتذہ یکسوئی کے ساتھ تعلیمی امور انجام نہیں دے پائیں گے، اور مدرسہ کا نظام بگڑ جائے گا۔

عن ابی امامہؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ

يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيَرْضَاهُ ، وَيُعِينُ عَلَيْهِ مَا لَا يُعِينُ عَلَى الْأَنْفِ (المعجم الكبير للطبرانی ج ۸/ص ۹۵ رقم ۷۲۷۷، الترغیب والنثر ہیب رقم: ۷۲۰۷۳/ بیت الافکار الدولیہ، کتاب النوازل ج ۱۲/ص ۳۶)

## مدرسہ کا ذمہ دار پابند شرع اور امانت دار ہونا چاہیے

فراہمی مالیات ہر ادارہ کا بنیادی عنصر ہوتا ہے، لہذا مدرسہ کے ذمہ دار کے لیے مقاصد ادارہ کے ساتھ ساتھ اسکے مالیاتی مسائل کا علم ہونا بجز ضروری ہے، مثلاً زکوٰۃ، فطرہ، نذر اور حرم وغیرہ کے مصارف کی مکمل معلومات واحکامات ہمہ وقت ذہن نشین رہیں۔ جو شخص اہتمام وانتظام کا اہل اور پابند شرع ہو اسی کو ذمہ دار بنایا جائے بصورت دیگر انتخاب کرنیوالے مشورہ دینوالے سب عند اللہ ماخوذ ہونگے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال: بَيَّنَّمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ إِذَا جَاءَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ ” إِذَا ضُيِّعَتْ الْأَمَانَةُ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ“ قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: ” إِذَا وُضِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ“ (مشكاة المصابيح كتاب الفتن باب اشراط الساعة، الفصل الاول ۲۶۹) كتاب النوازل ج ۱۲/ص ۳۹

## نااہل کی تولیت ٹھیک نہیں

اہل علم اور پابند شرع شخص کے ہوتے ہوئے بے علم، بے عمل، فاسق و فاجر، ڈاڑھی منڈھا شخص تولیت و اہتمام کا اہل نہیں ہو سکتا، صحیح حقدار پابند شریعت لوگ ہیں، حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کی رہنمائی وہی کر سکتا ہے جس کی زندگی پیغمبر اسلام کے اسوہ حسنہ کا نمونہ ہو، اور حضرت حافظ ابن تیمیہؒ کا ارشاد ہے کہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عالم باعمل مسلمان سیاست و قیادت کا اہل ہے اگر ایسا شخص میسر نہ ہو تو یہ منصب مجبوراً دو شخصوں میں سے ایک کے سپرد کیا جائیگا (۱) عالم فاسق یعنی عالم بے عمل کو (۲) جاہل متقی یعنی بے علم باعمل کو۔ (کتاب السياسة

(الشرعیہ ص ۱۷)

حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جماعت میں سے کسی شخص کو عامل بنایا حالانکہ اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہو جو اللہ کو اس (پہلے شخص) سے زیادہ پسندیدہ ہو تو اس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی خیانت کی۔ (ازالۃ الخفاء، ج ۲۲/ص ۳۶، عمدۃ المطالع)

فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے: ولا يجوز تولية الفاسق مع امكان تولية البر، یعنی نیک آدمی کے ملنے کا امکان ہو تو فاسق کو سردار بنانا جائز نہیں۔ (ج ۱/ص ۱۵۰)

حدیث میں ہے کہ ہر کام اس کے اہل کو سونپا جائے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اذا وُضِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، یعنی جب اہم کام نااہل کو سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو، یعنی قیامت قریب آگئی سمجھو۔ (بخاری شریف ج ۱/ص ۱۲، کتاب العلم، باب من سئل عن العلم الخ)

اور آنحضرت ﷺ نے علامات قیامت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ (ایک علامت یہ ہے کہ) بڑے بڑے کام نااہل کے سپرد کیے جائیں گے اور قوم کا سردار فاسق ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷۰، وساد القبيلة فاسقهم وكان زعيم القوم اذ لهم، الخ باب اشراط الساعة)

اور جو اختیاری امور علامات قیامت میں سے ہیں وہ گناہ کے کام ہیں، اسی لیے حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: حضرت (گنگوہیؒ) نے جھکو جواب میں لکھا کہ نااہل کو کام سپرد کرنا خیانت ہے ایسا کرنے سے ہم پر مواخذہ ہوگا کہ کام کیوں نااہل کو سپرد کیا گیا، اصل مقصود خدا کی رضامندی ہے مدرسہ مقصود نہیں اور رہا یہ کہ مدرسہ باقی نہ رہے گا، اس سے ہم پر مواخذہ نہ ہوگا، یہ ان سے مواخذہ ہوگا جن کی حرکات سے مدرسہ کو نقصان پہنچے گا۔

اس پر (حضرت تھانویؒ) فرمایا کہ جتنا بھی کام ہو صحیح اصول کے تابع ہو، حدود شرعیہ کے ماتحت رہ کر ہو، مقصود خدا کی رضا ہے، مسلمان کے ہر کام کا مقصد خدا کی رضا ہونی چاہیے، مدرسہ

رہے یا جائے، مدرسہ ملک میں بدنام ہو یا نیک نام، چندہ بند ہو جائے یا جاری رہے، طلبہ زیادہ ہوں یا کم، غرض کچھ بھی ہو اصول صحیح کے تابع رہنا چاہیے۔ (ملفوظ: ص ۳۸ ج ۵ ص ۴۲۴، اور فرمایا نااہل کوممبر نہیں بنا سکتے (ج ۵ ص ۴۰۳) صرف مالدار ہونے یا امداد کرنے کی بنا پر انسان اہل نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا عبدالحی کفلیتی می فرماتے ہیں کہ گو مہتمم مدارس دولت مند ہیں، دنیا کے نشیب و فراز کو بخوبی جانتے ہیں، لیکن جب انہوں نے مدارس اسلامیہ دیکھے ہوں نہ ان کے قوانین انتظام سے کسی طرح واقف ہوں، بھلا بتلائیے وہ بدوں مشورہ مدرسین بالاستقلال مدارس کا کیسے انتظام کر سکتے ہیں؟ ایسے انتظام کا آخر کار یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ مدرسہ میں کچھ ایسی نظمیں ہو جاتی ہے کہ ترقی علوم کے جتنے باب ہیں سب مسدود ہو جاتے ہیں۔ (سوانح علوم اسلامیہ، ص ۳۸ مطب نظامی کانپور)

خلاصہ کلام یہ کہ متولی اور مہتمم عالم باعمل ہونا چاہیے، اگر ایسا میسر نہ ہو سکے تو صوم و صلوة کا پابند، امانتدار، مسائل وقف کا جاننے والا، خوش اخلاق، رحم دل، منصف مزاج، علم دوست اہل علم کی تعظیم و تکریم کرنے والا ہو، جس میں یہ صفات زیادہ ہوں اسی کو متولی و مہتمم بنا نا چاہیے۔

### مہتمم کا اپنے ماتحت کام کرنے والے اہل علم کو اپنا نوکر سمجھنا

علامہ کفلیتی می فرماتے ہیں، یہاں کے لوگ مدرسین کو جیسے بظاہر خادم سمجھتے ہیں ویسے ہی ان کو حقیقت میں بھی خادم سمجھتے ہیں یہاں تک کہ ان پر جاہلانہ حکومت کی جاتی ہے، جیسے ادنیٰ نوکر پر ایسی حالت میں مدرسین سے مدارس کی ترقی کی امید رکھنا کس قدر تعجب خیز امر ہے اور آئندہ کس امید پر آدمی کو علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو سکتا ہے۔ (سوانح علوم اسلامیہ، ص ۳۸ مطب نظامی کانپور)

یہ سب کچھ ہورہا ہے، روزمرہ کے نئے نئے قانون بنا کر تنگ کیا جاتا ہے، ایام تعطیلات میں تنگی، رخصت دینے میں سختی کا برتاؤ، خوشامد کرنے والوں سے درگزر کا سلوک اور جو خوشامد نہ کرے، اس سے سختی کا برتاؤ، نیک نامی خوشامد پر موقوف ہے.....

علامہ کفلیتی می فرماتے ہیں کہ لوگوں کے طبائع میں مادہ خوشامد طلبی اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ

باوجودیکہ علماء نہایت بزرگ خیال کیے جاتے ہیں، تاہم ان کی تعظیم اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کی خوشامد پر موقوف ہے، لیکن جو لوگ دور دراز ملک کا سفر بغرض تحصیل علوم کرتے ہیں اور دولت علوم سے مالا مال ہو کر آتے ہیں اور دولت علم پر قانع ہو کے خوشامد سے پہلو تہی کرتے ہیں تو ان کی تعظیم تو درکنار ہے ان کو تنگ کرنے کے لیے اس قدر اسباب فراہم کیے جاتے ہیں کہ ان کے جس قدر خیالات علوم اسلامیہ کی ترقی کی بابت ہوتے ہیں وہ سب خاک میں مل جاتے ہیں۔ (ص ۳۷)

مزید فرماتے ہیں: مدرسین کی نیک نامی اور بدنامی یہاں صرف خوشامد اور عدم خوشامد پر مبنی ہے، مدرس گو کتنا ہی لائق ہو اور پڑھانے میں گو کیسی ہی جانفشانی کرتا ہو، لیکن جب تک خوشامد نہ ہوگی نہ اس کے مشاہرہ میں ترقی ہو سکتی ہے نہ نیک نامی کا اسے تمعہ مل سکتا ہے۔ (سوانح علوم اسلامیہ ص ۳۸ مطب نظامی کانپور)

بے علم و عمل فاسقوں کو ایسے معزز عہدے سپرد کرنے میں ان کی تعظیم لازم آتی ہے، حالانکہ فاسق واجب الایمانت ہے، تعظیم کا مستحق نہیں۔ (شامی ج ۱ ص ۵۶۰)

حاملین قرآن کو جہاں و فاسقوں کی ماتحتی اور تابعداری کرنے سے ان کی توہین و تذلیل لازم آتی ہے، جیسے کہ مردوں کا عورتوں کی ماتحتی اور تابعداری میں رہنا تذلیل سمجھا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ اذاکان امرائکم بشرارکم وأغنیائکم بخلائکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۹، باب تغیر الناس) یعنی جب تمہارے سردار فاسق ہوں اور تمہارے دولت مند بخیل ہوں، اور تمہارے کام عورتوں کے کہنے پر ہوتے ہوں تب تمہارے لیے زمین کا پیٹ (دُفن ہو جانا) بہتر ہے اس کی پشت (چینی) سے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵۹، باب تغیر الناس)

ارشاد نبوی: اکر مو احملة القران فمن اکر مہم فقد اکر منی، یعنی حاملین قرآن کی تعظیم کرو، بے شک جنہوں نے ان کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ (الجامع الصغیر للام

الحافظ السیوطی مطبع خیریہ مصر، ج ۱/ص ۲۵)

ایک اور حدیث میں ہے: حاملُ القرآن حاملُ راية الاسلام من اكرمهُ فقد اكرم اللہَ ومن اهانهُ، فعليه لعنة الله! یعنی حاملین قرآن اسلام کے علمبردار ہیں جس نے ان کی تعظیم کی اس نے خدا کی تعظیم کی جس نے ان کی تذلیل کی اس پر خدا کی لعنت ہے۔ (الجامع الصغیر للام

الحافظ السیوطی ج ۱/ص ۱۲۲ مطبع خیریہ مصر)

جب متولی و مہتمم وغیرہ نااہل ہوں گے تو ان کے ماتحت ائمہ و مؤذنین اور مدرسین حضرات بھی نااہل ہوں گے، وہ ان علماء کی قدر نہ کر سکیں گے جو غیرت مند اور خودار ہوں، نتیجہ یہ ہوگا کہ جو علماء اہل ہوں گے وہ بددل ہو کر الگ ہو جائیں گے نااہل پڑے رہ جائیں گے جس سے ادارہ کے کاموں میں ابتری ہوگی، نہ تعلیم ہو سکے گی نہ کوئی تبلیغ کا کام ہو سکے گا جیسا کہ مشاہدہ ہے، اب رہا یہ سوال کہ اہل علم غریب ہونے کی وجہ سے تولیت اور اہتمام کا کام مفت نہ کر سکے گے تو جواب یہ ہے کہ حالت مذکورہ میں وہ تنخواہ لینے کے حقدار ہیں ومن كان غنيا فليستعفف ومن كان فقيرا فلياكل بالمعروف (قرآن حکیم) اور جو غنی ہو اس کو بچنا چاہیے (یعنی نہ لینا چاہیے) اور جو ضرورت مند ہوں وہ مناسب مقدار میں ضرورت کے مطابق لے سکتا ہے، اسلامی نظام سلطنت میں اہل علم بالخصوص حافظ قرآن کو بیت المال سے سالانہ معقول وظیفہ ملتا تھا، جامع الصغیر میں روایت ہے! حامل کتاب اللہ تعالیٰ له فی بیت المال المسلمین فی کل سنة مائتا دینار۔ ترجمہ مسلمانوں کے بیت المال میں سے دوسو دینار سالانہ حاملین قرآن کے لیے ہونے چاہیے۔ (ج ۱/ص ۱۲۲) ایک دینار عموماً ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا تھا۔

رہا امانت داری کا سوال؟ تو حاملین قرآن سے بہتر دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا، قرآن مجید میں انما یخشی اللہ من عباده العلماء بے شک لوگوں میں علم و عمل جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے ڈریں گے۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دفعہ اپنے عاملوں سے لکھا کہ ہمارے کاموں پر سوائے اہل قرآن (حافظ) کے سوا کسی اور کو نہ مقرر کرو، عاملوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہم نے ان کو مقرر کیا مگر وہ لوگ خائن ثابت ہوئے، انہوں نے پھر لکھا کہ نہیں، سوائے اہل قرآن کے کسی کو مقرر نہ کرو، اگر ان میں خیر و بہتری نہ ہوگی تو ان کے غیروں میں بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی۔ (مکارم الخلفہ ص ۲۷) علامہ شامی نے ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے: خیر ہم خیر من غیر ہم و شر ہم خیر من شر غیر ہم، یعنی اہل علم کے بھلے آدمی دوسروں کے بھلے آدمیوں سے بہتر ہیں اور ان کے خراب آدمی دوسروں کے خراب لوگوں سے بہتر ہیں۔ (شامی ج ۵ ص ۶۶۱، کتاب الکرہیۃ فی البیع) تاہم ہمیشہ سے ہمارے اکابرین کا مشورہ یہ ہے کہ امانتی ذمہ داری علماء اپنے سر نہ لیں مگر دین کا کام اس کے اہل (عالم، حافظ، قاری اور دیندار) کو ہی سپرد کرنا چاہیے، اور عوام کا فرض ہے کہ داسے، درمے، سخنے، نیز خیر اندیشی اور صلاح و مشورہ اور ذاتی تجربہ سے امداد فرماتے رہیں اس میں کوتاہی نہ کریں، مسجد و مدرسہ کا کام بھی گھر کے کام کی طرح تقسیم کار کے اصول پر ایک دوسرے کے تعاون سے بہتر اور احسن ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۹ ص ۷۶/۷۷)

### مدرسہ کے حساب و کتاب میں شفافیت ضروری

ذمہ دار کو چاہیے مدرسہ کا حساب صاف ستھرا رکھے چنانچہ اگر کسی وقت کوئی بھی حساب طلب کرے تو اس پر ناراضگی ظاہر نہیں کرنی چاہیے، اور بلا جھجک کے حساب دے دینا چاہیے، بلکہ ایسے موقع پر ذمہ دار کے لیے لازم ہے کہ حساب دکھلا کر ذمہ داران مدرسہ اور عام مسلمانوں کو مطمئن کرے، اور بدگمانیوں کو دور کر کے اپنی پوزیشن صاف رکھے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۱/میرٹھ، کتاب النوازل ج ۱۳ ص ۴۱)

### خیانت کرنے والے ناظم کے ساتھ شوریٰ کیا سلوک کرے

جو ناظم خیانت کا مرتکب ہو، اور تحقیق کے بعد اس کی خیانت ثابت ہو جائے تو اسے اس کی

ذمہ داری سے معزول کر دینا چاہیے۔

عن الخصاصف: ان له عزله أو ادخال غيره معه..... ومقتضاه اثم القاضي بتركه، والا ثم بتولية الخائن ولا شك فيه (شامی، کتاب الوقف / مطلب يأتي بتولية الخائن ج ۲ / ص ۵۷۸ / زكويًا) كتاب النوازل ج ۱۴ / ص ۴۲ / ۴۱

## صحیح حساب نہ دینے والے منتظم کو مدرسہ سے نکالنا

مدرسہ قوم کی امانت ہے، اس کا حساب دینا منتظم پر لازم ہے، البتہ حساب دینے کے باوجود اگر بلا کسی وجہ شرعی کے لوگ اس سے ناراض ہوں، تو اس پر خود سے مدرسہ چھوڑنا لازم نہیں ہے۔ لیکن اگر منتظم کے رکھنے یا نہ رکھنے کے سلسلہ میں عوام کے درمیان اختلاف ہو جائے اور شدید جھگڑے و لڑائی کا اندیشہ ہو تو ایسے منتظم کا مدرسہ کو چھوڑ کر جانا دانشمندی ہے۔

عن ابی امامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يُطِيعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا، إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ. (مشكاة المصابيح باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثالث ج ۲ / ص ۴۱۳) كتاب النوازل ج ۱۴ / ص ۴۲

## خاص شخص کو مدرسہ کا مہتمم بنانا

جو شخص امانت دار نہ ہو اس کو مدرسہ کا مہتمم بنانا جائز نہیں۔

قال في الإسعاف: ولا يولى الامين قادر..... وليس من النظر تولية الخائن الخ (شامی ج ۲ / ص ۴۵۳) كتاب الوقف مطلب في شروط المتولى

## مدرسہ کے مہتمم کا مدرسہ میں کتنا وقت رہنا ضروری ہے

مہتمم چونکہ شوریٰ کے ماتحت ہوتا ہے؛ اس لیے اہل شوریٰ کی جانب سے مہتمم کے مدرسہ میں رہنے کے لیے جو وقت طے پائے اس کی پابندی مہتمم پر لازم ہے، نیز کام اور خدمت کے لحاظ ہی سے تنخواہ طے کی جائے۔

الغرض مہتمم مجلس شوریٰ کا پابند ہوتا ہے، لہذا حاضری، کام کاج اور سفر و حضر وغیرہ کے سلسلہ میں شوریٰ کی طرف سے مہتمم کے متعلق جو بھی ضابطہ بنایا جائے اس کی پابندی مہتمم پر ضروری ہے خواہ وہ ضابطہ تمام اساتذہ کے مطابق ہو یا اس سے کم و بیش ہو۔

المُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمُ الْأَشْرَاطَ حَرَمَ حَلَالًا وَأَحَلَّ حَرَامًا. (سنن الترمذی، باب الاحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البيوع ص ۲۳ / ج ۳، رقم: ۲۸۶۹) (ترمذی شریف ابواب الاحکام ج ۱ / ۲۵۱ کتاب النوازل ج ۱۴ / ص ۳۶)

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة، والاجرة معلومة. (فتاویٰ ہندیہ ج ۴ / ص ۴۴۱ زکویا)

## مدرسہ کا حساب و کتاب صاف نہ رکھنے والے مہتمم کا حکم

مدرسہ کا جو ذمہ دار حساب و کتاب صاف نہ رکھتا ہو، ایسے ذمہ دار کو معزول کر دینا ضروری ہے اور کسی دوسرے متدین شخص کو مقرر کر دیا جائے۔

(مستفاد از فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۴ / ص ۱۴۶ / ۱)

قال في الإسعاف: ولا يولى الامين قادر..... وليس من النظر تولية الخائن، الخ (شامی ج ۲ / ص ۴۵۳) كتاب الوقف

عن الخصاصف: ان له عزله أو ادخال غيره معه..... ومقتضاه اثم القاضي بتركه، والا ثم بتولية الخائن ولا شك فيه (شامی، کتاب الوقف / مطلب يأتي بتولية الخائن ج ۲ / ص ۵۷۸ / زكويًا)

## ایسے شخص کو مہتمم بنانا جو اساتذہ سے دور ہو

اہل شوریٰ نے جس قابل اعتماد، امانت دار شخص پر بھروسہ کر کے اس کو مدرسہ کے جملہ امور کا نگران مقرر کیا ہے، اور وہ اپنے مفوضہ کام کو از خود یا اپنے نائب کے ذریعہ بحسن و خوبی انجام دے

رہا ہے تو ایسے شخص کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا درست ہے خواہ وہ از خود کسی دوسرے ادارہ میں مصروف عمل ہو اور اگر مفوضہ کام میں کوتاہی ہو رہی ہو تو ایسے شخص کو ذمہ دار نہ بنایا جائے

قال فی الاسعاف ولا یولی الامین قادر بنفسه أو بنائه..... ولیس من النظر تولیة الخائن، لانه یخل بالمقصود وكذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحصل به (شامی ج ۶ ص ۲۵۳ کتاب الوقف: مطلب فی شروط المتولی)

### متولی یا مہتمم کا مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینا

متولی اور مہتمم مدرسہ کی رقم کا خود مالک نہیں ہوتا، بلکہ امین و نگراں ہوتا ہے، اور مدرسہ کی رقم اس کے پاس امانت ہے، لہذا متولی کے لئے مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینا درست نہیں اور اگر کسی کو قرض دے دیا، تو بصورت عدم وصول ضمان واجب ہوگا اور اگر چندہ دینے والوں کی طرف سے قرض دینے کی اجازت ہے تو گنجائش ہے۔

الودیعة لا تودع ولا تعار ولا توجر ولا ترهن وان فعل شیئا منها ضمن (الفتاویٰ

الہندیہ ج ۴ ص ۳۳۸ کتاب الودیعة، رشیدیہ)

فی التاتارخانیہ ج ۵ ص ۸۷۹: رجل جمع مالا من الناس لینیقہ فی بناء المسجد فأنفق من تلك الدراهم فی حاجة نفسه ثم رد بدلها فی نفقة المسجد لا یسع أن یفعل ذلك فان فعل فان عرف صاحب ذلك رد المال علیہ أو سألہ تجدید الاذن منه.

### عورت کو مہتمم بنانا

عورت بھی مہتمم بن سکتی ہے بشرطیکہ اس میں اہتمام و انتظام کی صلاحیت موجود ہو، اہتمام کے لیے مرد ہونا شرط نہیں ہے، البتہ عورت اپنی نسانیت کی وجہ سے اہتمام کے تمام فرائض از خود انجام نہیں دے سکتی اس لیے وہ اپنا کسی کو نائب مقرر کر لے۔

ویستوی فیہ الذکر والانثی الخ (فتاویٰ شامی ج ۶ ص ۵۷۸ تا ۵۷۹)

### نابینا شخص کو مہتمم بنانا

نابینا شخص بھی مہتمم بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ اہتمام کے فرائض از خود یا اپنے نائب کے ذریعہ انجام دے سکے۔

وكذا الاعمی والبصیر الخ (فتاویٰ شامی ج ۶ ص ۵۷۸ تا ۵۷۹)

### مہتمم کا ادارہ سے پیشگی تنخواہ لینا

عام حالات میں تو مہتمم یا کسی بھی ملازم کے لیے پیشگی تنخواہ لینا جائز نہیں ہے، لیکن بوقت ضرورت کسی قابل اعتماد آدمی کی ضمانت پر مہتمم کو پیشگی تنخواہ لینے کی گنجائش ہے، واضح رہے کہ یہ رقم قرض ہوگی، اگر کسی وجہ سے مہتمم مدرسہ کی خدمت نہ کر سکیں تو ان کے ذمہ اس رقم کا لوٹانا واجب ہوگا، اگر وہ نہ لوٹائیں تو یہ ذمہ داری ضامن کی ہوگی اور بصورت وفات اس کی ادائیگی ترکہ سے کی جائیگی۔

قال فی القنیة: طالب القیم اهل المحلة أن یقرض من مال المسجد للامام فابی فامرہ القاضی به فاقرضه ثم مات الامام لا یضمن القیم، الخ: مع ان القیم لیس له إقراض مال المسجد، قال فی جامع الفصولین: لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیالہ ولا اقراضہ فلو اقراضہ ضمن وكذا المستقرض و ذکر أن القیم لو اقراض مال المسجد لیاخذہ عند الحاجة وهو احرز من امساكہ فلا بأس به وفي العدة یسع المتولی اقراض ما فضل من غلة الوقف لو أحرز، الخ: (البحر الرائق شرح کنز، ومنحة الخالق وتكملة الطواری ج ۵ ص ۵۹۷، زکریادیوبند)

## مہتمم کے انتقال یا اس کے مفقود ہونے پر بچوں کی کفالت

مدرسہ کے ذمہ دار حضرات چندہ دہندگان اور طلبہ کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں لہذا ان پر لازم ہے کہ پوری دیانت داری کے ساتھ چندہ کی رقومات کو مدرسہ سے متعلق امور میں صرف کریں، مدرسہ سے غیر متعلق کسی شخص کی ذاتی ضرورت میں صرف نہ کریں، لہذا مہتمم کے انتقال یا اس کے مفقود ہونے کی صورت میں اس کے افراد خانہ کی کفالت مدرسہ کے فنڈ سے درست نہ ہوگی لیکن اگر مہتمم کے افراد خانہ واقعی ضرورت مند ہوں تو اس طرح کے ضرورت مند حضرات کے تعاون کے لیے ادارے میں باضابطہ پینشن دینے کا ضابطہ بنا لیا جائے تاکہ چندہ دہندگان کو بھی علم ہو جائے کہ ہمارے چندہ کے مصارف میں یہ مد بھی شامل ہے پھر سبک دوش ضرورت مند ملازمین کے لیے ماہانہ پینشن کا اجراء بلاشبہ جائز ہوگا۔ (مستفاد: کتاب النوازل، ج ۱۳، ص ۱۳۳)

الوکیل انما یستفید التصرف من المؤکل وقد امرہ بالدفع الی فلان فلا یملک الدفع الی غیرہ۔ (شامی ج ۳، ص ۱۸۹، زکریا)

العادة محكمة (الاشباه النظائر، القاعدة السادسة من الفن الاول ۲۶۸/زکریا)

علی انہم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفین واجبة۔ (شامی ج ۶، ص ۶۲۵،

زکریا)

## معذور و بیمار شخص کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا

مہتمم مجلس شوریٰ کے ماتحت ہوتا ہے، لہذا جو ذمہ داریاں حسب ضابطہ مجلس شوریٰ کی جانب سے مہتمم کو سونپی جائیں اگر ان میں مہتمم کی بیماری یا معذوری خلل انداز نہ ہو تو ایسے معذور و بیمار شخص کو مدرسہ کا مہتمم بنانا درست ہوگا اور اگر مقاصد اہتمام فوت ہو جائیں تو ایسے عاجز شخص کو ذمہ دار بنانا درست نہ ہوگا۔

قال فی الإسعاف: ولا یولی الامین قادر بنفسه أو بنائیه لأن الولاية مقيدة

بشرط النظر وليس من النظر تولیة الخائن لأن لا یخل بالمقصود وكذا تولیة العاجز لأن المقصود لا یحصل به۔ (فتاویٰ شامی ج ۶، ص ۵۷۸، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی)

## مدرسہ کی رقم سے ملازمین کا مالی تعاون (ہدیہ) کرنا

جس مقصد کے لیے لوگ مدرسہ کا تعاون کرتے ہیں، ذمہ داران کو اسی مقصد میں رقومات خرچ کرنی چاہیے، دیگر فاضل مصرف میں خرچ کرنا جائز نہیں، مدرسہ کے اخراجات میں اساتذہ کی تنخواہیں، طلبہ کے کھانے پینے کا نظم، تعمیری کام، بجلی کا کرایہ وغیرہ ہیں، ان کے علاوہ کسی استاذ کے بچہ کی شادی کے لیے یا حج عمرہ وغیرہ کے لیے مدرسہ کی رقم سے ہدیہ دینا جائز نہیں، اگر مدرسہ میں رقم زیادہ ہے تو اساتذہ کی تنخواہیں ہیں یا طلبہ کے کھانے کی مزید اصلاح کر سکتے ہیں۔ (مستفاد: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند: فتویٰ نمبر: ۶۰۲۱۹۳، تاریخ اجراء: ۱۳/ جنوری ۲۰۲۱ء)

شرط الواقف كنص الشارع أى فى وجوب العمل۔ (الاشباه، والنظائر

ج ۱، ص ۳۰۵)

## رسید غصب کرنے والے کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا کیسا ہے

خائن شخص کو خیانت ثابت ہونے کے بعد مدرسہ کی ذمہ داری دینے سے ذمہ داری سوچنے والے گنہگار ہونگے۔

ولا یولی الامین قادر بنفسه او بنائیه: لان الولاية مقيدة بشرط النظر،

ولیس من النظر تولیة الخائن، لانه یخل بالمقصود (شامی، کتاب الوقف، مطلب فی

شروط المتولی ج ۶، ص ۵۷۸، زکریا، البحر الرائق ج ۵، ص ۷۸، زکریا، کتاب النوازل

ج ۱۳، ص ۴۳)

## دوسرے کو واقف کی رضامندی کے بغیر مدرسہ کانگراں بنانا

ذمہ داران مدرسہ کا دیگر لوگوں کو مدرسہ کارکن یا ذمہ دار بنانے میں واقف کی رضامندی حاصل کرنا ضروری نہیں، البتہ واقف کو بحیثیت رکن صرف مشورہ دینے کا حق حاصل ہوگا، اپنے مشورہ کو منوانے کا نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۳ ص ۲۰۱، کتاب النوازل ج ۱۴ ص ۴۳)

## مدرس سے ہر ماہ سہ روزہ جماعت میں جانے کی شرط لگانا

اگر مدرس ملازمت قبول کرتے وقت کمیٹی کی مذکورہ شرط قبول کر لے، تو اس کی پابندی کرنا مدرس پر بشرطیکہ طلبہ کا نقصان نہ ہو لازم ہے، اور اگر تقرر کے وقت یہ شرط نہیں لگائی گئی تھی تو پھر مدرس کی رضامندی کے بغیر کمیٹی والوں کی طرف سے اس کو مجبور کرنا جائز نہ ہوگا۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی علیہ وسلم قال: وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ الْأَشْرَاطَ حَرَّمَ حَلَالًا وَأَحَلَّ حَرَامًا. (سنن الترمذی، ابواب الاحکام / باب ما ذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس ج ۱ ص ۲۵۱)

## قرآن پاک غلط پڑھنے والے کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا

مدرسہ کا ذمہ دار ادارہ کے جملہ امور کانگراں ہوتا ہے اگر ہر شعبہ کانگراں الگ الگ متعین ہو اور شعبہ ہائے ادارہ میں کسی قسم کی کمی نہ ہو تو ایسے مہتمم کی ماتحتی میں ادارہ کو دینا درست ہے؛ کیونکہ اس کی جہالت کے باوجود بہتر انتظام و اہتمام کیوجہ سے قرآن پاک کی تعلیم پر نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔

قال فی الاسعاف: ولا یوالی الامین قادر بنفسه او بنائبہ، ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود و کذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحل به. (شامی جلد ۶ صفحہ ۲۵۳ کتاب الوقف مطلب فی شروط المتولی)

## کیا مہتمم مدرس کو عام راستہ پر ڈانٹ سکتا ہے

مہتمم چاہے ان پڑھ ہو یا پڑھا لکھا ہو، بہر صورت مہتمم کے لیے کسی بھی مدرس کو عام راستہ پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے مدرس کی تحقیر لازم آتی ہے جو کہ ممنوع ہے، البتہ اگر مدرس قانون کے خلاف ورزی کرے تو تنہائی میں اسے مناسب انداز میں فہمائش کی جاسکتی ہے کیونکہ مقصود اصلاح ہے نہ کہ تنقیص و تحقیر۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب النوازل ج ۱ ص ۵۰)

## مہتمم کا تعلیم میں کوتاہی دیکھ کر مدرس کا اخراج کرنا

مدرسہ میں اگر بضابطہ شوری یا کمیٹی موجود ہے، اور اس نے مدرسین و ملازمین کے لیے عزل و نصب کا ضابطہ بنا رکھا ہے، تو اسی ضابطہ کے مطابق عمل کیا جائیگا، اگر ضابطہ میں مہتمم کو عزل و نصب کا حق دیا گیا ہے، تو اسے برطرفی کا اختیار ہوگا ورنہ نہیں اور اگر مدرسہ میں کوئی کمیٹی وغیرہ نہیں ہے، بلکہ خود مہتمم ہی بااختیار ہے تو اس کو بہر حال کسی بھی ملازم کو رکھنے یا برطرف کرنے کا حسب ضابطہ اختیار حاصل ہے۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ الْأَشْرَاطَ حَرَّمَ حَلَالًا وَأَحَلَّ حَرَامًا. (سنن ترمذی ابواب الاحکام / باب ما ذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس ج ۱ ص ۲۵۱)

## مدرسہ کے مہتمم یا استاذ کا مدرسہ کے مکان میں بغیر کرایہ کے رہنا

مدرسہ کے ضابطہ کے مطابق اہل شوری کی اجازت سے مدرسہ کے مہتمم یا استاذ کے لیے مدرسہ کی عمارت میں بقدر ضرورت بلا کرایہ قیام کرنے کی گنجائش ہے، البتہ مکین اور غیر مکین اساتذہ کے درمیان تعطیل، نگرانی، لین دین اور خوراک وغیرہ میں فرق رکھنا ضروری ہے؛ تاکہ نظام

چلانے میں آسانی رہے۔

لِلْحَاكِمِ الدِّينِ اِنْ يَصْرَفَ مِنْ فَاضِلِّ وَقْفِ الْمَصَالِحِ وَالْعِمَارَةِ اِلَى الْاِمَامِ  
وَالْمُوْذِنِ بِاسْتِصْوَابِ اَهْلِ الصَّلَاحِ مِنْ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ اِنْ كَانَ الْوَقْفُ مُتَّحِداً ، لَانِ  
غَرَضُهُ اَحْيَاءُ وَقْفِهِ ، وَذَلِكَ يَحْصُلُ بِمَا قُلْنَا . (شامی کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاص  
المسجد ج ۶ / ۵۵۱ / ۲ زکریا)

## مہتمم کی بنیادی ذمہ داری

باستعداد اور سلیم المزاج اساتذہ کا انتخاب

(۱) کسی بھی ادارہ کی بنیادی ترقی اور تعلیمی استحکام، محنتی، جفاکش اور مخلص اساتذہ پر موقوف ہوتا ہے وہ اگر باذوق سلیم الطبع اور باحوصلہ ہوتے ہیں تو یقیناً مدرسہ روز بروز ترقی کے منازل طے کرتا ہے۔  
نظام تعلیم کی مضبوطی میں حضرات اساتذہ کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی سے کم نہیں، ان پر صرف تعلیمی ذمہ داری نہیں ہوتی بلکہ نو نہالان امت کی تربیت کی ذمہ داری کا بوجھ بھی ان کے کندھوں پر ہوتا ہے۔

استاذ تمام طلبہ کے لیے نمونہ ہوتا ہے اس کی نظر و فکر، رفتار و گفتار اور تمام حرکات و سکنات طلبہ میں غیر محسوس طریقہ سے منتقل ہوتی ہیں۔

بہر کیف اساتذہ کرام اگر شریعت و طریقت کے پابند، اپنی ذمہ داری کے تئیں حساس، اور اپنے منصب کے قدردان ہوں اور ان میں شفقت و رحم دلی اور خیر خواہی کا پہلو نمایاں ہو تو یقیناً ان کے ہاتھوں تیار ہونے والی نئی نسل بھی انہیں صفات کی حامل ہوگی۔

مدرسہ کے ذمہ دار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسے استاذ کا انتخاب کرے جو قابل اور باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ دینی فکر و مزاج کا حامل اور سلیم الطبع ہو۔

ورنہ تو استاذ کی استعداد، طبیعت کی سلامتی کے بغیر مضر ہوگی جس کی تلافی بعد میں دشوار ہو جائیگی۔

## اساتذہ کے ساتھ منتظمین کا سلوک

(۲) منتظم و مہتمم بننا خوش نصیبی و نیک بختی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے، اہل انتظام کا متحمل المزاج، فراخ چشم اور شریف النفس ہونا ضروری ہے، مدرسین و ملازمین کے ساتھ اس کا سلوک ایسا مسایا نہ ہو جس میں جذبات کی رعایت، بزرگانہ شفقت اور عزیزانہ محبت بھی ہو اور کسی کی حق تلفی و دل آزاری کا پہلو بھی نہ ہو۔

وہ اپنے ماتحتوں کو مدرسہ کا خیر خواہ اور معمار تصور کرے کہ ان کی پر خلوص تعلیمی محنتوں سے ہی ادارہ کا وجود قائم ہے۔

(۳) مہتمم کے لیے عقل و تدبیر کا ایسا ماہر ہونا لازم ہے کہ جو ہنگامی پریشانی کے وقت بھی ٹکراؤ کے بغیر مدرسہ کے نظام پر پوری توجہ صرف کر کے اسے مستحکم اور مضبوط بنانے کے لیے کوشاں رہے۔

(۴) منتظم اس بات کا خاص خیال رکھے کہ کون استاذ کس صلاحیت کا مالک ہے، اور اس کی نفسیات کیا ہیں؟ اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملات اختیار کرے۔

(۵) مدرسہ کے تمام شعبہ جات پر کامل توجہ رکھنے کے ساتھ اصلاحات میں ادب و احترام اور حکمت و دانائی سے کام لے، برسر عام اساتذہ پر تنقید نہ کرے، ان کی تعظیم کا خاص خیال رکھے، اس لیے کہ لائق اساتذہ ادارہ کے حق میں مزدور محض نہیں ہوتے بلکہ وہ ہی بنیادی ستون اور تعلیمی جدوجہد کے اصل روح رواں ہوتے ہیں۔

(۶) تعلیمی ترقی کے لیے ضروری اشیاء، بالخصوص طلبہ، واساتذہ کے قیام و طعام کی بہتری پر توجہ رکھے۔

(۷) معاملات کی صفائی پر خاص توجہ: اسلامی تعلیمات میں عبادات وغیرہ کے ساتھ

معاملات کی درستگی اور صفائی رکھنے کی واضح ہدایات موجود ہیں، ارباب انتظام (جو کہ بالعموم علماء ہی ہوتے ہیں) ان کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ کی تقرری کے وقت معاملات صاف صاف طے کر لیں تاکہ بعد میں طرفین بدگمانی کے گناہ سے محفوظ رہیں۔

## اساتذہ کے فرائض

- (۱) استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ طلبہ کی تعلیم و تربیت پر رکھے انتظامی امور میں بے جا مداخلت نہ کرے، ارباب انتظام کا ادب و احترام ہمہ وقت ملحوظ خاطر رکھے۔
- (۲) استاذ طلبہ کی تربیت کے لیے اپنے آپ کو نمونہ بنا کر پیش کرے ان کی چھوٹی سے چھوٹی خامی پر حکمت کے ساتھ روک ٹوک کرے اس لیے کہ بروقت تنبیہ کے بہت فائدے ہیں۔
- (۳) طلبہ کے اخلاق و آداب، رفتار و گفتار، نشست و برخاست، لباس و پوشاک اور وضع قطع کے اوپر باریک بینی کے ساتھ نظر رکھے۔
- (۴) طلبہ کے ساتھ محبت سے پیش آئے بے موقعہ اور زائد از ضرورت انہیں ہرگز سزا نہ دے۔
- (۵) طلبہ سے جسمانی خدمت لینے سے بالکل احتراز کرے۔

## تجارت کرنے والے کو مدرس بنانا

حقوق واجبہ ادا کرنے کے لیے، اور حلال روزی کمانے کے لیے تجارت کرنا شرعاً مذموم نہیں، بلکہ اس کی پوری اجازت ہے حتیٰ کہ بعض حالات میں ضروری ہے، لہذا اگر کوئی شخص تجارت کے ساتھ ساتھ دینی علمی خدمت میں بھی لگتا ہے اور وہ اپنی اس بڑی ذمہ داری کو بحسن و خوبی بجالائے اور تدریس کے ساتھ تجارت (خالی اوقات میں) انجام دے وے تو ایسے شخص کو مدرس بنانا درست ہوگا، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر تدریس میں کوتاہی ہو تو ایسے شخص کو مدرس نہ بنایا جائے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : طلبُ کسبِ الحلالِ فريضةٌ بعدُ

الفريضة. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، الکسب و طلب الحلال، الفصل الثالث ج ۱/ص ۲۴۲، قدیمی)

المستفاد: وينبغي أن لا يفتى في حال تغيره خلقه وتشغيل قلبه ويمتنعه التأمل كغضب وجوع وعطش..... فأن افتى في بعض هذه الأحوال وهو يرى أنه لم يخرج عن الصواب جاز وان كان مخاطر بها. (المجموع شرح المذهب، باب آداب الفتوى والمفتى والمستفتى، فصل في احكام المفتين ج ۱/ص ۷۶/دار الفکر، بيروت)

## ناپیدنا شخص کا مدرسہ میں پڑھانا

ناپیدنا شخص اگر اپنے مفوضہ کام (سبق سننا، پارہ سننا، کتاب صحیح سمجھانا وغیرہ) بحسن و خوبی انجام دے سکے تو ناپیدنا کو مدرس رکھنا درست ہے (بعض ناپیدنا حضرات کے اچھے کامیاب شاگرد موجود ہیں) اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

الاجارة عقد على المنافع بعوض..... وتارة نصير معلومة بالعمل الخ (القدموری ص ۱۱۰)

## بغرض تربیت اولاد و طلبہ کو مارنا

بچوں کو تعلیم دینا اور اسلامی تعلیم کے مطابق ان کی تربیت کرنا نہایت اہم اور نیک کام ہے، شریعت مطہرہ نے جہاں ہر نیک کام کی ترغیب دی، وہاں اس کے لیے کچھ شرائط، حدود و قیود بھی مقرر کیے ہیں، اگر اس نیک کام میں شرعی اصولوں کی رعایت نہ کی جائے تو وہ نیک کام بھی ثواب کے بجائے وبال کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے اولیاء اور اساتذہ کو بقدر مناسب پٹائی کرنا اور سزا دینا شرعاً جائز ہے، البتہ چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) سزا سے مقصود تنبیہ و تربیت ہو، غصہ یا انتقام کے جذبہ کی تسکین نہ ہو۔

(۲) ایسی سزا شرعاً ممنوع نہ ہو۔

(۳) بچوں کی طبیعت اس کی متحمل ہو۔

(۴) سر، چہرے اور شرم گاہ پر نہ مارا جائے۔

(۵) غلطی کی نوعیت کے اعتبار سے سزا کا تعین کر لیا جائے تاکہ استاذ پر عدم برابری کا الزام

نہ آئے۔

(۶) مدرسہ کے ضابطہ اور عرف کے لحاظ سے اس طرح کی سزا کی اجازت ہو۔

(۷) سر پرستان کی طرف سے بھی سزا کی اجازت ہو۔

(۸) ایک وقت میں تین ضربات سے زائد نہ مارے، نیز تین ضربات بھی متفرق جگہوں

پر مارے۔

(۹) سزا ایسی نہ ہو جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا جلد پھٹ جائے یا جسم پر سیاہ داغ پڑ جائے

یا دل دماغ پر اس کا برا اثر پڑ جائے۔

(۱۰) ہاتھ سے مارے، لاٹھی، ڈنڈے، کوڑے، وغیرہ سے نہ مارے اگر بالغ ہو تو بقدر

ضرورت لکڑی سے بھی مارا جاسکتا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت میں نرمی و سختی دونوں پہلوؤں میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنا ضروری

ہے، غصہ میں بے قابو ہو کر حد سے زیادہ مارنا یا مارنے کو بالکل غلط سمجھنا دونوں باتیں غلط ہیں، جس

طرح نرمی اور محبت سے بچوں کی تعلیم و تربیت بہتر ہے اسی طرح ناگزیر وجوہات کی بنا پر تنبیہ کی

غرض سے بچوں کو سزا دینا بھی جائز ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب بچے سات سال

کے ہو جائیں تو ان کو نماز کو حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو

۔ (سنن ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۳۳ کتاب الصلوٰۃ باب متى یومر الغلام بالصلاة، ط: بیروت)

واضح رہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں نرمی اور محبت کا اندازہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ

مار پیٹ سے بچے ڈھیٹے ہو جاتے ہیں، بچوں کے اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں، بچے ڈر کے باعث

سارا پڑھا، لکھا بھول جاتے ہیں (پھر وہ سبق نہیں سنا پاتے) بچے بے حیا بن جاتے ہیں، نیز بچے

تعلیم چھوڑ بیٹھتے ہیں وغیرہ وغیرہ..... نقصانات کا آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اس کے

مقابلہ میں نرمی، اور محبت حکمت عملی کے ساتھ، حوصلہ افزائی زیادہ سودمند ہوتی ہے نبی کریم ﷺ

نے صحابہ کرام کی تربیت نرمی اور محبت سے فرمائی ہے اپنے خدام سے رسول ﷺ کبھی سختی سے پیش

نہیں آئے، اس لیے حتی الامکان نرمی اور شفقت کے ساتھ بچوں کی تربیت کرنی چاہیے اور اگر

ضرورت کے وقت سزا دینے کی ضرورت ہو تو تدریجاً سزا دی جائے۔ مثلاً

(۱) ملامت کرنا۔

(۲) ڈانٹنا۔

(۳) ہاتھ سے مارنا۔

(۴) کچھ وقت کے لیے چھٹی بند کرنا، اس سزا کا بھی بچوں پر کافی اثر ہوتا ہے۔

(۵) کھڑا کر دینا۔

(۶) اٹھک بیٹھک کرانا، آخری دوسراؤں میں تنبیہ کے ساتھ ساتھ ورزش بھی ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

لا یجوز ضرب ولد الحرباً مریئہ أما المعلم فله ضربه لأن المأمور یضربه

نیابة عن الأب لمصلحته والمعلم یضربه بحکم الملک بتملیک أبیہ

لمصلحة التعلم وقیده الطرسوسی، بأن یكون بغیر آلة جارحة وبأن لا یزید علی

ثلاث ضربات، ورد الناظم بأنه لا وجه له، ویحتاج إلى نقل، وأقره الشارح، قال

الشر نبالی: والنقل فی کتاب الصلاة یضرب الصغیر بالید لا بالخشبة ولا یزید

علی ثلاث ضربات الخ (کتاب الحظر والاباحة، ج ۹ ص ۲۱۶، زکریا)

وفیه ایضاً:

(قوله بید) ای ولا یجاوز الثلاث وکذا لک المعلم لیس له أن

یجاوزها، قال علیه الصلاة والسلام لمرداس المعلم: إِيَّاكَ أَنْ تَضْرِبَ فَوْقَ الثَّلَاثِ، فَإِنَّكَ إِذَا ضَرَبْتَ فَوْقَ الثَّلَاثِ إِقْتَصَّ اللَّهُ مِنْكَ (ج ۲/ص ۵ كتاب الصلاة، ط: زكريا)

حاشیہ الطحاوی میں ہے:

المنصوص انه يجوز للمعلم أن يضربه باذن ابيه نحو ثلاث ضربات ضرباً وسطاً سليماً ولم يقيد بغير العصا..... (قوله لا بخشبة) مقتضى قوله: بيد أن يراد بالخشبة ما هو الأعم منها ومن السوط (قوله لحديث) استدلال على الضرب المطلق واما كون الضرب لا بخشبة فلأن الضرب به وارد في جنابة صادرة من المكلف ولا جنابه من الصغير (حاشية الطحاوي على الدر المختار ج ۱/ص ۱۶۹، كتاب الصلاة، رشديه)

فتاویٰ شامی میں ہے:

لوضرب المعلم الصبي ضرباً فاحشاً: فانه يعزر ويضمه لو مات: شمني (قوله ضرباً فاحشاً) قيد به، لانه ليس له أن يضربها في التأديب ضرباً فاحشاً وهو الذي يكسر العظم أو يخرق الجلد أو يسوده كما في التاترخانية، قال في البحر: وصرحوا بأنه اذا ضربها بغير حق وجب عليه التعزير، الخ أي وان لم يكن فاحشاً (ج ۲/ص ۱۳۱، كتاب الحدود، باب التعزير، مطبوعه: زكريا)

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔

عن ابی هريرة عن النبي ﷺ قال: اذا ضرب أحدكم فليتق الوجه. رواه ابو داؤد (ج ۲/ص ۱۰۷۹، كتاب الحدود، باب التعزير، الفصل الثاني، مطبوعه: المكتبة الإسلامية بيروت)

الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے:

للمعلم ضرب الصبي الذي يتعلم عنده للتأديب، وتتبع عبارات الفقهاء يتبين انهم يقيدون حق المعلم في ضرب الصبي المتعلم بقيود منها:

(أ) أن يكون الضرب معتاداً للتعليم كما وكيفاً ومحلاً يعلم المعلم الأيمن منه ويكون ضربه باليد لا بالعصا وليس له أن يجاوز الثلاث، روى ان النبي عليه الصلاة والسلام قال لمراد اس المعلم رضى الله عنه: إِيَّاكَ أَنْ تَضْرِبَ فَوْقَ الثَّلَاثِ فَإِنَّكَ إِذَا ضَرَبْتَ فَوْقَ الثَّلَاثِ اقْتَصَّ اللَّهُ مِنْكَ.

(ب) أن يكون الضرب باذن الولي لأن الضرب عند التعليم غير متعارف وانما الضرب عند سوء الأدب فلا يكون ذلك من التعليم في شيء، وتسليم الولي صبيه إلى المعلم لتعليمه لا يثبت الاذن في الضرب فلهذا ليس له الضرب الا أن يأذن له فيه نصاً، ونقل عن بعض الشافعية قولهم: الاجماع الفعلي مطرد بجواز ذلك بدون اذن الولي.

(ج) أن يكون الصبي يعقل التأديب فليس للمعلم ضرب من لا يعقل التأديب من الصبيان، قال الاثرم: سئل احمد عن ضرب المعلم الصبيان، قال: على قدر ذنوبهم، ويتوقى: بجهد الضرب واذا كان صغيراً لا يعقل فلا يضربه (۱۳/۱۳، تعليم وتعلم، الضرب للتعليم، مطبوعه: دار السلاسل، كويت)

بغرض تربیت تنبیہ کرتے وقت بچہ کی نامناسب حرکت پر مزید مارنا تعلیم و تربیت پر ضرورت کے وقت مناسب سزا کی گنجائش ہے، لیکن جذبہ غضب کی تسکین کی خاطر مارنا درست نہیں ہے، (جیسا کہ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) البتہ اگر کوئی طالب علم کند ذہن ہونے کے سبب محنت کے باوجود سبق یاد نہیں کر پاتا تو اس کی پٹائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس زمانہ میں بہتر یہ ہے کہ والدین کو بلا کر حقیقت حال بتلا دی جائے..... اگر کوئی استاذ طلبہ پر اپنا غصہ اتارتے ہوں یا انتقامی ذہنیت کے ہوں تو انہیں انتظامیہ کی طرف سے نوٹس

دے کر متنبہ کیا جائے اور حکم شرعی سے واقف کرایا جائے تاکہ وہ آئندہ ایسا نہ کریں۔ (مستفاد:

امداد الاحکام ج ۳ ص ۱۳۳، کراچی، چنداہم عصری مسائل ج ۱ ص ۳۸۱)

بد زبان، غصیاریے یا ہدیہ مانگنے والے (لا لچی) شخص کو مدرس بنانا تعلیم و تدریس ایک معزز اور قابل احترام منصب ہے، جو معلم کامل سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت ہے، اور فرائض نبوت میں سے ایک اہم فریضہ ہے، جس کے لیے کچھ شرائط و آداب ہیں جن کو جاننا اور ان کی عملی مشق کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے کسی فن کو سیکھنے کے لیے اس کی عملی مشق ضروری ہوتی ہے۔

لہذا جو عالم دین قرآن کریم یا کسی شرعی علم کی تدریس کا کام انجام دے رہا ہے، وہ اس صفت (تعلیم و تربیت) میں نبی کریم ﷺ کی نیابت کر رہا ہے، اور بلاشبہ یہ ایک بڑی سعادت مندی ہے، آپ ﷺ میں وہ تمام صفات عالیہ (کمال علم و عمل، خلق عظیم، اسوۂ حسنہ، کمال شفقت و رحمت وغیرہ) موجود تھیں جو ایک معلم کامل میں مطلوب ہوتی ہیں، اور کیوں نہ ہوتی؟ جبکہ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت خود اللہ پاک نے فرمائی جیسا کہ قرآن پاک میں ہے و علمک ما لم تکن تعلم۔ (النساء ۱۱۳)

الغرض فن تدریس کے لیے ذوق، فطری صلاحیت اور اس منصب کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے توجہ و محنت ضروری ہے تاکہ صاحب تدریس میں کامیاب معلم کی صفات و خصائص موجود ہوں اور اس کی محنت نتیجہ خیز ہو نیز اس کے ذریعہ کامل رجال کا رتیار ہوں جن کی امت کو شدید ضرورت ہے، لہذا بوقت تقرر کامیاب معلم کی صفات کا جائزہ لے کر ہی تقرر عمل میں لایا جائے اور اگر کسی مدرس میں یہ غیر مناسب امور (گندی زبان استعمال کرنا، بے تحاشا غصہ، لالچ وغیرہ) معلوم ہوں تو انتظامیہ کی طرف سے ان کو خیر خواہانہ نوٹس دے کر متنبہ کیا جائے اور حکم شرعی سے واقف کرایا جائے تاکہ وہ آئندہ ایسا نہ کریں اور بار بار کی تنبیہ پر خلاف ورزی کی صورت میں سخت ضابطہ مثلاً برطرف کر دینا وغیرہ بنایا جاسکتا ہے۔

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلو عليهم آياته

ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة، الآية (آل عمران: ۱۶۳۰)

وانك لعلى خلق عظيم (القلم: ۴)

ان الله لم يبعثني معنتا ولا متعنتا ولكن بعثني معلما ميسرا (صحیح مسلم،

كتاب الكتاب الطلاق، باب بيان تخيير المرأة لا يكون طلاقا)

ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون (الحشر: ۹)

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (الاحزاب: ۲۱)

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسرذ الكلام كسر دكم ولكن

اذ اتكلم تكلم بكلام فصل يحفظه من يسمعه (والفقيه والمتفقه للخطيب ج ۲ ص ۱۲۴)

عن ابن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

ليس المؤمن بالطعان، ولا اللعان، ولا الفاحش ولا البذي. (رواه الترمذی وقال حديث

حسن)

وفى حديث ابى درداء رضى الله عنه: لا تغضب ولك الجنة. (مجمع

الزوائد ج ۸ ص ۱۳۴ رقم: ۱۲۹۹۰)



## طلبہ کی ذمہ داریاں

(۱) طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ داخلہ کے وقت وہ اپنے مقصد سے واقف ہو اس لیے

کہ اگر اسے حصول علم کے مقصد سے آگاہی بھی نہ ہو تو اس کی تمام تر کوشش فضول ہے، علم حاصل

کرنے کا مقصد خود آگاہی اور خدا آگاہی ہونا چاہیے نہ کہ دنیا طلبی، تہی علم، طلبہ کے اندر اس شعور کو

جاگزیں کرے گا کہ وہ کون ہیں؟، یہ دنیا کیا ہے؟ اور دین کا ان سے کیا مطالبہ ہے؟ اور اس دنیوی

سفر میں اس کا ہادی، رہبر و رہنما کون ہے؟

وینبغی ان ینوی المتعلم بطلب العلم رضاء اللہ تعالیٰ والدار الآخرة، وازالة الجهل عن نفسه وعن سائر الجهال و احياء الدين و ابقاء الاسلام..... ولا ینوی به اقبال الناس الیه، و الإستجلاب حطام الدنیا، و الکرامة عند

السلطان وغيره، الخ (تعلیم المتعلم، فصل فی النیة حال التعلیم، ص ۱۲)

(۲) طالب علم کو علم کی سچی طلب اور شوق ہو، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ علم ایک ایسی چیز ہے کہ جب تک اس کا طالب اپنی ساری زندگی اس کے لیے وقف نہ کر دے تب تک وہ اپنا بعض حصہ بھی اس کو نہیں دیتا۔

(۳) اسے وقت کی قدر و اہمیت اور انضباط اوقات کا خیال ہو یہ صرف طلبہ کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ وقت ایک عظیم نعمت ہے، طلبہ اپنے اوقات کی حفاظت کریں، فضولیات سے اجتناب کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول کاموں کو چھوڑ دے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لایعنیہ. (الحديث)

(۴) وہ مسلسل محنت اور لگا تار جدوجہد کرتا رہے اس لیے کہ ارشاد باری ہے، ان اللہ لایضیع اجر المحسنین: اللہ تعالیٰ نیکوں کی محنتوں کو ضائع نہیں کرتے۔ (تعلیم المتعلم)

(۵) طالب علم کے لیے اولوالعزمی اور بلند ہمتی ضروری ہے؛ اس لیے کہ اعلیٰ نصب العین ہی اعلیٰ کردار کو پیدا کرتا ہے۔ (تعلیم المتعلم)

(۶) اسے کتب بینی اور مطالعہ کا شوق ہو اس لیے کہ یہ طالب علم کے لیے ریڈھ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۷) ادب و احترام؛ مثالی طالب علم کے لیے اساتذہ اور جملہ آلات علم کا ادب و احترام لازم ہے۔

**ملاحظہ:** طلبہ کے فرائض و ذمہ داریوں کے سلسلہ میں اتنا عرض ہے کہ زیادہ تر صغریٰ کی وجہ سے وہ اپنی ذمہ داریوں سے نا بلند ہوتے ہیں اس لیے اساتذہ و ارباب انتظام ان کی تعلیمی و تربیتی ترقی کے لیے جو ہدایات مناسب سمجھیں انہیں وقتاً فوقتاً ان کا احساس دلا کر انہیں کے مطابق کام لیتے رہتے ہیں۔



## مدرستہ البنات کے شرعی احکام

### مدرستہ البنات قائم کرنے کا حکم

عورتوں کا اپنے محارم یا دیگر جان کار عورتوں سے دینی معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ تو شروع ہی سے رہا ہے؛ لیکن موجودہ دور کی طرح مدرستہ البنات (لڑکیوں کا ایسا مدرسہ جس میں باقاعدہ تعلیم کے ساتھ ساتھ قیام و طعام کا نظم بھی ہو، لڑکوں کے مدرسوں کی طرح) کی نظیر قرون مشہود لہا بالئیر (دور صحابہ، دور تابعین اور دور تبع تابعین) میں نہیں ملتی اور لڑکیوں کا محارم کے بغیر کسی جگہ اجتماع عموماً فتنہ کا باعث بنتا ہے اس لیے اس طرح کے رہائشی مدارس کے قیام کی مشروط ہی گنجائش نکل سکتی ہے۔

شرائط درج ذیل ہیں جن کا لحاظ رکھنا ہر فرد کے لیے لازمی اور ضروری ہے:

(۱) پردہ کا مکمل اہتمام ہو، آمد و رفت یا اقامت کے دوران کوئی بھی سیانی بچی جس کی عمر فقہاء نے ۱۰، ۹، برس لکھی ہے بے پردہ نہ پائی جائے۔

(۲) ملازمین حتیٰ کہ چپراسی، دربان، یا ڈرائیور کسی کا طالبہ سے قطعاً کوئی رابطہ نہ ہو اس کی سخت نگرانی کی جائے۔

(۳) مدرسہ میں پڑھانے والی صرف استانیاں ہوں کسی بھی مرد استاذ (جو ان یا بوڑھا) کو ہر گز مدرس نہ رکھا جائے خواہ وہ کتنا ہی پاک باز اور صالح کیوں نہ ہو اس لیے کہ شیطان کے اثر سے

حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔

(۴) مدرسہ کا نصاب معتبر علماء کے ذریعہ تجویز کرایا جائے یہ نہ ہو کہ جیسا جی میں آیا کتابیں متعین کر لی اور تعلیم شروع کر دی۔

(۵) ہر لڑکی کو عالمہ فاضلہ (سند یافتہ) بنانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ضروری دینی معلومات اور روزمرہ کی ضروریات کا علم سب کو سکھایا جائے اور جو لڑکیاں ذہین، باکردار اور سلیم الطبع ہوں آگے کی تعلیم صرف ایسی ہی لڑکیوں کو دی جائے۔

(۶) تعلیم کے ساتھ تربیت اور امور خانہ داری (مثلاً کھانا بنانا، سلائی، بنائی، کڑھائی وغیرہ) کی مشق پر بھرپور توجہ دی جائے۔

(۷) منتظمین اپنی محارم عورتوں کے ذریعہ نظام چلائیں ایسا نہ ہو کہ مرد منتظم بالکل اجنبی ہو اور خواتین استانیوں اور ذمہ داروں میں کوئی اس کا محرم نہ ہو ایسی صورت میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۳۵، فتاویٰ رحیمیہ ج ۹ ص ۲۵، احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۲۹، بہشتی زیور حصہ ۱ ص ۸۷، اصلاح انقلاب ج ۱ ص ۲۶۸، ۳۲۷، ۳۲۸ وغیرہ)

نوٹ: عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ نہایت ہی نازک ہے، اس پر فتن دور میں لڑکیوں کا گھر سے باہر نکلنا ہی بے راہ روی کا باعث ہے؛ اس لیے بہتر صورت یہ ہے کہ گھروں میں رہ کر ہی ان کی تعلیم و تربیت کا نظم کرنا چاہیے ہمارے اکابر نے گھروں کی تعلیم کو بابرکت فرمایا ہے، اور اس کے ذریعہ بچیاں گھر کے کام کاج، معاشرت کا اسلامی طریقہ، حقوق و آداب بھی آسانی سیکھ لیتی ہیں، اور محنت کش رہتی ہیں، کیونکہ موجودہ مدرسہ البنات کے نظام سے بچیوں کی معاشرتی تربیت متاثر ہوتی ہے، جس کا آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

## مدرسہ البنات میں دورہ تک کی تعلیم

اگر کسی جگہ گھروں میں بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، دینی تعلیم کے رسالے، سیرت صحابیات، سیرت خاتم الانبیاء اور سیرت خلفائے راشدین کی تعلیم کا آسانی نظم ہو سکے تو مدرسہ البنات کے

مقابلہ میں یہی نظم قائم کرنا افضل اور بہتر ہے اور اگر گھروں میں بچیوں کی تعلیم کا نظم کرنا ممکن نہ ہو تو بچیوں کی ضروری دینی تعلیم کے لیے مذکورہ بالا شرائط کو مدنظر رکھ کر رہائشی تعلیمی ادارے کے قیام کی گنجائش ہے، لیکن ان میں پڑھانے والیاں سب عورتیں ہونی چاہئیں اور انہیں دورہ تک نصاب پڑھانے کی ضرورت نہیں بلکہ چار پانچ سال میں ضروری دینی و دنیوی معلومات اور گھریلو امور میں مہارت پیدا کر کے سلسلہ تعلیم مکمل کر دینا چاہیے ورنہ بڑے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ (کتاب النوازل، ج ۱ ص ۱۴، ج ۲ ص ۲۵۱، احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۵۹)

## کیا عورتیں ڈاکٹر یا معلمہ بن سکتی ہیں؟

ضرورت کی بنا پر عورتوں کے لیے ڈاکٹر، نرس یا معلمہ بننا فی نفسہ جائز یا مستحسن ہی نہیں بلکہ وقت کی اہم ضرورت ہے، لیکن تعلیم کے دوران اور تعلیم کے بعد بھی بہر حال شرعی حدود کی پابندی رکھنا ضروری ہے اجنبی مردوں سے میل جول یا تنہائی یا بے پردگی جائز نہ ہوگی، اس لیے کہ ڈاکٹر بن کر صرف عورتوں کا علاج کرے اور نرس صرف مریضہ عورتوں کی خدمت پر مامور ہو، اور معلمہ بن کر صرف عورتوں یا چھوٹے بچوں کو پڑھائے، اگر اس کے خلاف کرے گی تو گنہگار ہوگی۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۳۲، ۳۳، ۳۶)

قال الله تعالى : قل للمؤمنين يغضضن من ابصارهن الآية (سورة النور آية ۳۱)  
وفی رواية المرأة عورة مستورة (نصب الرایة لاجادیت الہدایہ ج ۱ ص ۲۹۸، الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۱۱۹)  
وفی الاشباہ والنظائر: الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام. (الدرالمختار، کتاب الحضرة والاباحة باب الاستبراء ج ۹ ص ۵۲۹ ذکر یا)

## بچیوں کی تعلیم کے لیے مرد استاذ کا نظم

بہتر یہ ہے کہ بچیوں کی تعلیم دیندار استانیوں کے ذریعہ دی جائے خواہ بچیاں چھوٹی ہوں

یا بڑی البتہ اگر کسی جگہ استانیوں کا انتظام نہ ہو تو ۹/۱۰ سال کی عمر تک دیندار استاذ کے پاس پڑھانے میں شرعاً حرج نہیں۔

اس سے بڑی عمر کی بچیوں کو مرد استاذ سے پڑھوانے میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لیے اس کی اجازت نہ ہوگی اگر بڑی بچیوں کے لیے معلّمہ ملنا دشوار ہو تو یہ صورت اختیار کی جائے (۱) بچیاں الگ کمرہ میں ہوں اور معلم دوسرے کمرے میں ہو اور لوڈ پٹی کے واسطے سے آواز کا تبادلہ ہو (۲) بڑی بچی، یا بچیاں پردہ میں بیٹھی ہوں اور ان کا کوئی محرم (باپ، بھائی یا اور رشتہ دار) بچیوں اور ان کے استاذ کے درمیان واسطے کے طور پر موجود ہو۔ (ہفتی زیور حصہ ۱/۸۵ تا ۹۱، احسن الفتاویٰ ج ۸/ص ۶۰، امداد المفتین ۱۰۳۱)

## لڑکیوں کی تعلیم کے لیے عصری ادارے

مکمل شرعی حدود اور پردہ کے ساتھ خالص لڑکیوں کے اسکول قائم کرنا جس میں پڑھانے والی بھی عورتیں ہوں اور مردوں کا کسی صورت میں اختلاط نہ ہو درست ہے۔ اور اس طرح کے اداروں میں لڑکیوں کو عصری تعلیم دینے کی گنجائش ہے، لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم جس میں پردہ کا کوئی لحاظ نہ ہو بالکل جائز نہیں اس سے پرہیز بہت ضروری ہے ایسی تعلیم جس سے لڑکیوں کی عفت و عصمت پر آج آئے اس کے مقابلہ میں جاہل رہنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱/ص ۲۱، امداد الاحکام ج ۱/ص ۲۱۵، فتاویٰ المفتی ج ۲/ص ۳۷)

## لڑکی کی شادی پہلے کریں یا مدرسہ میں پڑھائیں

اگر لڑکی کی شادی کی عمر ہو جائے (یعنی وہ بالغ ہو جائے) اور برابری کا رشتہ مل رہا ہو تو اس کی شادی میں جلدی کرنا چاہیے، پھر اگر ممکن ہو تو مدرسہ کی پڑھائی کو شادی کے بعد بھی جاری رکھا جاسکتا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ : من وُلِدَ لَهُ وَكَلْدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَاَدَبَهُ ، فَاِذَا بَلَغَ

فَلْيُزَوِّجْهُ ، فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاصَابَ اِثْمًا فَاِنْ مَاتَ اِثْمُهُ عَلٰى اَبِيْهِ . (مشکوٰۃ شریف ج ۲/ص ۲۷۱)

ثَلَاثٌ لِاَثْرِ خَيْرٍ هُنَّ : الصَّلَاةُ اِذَا اَتَيْتَ ، وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرْتَ ، وَالْاَيْمُ اِذَا وَجَدْتَ كُفُوًا . (کنز العمال ج ۳/ص ۵۱۳)

## مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اسلاف کے چندہ کا طریقہ

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام کے زمانہ میں چندہ کا طریقہ یہی تھا کہ لوگوں سے اجتماعی یا انفرادی طور پر تعاون کی اپیل کی جاتی اور لوگ اپنی مرضی سے کبھی نقدی ادا کرتے، اور کبھی سامان کی شکل میں تعاون کرتے تھے۔

جبکہ اسلامی حکومت میں اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ نمائندے علاقوں میں جا جا کر وصول کیا کرتے تھے اس کی تفصیلات کتب فقہ وحدیث میں موجود ہیں۔

عن ابی بردۃ بن ابی موسیٰ عن ابیہؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جائئہ السائل او طلبت الیہ حاجۃ قال اشفعوا تو جروا . ویقضی اللہ علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ماشاء (صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیها ص ۳۴۱ رقم الحدیث ۱۴۳۲ / دار الفکر بیروت)

## مہتمم کی شرعی حیثیت اور چندہ کی رقومات میں اس کے تصرفات

دینی مدارس کے مہتمم، معظّمین اور طلبہ دونوں کے وکیل بھی ہیں اور امین بھی کیونکہ ارباب اموال نے ادارہ کے مہتمم کو صراحتاً وکیل بنایا ہے کہ ہمارا مال حسب صواب دید مصارف میں صرف کر دیں یا ان کے نائب سفراء اور طلبہ نے جب ان کے اہتمام کو تسلیم کر لیا تو گویا یہ کہہ دیا کہ آپ ہمارے لیے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے ہماری ضروریات میں خرچ کریں، لہذا زکوٰۃ کی رقم

مہتمم صاحب یا ان کے سفیر کے پاس (یا مدرسہ کے دفتر میں) جمع ہوتے ہی زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، البتہ مہتمم صاحب پر یہ ضروری ہوگا کہ وہ زکوٰۃ کی رقم صرف مستحق طلبہ کی ضروریات مثلاً کھانا، پینا، وظیفہ اور ان کے علاج پر خرچ کرے، مدرسہ کے عملہ کی تنخواہ، تعمیر اور خارجی ضروریات وغیرہ میں خرچ نہ کرے اور نا ہی اپنی ذاتی ضروریات میں، زکوٰۃ کے علاوہ دیگر مصارف کا بھی یہی حکم ہے کہ مہتمم کے پاس یہ چندہ امانت ہے لہذا مہتمم صاحب مدرسہ اور مدرسہ سے متعلقہ ضروریات میں ضابطہ کے مطابق چندہ کی یہ رقمات خرچ کرنے کے پابند ہیں۔ (امداد الفتاویٰ کتاب الوکالہ ج ۳ ص ۳۱۶ دارالعلوم کراچی، تذکرۃ الرشید ص ۱۶۴ بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۵۱۴)

لايجوز بالزكوة المسجد وكذا القنابير والسقايات، واصلاح الطرقات وكري الانهار والحج والجهاد وكل مالاتملك فيه ولايجوز ان يكفن بهاميت ولايقضى بهادين الميتم (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۸۸ ارشيدية)

### سفیر کی شرعی حیثیت

مدرسہ کا سفیر زکوٰۃ دینے والے اور مہتمم دونوں کا وکیل ہوتا ہے اور زکوٰۃ کی رقم پر سفیر کا قبضہ ہوتے ہی زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اس کے بعد سفیر کی اگلی ذمہ داری زکوٰۃ کو دفتر میں داخل کرنے کی ہے۔ (مستفاد از ایضاح النوادر ص ۵۰)

### کیا سفراء عالمین کے حکم میں ہیں؟

مدارس کے سفراء، عالمین (زکوٰۃ کا ایک خاص مصرف) کے حکم میں نہیں ہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے علاوہ تمام اکابر اہل فتاویٰ کی رائے کے مطابق عالم کی شرعی تعریف ان پر صادق نہیں آتی، لہذا بلا تملیک مدّ زکوٰۃ سے ان کو تنخواہ دینا جائز نہیں بلکہ وصول یابی میں جو بھی رقم حاصل ہو سب کو اولاً مدرسہ کے دفتر میں جمع کریں اس کے بعد مدرسہ کے امدادی فنڈ سے باضابطہ

اپنی تنخواہ وصول کریں۔

(معارف القرآن اشرفیہ ج ۴ ص ۳۹۹، احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۸۴، عزیز الفتاویٰ ص ۳۶۰، امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۸)

واما العاملون فہم الذین نصبہم الامام لاسیفاء صدقات المواسی فیعطیہم ممافی یدہ من مال الصدقة ما یکفیہم وعیالہم (تاتارخانیہ، کتاب الزکوٰۃ، الفصل الثامن من توضع فیہ الزکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۹ زکویا)

### سفرائے مدارس اور عالمین کے درمیان فرق

سفرائے مدارس اور عالمین کے درمیان کئی اعتبار سے فرق ہے، یہاں بطور مثال سات امور درج کئے جاتے ہیں۔

- (۱) عامل ایک دفعہ میں زکوٰۃ دہندہ کی پوری زکوٰۃ وصول کرتا ہے، سفراء نہیں کر سکتے۔
- (۲) زکوٰۃ دہندہ پر لازم ہے کہ مال زکوٰۃ عامل کے حوالے کر دے، مگر سفراء کے حوالہ کرنا لازم نہیں ہے۔
- (۳) عامل کو ہر صاحب نصاب سے زکوٰۃ وصول ہوتی ہے مگر سفراء کو نہیں ہوتی، کوئی دیتا ہے کوئی واپس کر دیتا ہے۔
- (۴) عامل کے پیچھے قوت عسکری ہوتی ہے سفراء کے پیچھے نہیں ہوتی۔
- (۵) عامل کی زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہوتی ہے سفراء کی نہیں۔
- (۶) عامل کی زکوٰۃ حکومت کے نظام کے تحت بلا کسی حیلہ جوئی کے مصرف میں صرف ہوتی ہے، سفراء کی نہیں بلکہ اس میں اکثر حیلہ تملیک بھی ہوتا ہے۔
- (۷) عامل کی زکوٰۃ کی حفاظت اور صحیح مصرف پر خرچ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے، سفراء کی زکوٰۃ کے لیے منجانب حکومت کوئی انتظام نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۱ ص ۱۸۰)

## دینی ضرورت کے لیے چندہ کرنا

دینی ضرورت کی تکمیل کے لیے چندہ کرنا ایک ضروری کام ہے، اگر سب لوگ اس سے کنارہ کشی کر لیں تو دین کا کام کیسے چلے گا اس لیے ضرورت کے وقت چندہ کے کام سے پہلو تہی کرنا مناسب نہیں اسی طرح اگر ہر کس ونا کس اس کام پر لگے گا تو بھی نظام خراب ہو جائے گا لہذا ذمہ دار کو چاہیے کہ ایسے افراد کو چندے کے لیے متعین کریں جو چندے کے ضروری مسائل سے واقف ہوں تاکہ دین کا بنیادی کام خیانت سے پاک رہے اور دینی مدارس اپنے قدیم دستور پر کام کرتے رہیں۔ الضرورات تبیح المحضورات (الاشاہ والنظار، القاعدة الخامسة ص ۲۵۱ مطبوعہ زکریا)

## مدارس میں وصول ہونے والی رقومات کو کس طرح خرچ کیا جائے

مدرسہ میں جو رقومات آتی ہیں ان میں سے امدادی رقومات کو مدرسہ کے ذمہ داران حسب ضرورت مدرسہ کی کسی بھی مد میں لگا سکتے ہیں، لیکن جو زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقومات ہیں انہیں تعمیر یا تنخواہ وغیرہ میں براہ راست خرچ کرنا جائز نہیں، بلکہ انہیں زکوٰۃ کے مصارف میں ہی خرچ کرنا ضروری ہے، مثلاً نادار بچوں کے لیے کھانے اور وظیفہ کا نظم وغیرہ، اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین کردی تو اسی مصرف پر چندہ صرف کیا جائے اس کے خلاف نہ کیا جائے، اگر مصرف کی تعیین نہیں کی بلکہ مہتمم کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دے دیا تو پھر ہر مصلحت میں صرف کرنا جائز ہے جن رقومات میں تملیک واجب ہے ان کو بغیر تملیک کے غیر محل یعنی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں، لہذا سفراء کے لیے مناسب ہے کہ چندہ دہندگان کے سامنے تمام مدت پیش کر دیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا روپیہ کہاں کہاں صرف ہوتا ہے۔

قال الله تعالى: انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين. الآية (التوبة)

ایت ۶۰)

الزکوٰۃ تملیک جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير (شامی کتاب الزکوٰۃ

ج ۳/ص ۱۷۱، ۱۷۲)

ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا یصرف الی بناء مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیہ. (شامی باب المصروف ج ۳/ص ۲۹۱)

## مدرسہ کی تعمیر میں حکومت کا پیسہ لگانا

حکومت اگر خوشی سے پیسہ دے، اور اس کے حصول میں کوئی ناجائز ذریعہ نہ اپنایا جائے، تو یہ رقم عطیہ ہے، شرعاً اس کا لینا درست ہے اور مدرسہ کی ہر ضرورت میں خرچ کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کا اطمینان کر لیا جائے کہ اس حکومتی پیسہ سے مدرسہ کی خود مختاری اور آزادی پر کوئی آٹھ نہ آئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۶/ص ۲۳۷، کتاب النوازل ج ۱۳/ص ۲۰۰)

ومصرف الجزية والخراج ومال التغلیبی وهدیتهم للامام مصالحنا کسند ثغور..... وكفاية العلماء والمتعلمين وبه یدخل طلبة العلم (تنویر الأبصار مع الدر المختار ج ۶/ص ۳۲۸، زکریا دیوبند)

## مدارس کے بکروں اور دیگر جانوروں کو فروخت کرنا

مدارس میں دیے جانے والے صدقہ کے بکروں یا دیگر جانوروں کو فروخت کر کے، اس کی رقم سے دوسری کوئی چیز خرید کر طلبہ پر خرچ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، شرعاً اس کی گنجائش ہے، البتہ ماتحتوں کو ذمہ داری اجازت (خواہ صراحتاً ہو یا دلالتاً) ہی سے یہ عمل انجام دینا چاہیے، اگر ذمہ دار نے ماتحت کو اس کا اختیار نہیں دیا ہوا ہے تو ماتحت کا یہ تصرف درست نہ ہوگا۔

والنذر من اعتكاف..... أو غیرها غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان

ومكان ودرهم وفقير (الدر المختار ج ۳/ص ۴۲۳)

وفی السراجیة: نذر أن یتصدق بهذه المائة الدرهم یوم کذا علی فلان،

فتصدق بمائة اخرى قبل مجئ ذلك اليوم على مسكين اخر جاز (الفتاویٰ

التاتارخانية ج ۶/ص ۲۸۵، رقم: ۹۳۵۸، زکریا)

وسائر التصرفات لمن يتولى . (الدرالمختار مع رد المحتار كتاب الوقف

ج ۶/ص ۵۸۹، زکریا)

والنائب مثل الاصيل . (شامی ج ۶/ص ۵۸۹، زکریا)

## مصرف کی کل رقم جمع ہو جانے کے بعد اسی مصرف میں چندہ کرنا

کسی مصرف کی کل رقم وصول ہو جانے کے بعد اسی مصرف کے نام پر چندہ مانگنا غلط طریقہ ہے، کسی اور ضرورت کے عنوان پر چندہ کیا جانا چاہیے، یہ کذب بیانی ہے۔

قال النبي ﷺ آية المنافق ثلاثة: اذا حدثت كذب. الحديث. (بخاری كتاب

الایمان، باب علامة المنافق)



## زکوٰۃ

مدرسہ میں وصول ہونے والی ایسی رقم جسکا دینا فرض ہو زکوٰۃ کہلاتی ہے، زکوٰۃ ہر صاحب نصاب عاقل و بالغ شخص پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں زکوٰۃ کے کل آٹھ مصارف (مفلسین محتاجین، مساکین، زکوٰۃ وصول کرنے والے، کفار کو تالیف قلوب کے لیے، غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے، قرضداروں کے قرض کو چکانے کے لیے، اور اللہ کے راستے کے لیے) ذکر فرمادیے ہیں۔

## مصارف زکوٰۃ

زکوٰۃ ایک اہم ترین عبادت ہے جس کا بنیادی مقصد غرباء و مساکین کا تعاون کرنا ہے، لیکن

زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینے والوں کو یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ وہ جس کو چاہے دے دیں، بلکہ از خود زکوٰۃ کے مصارف متعین فرمادیے (سورہ توبہ کی آیت ۶۰ میں اس کا ذکر موجود ہے)

لہذا اچھی طرح تحقیق کر لی جائے پھر زکوٰۃ دی جائے۔

تفصیل درج ذیل ہیں۔

(۱) فقیر: اصطلاح شریعت میں فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جس شخص کے پاس تھوڑا بہت مال ہے لیکن اتنا نہیں کہ نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے، یا اتنا مال و اسباب ہے کہ اس کی مالیت نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جاتی ہے لیکن وہ حاجت اصلہ کے ساتھ مشغول ہے تو ایسی صورت میں یہ شخص فقیر ہی رہے گا، اور مستحق زکوٰۃ ہو سکے گا۔ (عالمگیری: ج ۱ ص ۹۶)

مثلاً ایک شخص کے پاس رہنے کا گھر اور استعمالی برتن کپڑے اور کام کاج کے لیے نوکر چاکر اور گھر کا فرنیچر ہے، لیکن ان چیزوں کے علاوہ کوئی نقدی رقم جو نصاب کو پہنچے یا زیور جو نصاب کو پہنچ جائے نہیں ہے، یا ہے لیکن قرض کے ساتھ مشغول ہے ایسی صورت میں یہ شخص اصطلاحاً فقیر ہے۔

هو فقير وهو من له ادنى شئى اى دون نصاب أو قدر نصاب . (تنوير الابصار

على الدر المختار ج ۳/ص ۲۸۳، زکریا)

(۲) مسکین: اصطلاح شرع میں ”مسکین“ اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، کھانے اور بدن چھپانے کے لیے سوال کرنے کی ضرورت پڑے، یہ شخص فقیر سے زیادہ محتاج اور مفلوک الحال ہوتا ہے۔

ومسكين من لا شئى له محتاج إلى المسئلة لقوته، وما یوارى بدنه. (تنوير

الابصار على الدر المختار ج ۳/ص ۲۸۳، زکریا)

(۳) عامل: اصطلاح فقہاء میں ”عاملین“ انہیں کہتے ہیں جن کو امام نے بغرض وصول صدقات و عشر مقرر کیا ہو ایسے لوگوں کو ان ہی صدقات میں سے جنہیں وہ وصول کر کے لاتے ہیں

بقدر کفایت دیا جائے گا۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۹۶)

نوٹ: (الف) واضح رہے کہ فقیر اور مسکین کا استحقاق بحیثیت حاجت ہے اور عامل کا استحقاق بحیثیت معاوضہ خدمت ہے، لہذا اگر عامل غنی ہو تو بھی دینا درست ہے۔

(ب) عامل کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ بحیثیت حق الخدمت ہے، اس قید سے واضح ہو جانا چاہیے کہ جو کچھ اسے ملتا ہے یہ اجرت نہیں کیونکہ اجرت میں جہالت مفسد عقد ہوتی ہے یہاں جہالت مفضر نہیں ہوتی، اسلامی حکومت اس کی ضروریات کو مد نظر رکھ کے اسی زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ نکال کر دے دیتی ہے جو کہ اسے کافی ہو جائے، لیکن اگر اس کی ضروریات اتنی زیادہ ہوں جو ان کی وصول کردہ تمام زکوٰۃ کو محیط ہو جائے تو اس صورت میں نصف سے زائد نہ دیا جائے گا۔

(ج) عامل کو جو کچھ دیا جائے گا اس کی وصول کردہ زکوٰۃ سے دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر اس کی وصول کردہ زکوٰۃ ضائع ہوگئی تو اس کا حق الخدمت بھی ضائع ہو جائے گا۔ (مستفاد: معارف القرآن ج ۴ ص ۳۹۸)

مصارف زکوٰۃ میں صرف یہی ایک مصرف ایسا ہے جس میں زکوٰۃ کی رقم کو بطور معاوضہ خدمت دی جاتی ہے، ورنہ زکوٰۃ نام ہی اس عطیہ کا ہے جو غریبوں کو بغیر کسی معاوضہ خدمت کے دیا جائے اور اگر کسی غریب فقیر کو کوئی خدمت لے کر مال زکوٰۃ دیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

اسی لیے یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں، اول یہ کہ مال زکوٰۃ کو معاوضہ خدمت میں کیسے دیا گیا؟ دوسرے یہ کہ مالدار کے لیے یہ مال زکوٰۃ حلال کیسے ہوا، ان دونوں سوالوں کا جواب ایک ہی ہے: کہ عالمین صدقہ کی اصلی حیثیت کو سمجھ لیا جائے وہ یہ کہ یہ حضرات فقراء کے وکیل کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ وکیل کا قبضہ اصل مؤکل کے قبضہ کے حکم میں ہوتا ہے اگر کوئی شخص اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے کسی کو وکیل مختار بنا دے، اور قرضدار یہ قرض وکیل کو سپرد کر دے تو وکیل کا قبضہ ہوتے ہی قرضدار بری ہو جاتا ہے تو جب زکوٰۃ کی رقم عالمین صدقہ نے فقراء کے وکیل ہونے کی حیثیت سے وصول کر لی تو ان کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب یہ پوری رقم ان فقراء

کی ملک ہے جن کی طرف سے بطور وکیل انہوں نے وصول کی ہے اب جو رقم بطور حق الخدمت کے ان کو دی جاتی ہے وہ مالداروں کی طرف سے نہیں بلکہ فقراء کی طرف سے ہوئی، اور فقراء کو اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار ہے، ان کو یہ بھی حق ہے کہ جب اپنا کام ان لوگوں سے لیتے ہیں تو اپنی رقم میں سے ان کو معاوضہ خدمت دیدیں۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ فقراء نے تو ان کو وکیل مختار نہیں بنایا یہ ان کے وکیل کیسے بن گئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی حکومت کا سربراہ جس کو امیر کہا جاتا ہے وہ قدرتی طور پر من جانب اللہ پورے ملک کے فقراء وغرباء کا وکیل ہوتا ہے کیوں کہ ان سب کی ضروریات کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے، امیر مملکت جس کو صدقات کی وصول یا پناہ پر عامل بنا دے وہ سب ان کے نائب کی حیثیت سے فقراء کے وکیل ہو جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ عالمین صدقہ کو جو کچھ دیا گیا وہ درحقیقت زکوٰۃ نہیں دی گئی، بلکہ زکوٰۃ جن فقراء کا حق ہے ان کی طرف سے ان کو معاوضہ خدمت دیا گیا جیسے کوئی غریب فقیر کسی کو اپنے مقدمہ کا وکیل بنا دے اور اس کا حق الخدمت زکوٰۃ کے حاصل شدہ مال سے ادا کر دے تو یہاں نہ تو دینے والا بطور زکوٰۃ کے دے رہا ہے اور نہ لینے والا زکوٰۃ کی حیثیت سے لے رہا ہے۔

فائدہ: تفصیل مذکور سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آجکل جو اسلامی مدارس اور انجمنوں کے مہتمم یا ان کی طرف سے بھیجے ہوئے سفیر صدقات، زکوٰۃ وغیرہ مدارس اور انجمنوں کے لیے وصول کرتے ہیں، ان کا وہ حکم نہیں جو عالمین صدقہ کا اس آیت میں مذکور ہے، کہ زکوٰۃ کی رقم میں سے ان کی تنخواہ دی جاسکے، بلکہ ان کو مدارس اور انجمن کی طرف سے جداگانہ تنخواہ دینا ضروری ہے زکوٰۃ کی رقم سے ان کی تنخواہ نہیں دی جاسکتی، وجہ یہ کہ یہ لوگ فقراء کے وکیل نہیں، بلکہ اصحاب زکوٰۃ (مالداروں) کے وکیل ہیں، ان کی طرف سے مال زکوٰۃ کو مصرف پر لگانے کا ان کو اختیار دیا گیا ہے، اسی لیے ان کا قبضہ ہو جانے کے بعد بھی زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی جب تک یہ حضرات اس کو مصرف پر خرچ نہ کریں۔

فقراء کا وکیل نہ ہونا اس لیے ظاہر ہے کہ حقیقی طور پر کسی فقیر نے ان کو اپنا وکیل بنایا نہیں، اور امیر المؤمنین کی ولایت عامہ کی بناء پر جو خود بخود وکالت فقراء حاصل ہوتی ہے وہ بھی ان کو حاصل نہیں، اس لیے بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ ان کو اصحاب زکوٰۃ کا وکیل قرار دیا جائے اور جب تک یہ اس مال کو مصرف پر خرچ نہ کر دیں ان کا قبضہ ایسا ہی ہے جیسا کہ زکوٰۃ کی رقم خود مال والے کے پاس رکھی ہو۔

اس معاملہ میں عام طور پر غفلت برتی جاتی ہے، بہت سے ادارے زکوٰۃ کا فنڈ وصول کر کے اس کو سالہا سال رکھے رہتے ہیں اور اصحاب زکوٰۃ سمجھتے ہیں کہ ہماری زکوٰۃ ادا ہوگئی، حالانکہ ان کی زکوٰۃ اس وقت ادا ہوگی جب ان کی رقم مصارف زکوٰۃ میں صرف ہو جائے۔

اسی طرح بہت سے لوگ ناواقفیت کی وجہ سے ان لوگوں کو عالمین صدقہ کے حکم میں داخل سمجھ کر زکوٰۃ ہی کی رقم سے ان کی تنخواہ دیتے ہیں، یہ نہ دینے والوں کے لیے جائز ہے، نہ لینے والوں کے لیے۔

**عبادت پر اجرت:** یہاں ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے اشارات اور احادیث رسول ﷺ کی بہت سی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ کسی عبادت پر اجرت و معاوضہ لینا حرام ہے، مسند احمد کی حدیث میں براویت عبدالرحمن بن شبل منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ ”یعنی قرآن پڑھو، مگر اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ“ اور بعض روایات میں اس معاوضہ کو قطعاً جہنم فرمایا ہے جو قرآن پر لیا جائے، اس کی بناء پر فقہاء امت کا اتفاق ہے کہ طاعات و عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صدقات وصول کرنے کا کام ایک دینی خدمت اور عبادت ہے، رسول کریم ﷺ نے اس کو ایک قسم کا جہاد فرمایا ہے، اس کا مقتضی یہ تھا کہ اس پر بھی کوئی اجرت و معاوضہ لینا حرام ہوتا، حالانکہ قرآن کریم کی اس آیت نے صراحتاً اسکو جائز قرار دیا، اور زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں اس کو داخل فرمایا۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس کے متعلق فرمایا کہ جو عبادات فرض یا واجب عین ہیں ان پر اجرت لینا مطلقاً حرام ہے، لیکن جو فرض کفایہ ہیں ان پر کوئی معاوضہ لینا اسی آیت کی رو سے جائز ہے، فرض کفایہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک کام پوری امت یا پورے شہر کے ذمہ فرض کیا گیا ہے، مگر یہ لازم نہیں کہ سب ہی اس کو کریں، اگر بعض لوگ ادا کر لیں تو سب سبکدوش ہو جاتے ہیں، البتہ اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوتے ہیں۔

امام قرطبی نے فرمایا کہ اسی آیت سے ثابت ہوا کہ امامت و خطابت کا معاوضہ لینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی واجب علی العین نہیں، بلکہ واجب علی الکفایہ ہیں انتہی۔

اسی طرح تعلیم قرآن وحدیث اور دوسرے دینی علوم کا بھی یہی حال ہے، کہ یہ سب کام پوری امت کے ذمہ فرض کفایہ ہیں، اگر بعض لوگ کر لیں تو سب سبکدوش ہو جاتے ہیں، اس لیے اگر اس پر کوئی معاوضہ اور تنخواہ لی جائے تو بھی جائز ہے۔

چوتھا مصرف مصارف زکوٰۃ میں سے مؤلفۃ القلوب ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی دل جوئی کے لیے ان کو صدقات دیئے جاتے تھے، عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں تین چار قسم کے لوگ شامل تھے، کچھ مسلمان کچھ غیر مسلم، پھر مسلمانوں میں بعض تو وہ لوگ تھے جو غریب حاجت مند بھی تھے اور نو مسلم بھی، ان کی دل جوئی اس لیے کی جاتی تھی کہ اسلام پر پختہ ہو جائیں، اور بعض وہ تھے جو مالدار بھی تھے اور مسلمان ہو گئے تھے، مگر ابھی تک ایمان کا رنگ ان کے دلوں پر چرچا نہیں تھا، اور بعض وہ لوگ تھے جو خود تو کچھ مسلمان تھے مگر ان کی قوم کو ان کے ذریعہ ہدایت پر لانا اور پختہ کرنا مقصود تھا اور غیر مسلموں میں کچھ وہ لوگ تھے جن کے شر سے بچنے کے لیے ان کی دل جوئی کی جاتی تھی، اور بعض وہ تھے جن کے بارے میں یہ تجربہ تھا کہ نہ تبلیغ و تعلیم سے اثر پذیر ہوتے ہیں، نہ جنگ و تشدد سے بلکہ احسان و حسن سلوک سے متاثر ہوتے ہیں، رحمۃ للعالمین ﷺ تو یہ چاہتے تھے کہ خلق خدا کو کفر کی ظلمت سے نکال کر نور ایمان میں لے آئیں، اس کے لیے ہر وہ جائز تدبیر کرتے تھے جس سے یہ لوگ متاثر ہو سکیں، یہ سب قسمیں عام طور پر مؤلفۃ القلوب میں داخل سمجھی

جاتی ہیں جن کو صدقات کا چوتھا مصرف اس آیت میں قرار دیا ہے۔

الغرض مؤلفۃ القلوب، کو دل جوئی کے لیے صدقات سے حصہ دیا جاتا تھا، عام خیال کے مطابق ان میں مسلم وغیر مسلم دونوں طرح کے لوگ تھے، غیر مسلموں کی دل جوئی اسلام کی ترغیب کے لیے اور نو مسلموں کی دل جوئی اسلام پر پختہ کرنے کے لیے کی جاتی تھی، عام طور پر مشہور یہ ہے کہ ان کو رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک خاص علت اور مصلحت کے لیے جس کا ذکر ابھی آچکا ہے، صدقات دیئے جاتے تھے، آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب کہ اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہوگئی اور کفار کے شر سے بچنے یا نو مسلموں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لیے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ علت اور مصلحت ختم ہوگئی، اس لیے ان کا حصہ بھی ختم ہو گیا، جس کو بعض فقہاء نے منسوخ ہو جانے سے تعبیر فرمایا ہے، فاروق اعظم، حسن بصری، شععی، ابوحنیفہ، مالک بن انس..... کی طرف یہی قول منسوب ہے۔

اور بہت سے حضرات نے فرمایا کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ منسوخ نہیں، بلکہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے زمانے میں اس کو ساقط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے ان کا حصہ ساقط کر دیا گیا، آئندہ کسی زمانہ میں پھر ایسی ضرورت پیش آجائے تو پھر دیا جاسکتا ہے، امام زہری، قاضی عبدالوہاب ابن عربی، امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے، لیکن تحقیقی اور صحیح بات یہ ہے کہ غیر مسلموں کو صدقات وغیرہ سے کسی وقت کسی زمانہ میں حصہ نہیں دیا گیا، اور نہ وہ مؤلفۃ القلوب میں داخل ہیں جن کا ذکر مصارف صدقات میں آیا ہے۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں ان سب لوگوں کے نام تفصیل کے ساتھ شمار کیے ہیں جن کی دل جوئی کے لیے رسول کریم ﷺ نے صدقات سے حصہ دیا ہے، اور یہ سب شمار کرنے کے بعد فرمایا ہے: وبالجملة فكلهم مؤمن ولم يكن فيهم كافر، یعنی خلاصہ یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب سب کے سب مسلمان ہی تھے، ان میں کوئی کافر شامل نہیں تھا۔

اسی طرح تفسیر مظہری میں ہے: لم ينبت ان النبى ﷺ اعطى احدا من الكفار

لايلايلاف شيئا من الزكوة، یعنی یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کافر کو مال زکوٰۃ میں سے اس کی دل جوئی کے لیے حصہ دیا ہو اس کی تائید تفسیر کشاف کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصارف صدقات کا بیان یہاں ان کفار و منافقین کے جواب میں آیا ہے جو رسول اللہ ﷺ پر تقسیم صدقات کے بارے میں اعتراض کیا کرتے تھے کہ ہم کو صدقات نہیں دیتے، اس آیت میں مصارف صدقات کی تفصیل بیان فرمانے سے مقصد یہ ہے کہ ان کو بتلادیا جائے کہ کافر کا کوئی حق مال صدقات میں نہیں ہے، اگر مؤلفۃ القلوب میں کافر بھی داخل ہوں تو اس جواب کی ضرورت نہ تھی۔

تفسیر مظہری میں اس مغالطہ کو بھی اچھی طرح واضح کر دیا ہے جو بعض روایات حدیث کے سبب لوگوں کو پیش آیا ہے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض غیر مسلموں کو کچھ عطیات دیئے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت میں جو یہ مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفوان بن امیہ کو کافر ہونے کے زمانہ میں کچھ عطیات دیئے، اس کے متعلق امام نووی کے حوالہ سے تحریر فرمایا کہ یہ عطیات زکوٰۃ کے مال سے نہ تھے، بلکہ غزوہ حنین کے مال غنیمت کا جو خمس بیت المال میں داخل ہوا اس میں سے دیئے گئے، اور یہ ظاہر ہے کہ بیت المال کی اس مد سے مسلم وغیر مسلم دونوں پر خرچ کرنا باتفاق فقہاء جائز ہے، پھر فرمایا کہ امام بیہقی، ابن سید الناس، امام ابن کثیر وغیرہم سب نے یہی قرار دیا ہے کہ یہ عطاء مال زکوٰۃ سے نہیں بلکہ خمس غنیمت سے تھی۔

(۵) فك الرقاب: جو تھا مصرف زکوٰۃ ”فك الرقاب“ ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ کسی ایسے غلام کی امداد کی جائے جس نے اپنے مولیٰ کے ساتھ عقد کتابت کیا ہو ہے، اور روپیہ جمع کر کے اپنے مولیٰ کو دے کر اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہتا ہے سو ایسے آدمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی ہو کیوں کہ اس کا غنی مشغول بالحاجت ہے۔

ومنها الرقاب: هم المكاتبون ويعاونون في فك رقابهم كذا في

محيط السير حسى ويجوز الدفع الى مكاتب غنى علم بذالك اولم يعلم (كذا في

(۶) الغارین: غارین غارم کی جمع ہے، اصطلاح میں غارم اسے کہتے ہیں جس پر قرضہ کا بوجھ ہو اور وہ نصاب کا مالک نہ ہو، یا نصاب کا مالک تو ہے لیکن وہ نصاب، قرض کے اندر مشغول ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۹۶)

(۷) وفی سبیل اللہ: اس کی تفسیر میں صاحب بدائع نے تحریر فرمایا ہے کہ ”فی سبیل اللہ“ سے تمام انواع خیر اور جہات عبادت مراد ہیں، اس میں حج یا غزوہ کی تخصیص مناسب نہیں، لہذا ہر وہ شخص جو اطاعت الہی میں اور وجوہ خیر میں کوشش کرنے والا ہو، مثلاً طلباء علوم دینیہ اور مبلغین اسلام کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں، امام ابو یوسف فرماتے ہیں اس سے مراد فقراء غزاة (یعنی وہ مجاہدین جن کے پاس اسلحہ اور جنگ کا ضروری سامان خریدنے کے لیے مال نہ ہو) ہیں اور امام محمد کے نزدیک منقطع حجاج (یعنی وہ شخص جس کے ذمہ حج فرض ہو چکا، مگر اب اس کے پاس مال نہیں رہا) مراد ہے۔

تنبیہ: لفظ فی سبیل اللہ کے لفظی معنی بہت عام ہیں، جو کام اللہ کی رضا جوئی کے لیے کیے جائیں وہ سب اس عام مفہوم کے اعتبار سے فی سبیل اللہ میں داخل ہیں، جو لوگ رسول کریم ﷺ کی تفسیر و بیان اور ائمہ تفسیر کے ارشادات سے قطع نظر محض لفظی ترجمہ کے ذریعہ قرآن سمجھنا چاہتے ہیں یہاں ان کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ لفظ فی سبیل اللہ دیکھ کر زکوٰۃ کے مصارف میں ان تمام کاموں کو داخل کر دیا جو کسی حیثیت سے نیکی یا عبادت ہیں، مساجد، مدارس، شفا خانوں، مسافر خانوں وغیرہ کی تعمیر کنویں اور پبل اور سرسریں بنانا، اور ان رفائی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں اور تمام دفتری ضروریات ان سب کو انہوں نے فی سبیل اللہ میں داخل کر کے مصرف زکوٰۃ قرار دے دیا، جو سراسر غلط ہے، اور اجماع امت کے خلاف ہے، صحابہ کرام جنہوں نے قرآن کو براہ راست رسول کریم ﷺ سے پڑھا اور سمجھا ہے ان کی اور ائمہ تابعین کی جتنی تفسیریں اس لفظ کے متعلق منقول ہیں ان میں اس لفظ کو حجاج اور مجاہدین کے لیے مخصوص قرار دیا گیا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک اونٹ کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ اس اونٹ کو حجاج کے سفر میں استعمال کرو۔ (مسوط نرخی، ج ۳ ص ۱۰)

امام ابن جریر، ابن کثیر، قرآن کی تفسیر، روایات حدیث ہی سے کرنے کے پابند ہیں، ان سب نے لفظ فی سبیل اللہ کو ایسے مجاہدین اور حجاج کے لیے مخصوص کیا ہے جن کے پاس جہاد یا حج کا سامان نہ ہو، اور جن حضرات فقہاء نے طالب علموں یا دوسرے نیک کام کرنے والوں کو اس میں شامل کیا ہے تو اس شرط کے ساتھ کیا ہے کہ وہ فقیر و حاجت مند ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ فقیر و حاجت مند تو خود ہی مصارف زکوٰۃ میں سب سے پہلا مصرف ہیں، ان کو فی سبیل اللہ کے مفہوم میں شامل نہ کیا جاتا جب بھی وہ مستحق زکوٰۃ تھے، لیکن ائمہ اربعہ اور فقہائے امت میں سے یہ کسی نے نہیں کہا کہ رفاه عام کے اداروں اور مساجد و مدارس کی تعمیر اور ان کی جملہ ضروریات مصارف زکوٰۃ میں داخل ہیں، بلکہ اس کے خلاف اس کی تصریحات فرمائی ہیں کہ مال زکوٰۃ ان چیزوں میں صرف کرنا جائز نہیں، فقہاء حنفیہ میں سے شمس الائمہ سرخسی نے مسوط (ج ۲ ص ۲۰۲) اور شرح سیر (شرح مختصر الخلیل ج ۱ ص ۱۶۱) میں اور فقہائے شافعیہ میں ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں اور فقہاء مالکیہ میں سے در دیر نے شرح مختصر خلیل میں اور فقہاء حنابلہ میں سے موفی نے مغنی میں اس کو پوری تفصیل سے لکھا ہے۔

ائمہ تفسیر اور فقہائے امت کی مذکورہ تصریحات کے علاوہ اگر ایک بات پر غور کر لیا جائے تو اس مسئلہ کے سمجھنے کے لیے بالکل کافی ہے وہ یہ کہ اگر زکوٰۃ کے مسئلہ میں اتنا عموم ہوتا کہ تمام طاعات و عبادات اور ہر قسم کی نیکی پر خرچ کرنا اس میں داخل ہو تو پھر قرآن میں ان آٹھ مصرفوں کا بیان (معاذ اللہ) بالکل فضول ہو جاتا ہے، اور رسول کریم ﷺ کا ارشاد جو پہلے اسی سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات متعین کرنے کا کام نبی کو بھی سپرد نہیں کیا، بلکہ خود ہی اسکے آٹھ مصرف متعین فر دیئے۔

تو اگر فی سبیل اللہ کے مفہوم میں تمام طاعات اور نیکیاں داخل ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے تو معاذ اللہ یہ ارشاد نبوی ﷺ بالکل غلط ٹھہرتا ہے، معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ کے لغوی ترجمہ سے جو ناواقف کو عموم سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے، بلکہ مراد وہ ہے جو رسول کریم ﷺ کے بیان اور صحابہ و تابعین کی تصریحات سے ثابت ہے۔

(۸) وابن السبیل: وہ مسافر جس کا سفر میں زاد راہ ختم ہو گیا، اگرچہ وطن میں مال موجود ہے اور غنی رکھتا ہے لیکن فی الحال چونکہ یہ فقیر ہے لہذا اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے، تاکہ وہ اپنے سفر کی ضروریات پوری کر کے وطن واپس جاسکے۔

### سفر کا زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا

سفراء حضرات کو جو چندہ کا پیسہ ملتا ہے اس کو مدرسہ کے دفتر میں جمع کرنے سے پہلے ان حضرات کو اس میں کسی رقم کے تصرف اور استعمال کا حق نہیں، اس کو ذاتی استعمال میں لانا سفراء کی طرف سے سخت خیانت ہے اور جو سفیر چندہ کے پیسے کو اپنی ذات پر خرچ کر لیتا ہے وہ سخت گناہ گار ہوگا، اگرچہ مدرسہ میں اس کے بدلے میں پیسے بھی جمع کر دیتا ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ گلستان کتاب گھر ص ۵۲۹)

ان الله يأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها (النساء آية ۵۸)

### سفراء کا زکوٰۃ کی رقم سفر و طعام وغیرہ میں صرف کرنا

مدرسہ کے سفراء کے لیے زکوٰۃ کی رقم سفر و طعام اور دیگر ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اگر سفیر مالک نصاب ہے تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہوگی اور اگر وہ غریب ہے یعنی غیر مالک نصاب ہے تو یہ اخراجات سفیر کی مزدوری کے عوض میں ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں، لہذا مکمل سفر خرچ اپنی جیب، یا پھر مدرسہ کے دفتر سے وصول کر لینا چاہیے اور زکوٰۃ کا ایک ایک پیسہ دفتر تک پہنچانا چاہیے۔

الزکوٰۃ تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المال من کل وجه اللہ تعالیٰ الخ (بناہ، عینی شرح ہدایہ کتاب الزکوٰۃ باب المصرف / جدید مکتبہ اشرفیہ ج ۳ ص ۲۸۸)

### سفر کا زکوٰۃ کی رقم تبدیل کرنا

سفر کے پاس چندہ کی جو رقم جمع ہوتی ہے اس کے بدلے دوسری اتنی ہی رقم مدرسہ میں جمع کرادی جائے تو درست ہے۔

مدرسہ میں رقم جمع کر دینے کے بعد اگر مدرسہ کے چندہ کی رقم اپنے ذاتی استعمال میں لانا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔

مدرسہ میں رقم جمع کرنے سے پہلے استعمال کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۷ ص ۱۳۵)

سفر کا زکوٰۃ کی رقم دینے والے کو انکار کر کے امدادی رقم کا مطالبہ کرنا بعض مدارس کے ذمہ داران نے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ ہم اپنے ادارہ میں زکوٰۃ کی رقم نہیں لیں گے صرف امداد کی ہی رقم سے ادارہ کو چلائے گیں، یہ نظریہ اکابرین کے طریق کے خلاف ہے کیونکہ ایک شخص اپنی زکوٰۃ کی رقم لے کر آئے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا لینے سے انکار کر دے پھر وہ مالدار زکوٰۃ دینے سے غافل ہو جائے تو اس کا وبال زکوٰۃ وصول کرنے سے انکار کر نیوالے پر بھی پڑیگا اور عند اللہ دونوں مجرم ہونگے۔ اللهم احفظنا منه

### گھروں اور دکانوں پر چندہ پیٹی رکھنا

مدارس کے لیے چندہ ایک ناگزیر ضرورت ہے، اس لیے اس ضرورت کی تکمیل کے لیے ہر جائز اور مناسب شکل اختیار کی جاسکتی ہے، لہذا گھروں اور دکانوں پر چندہ پیٹی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس میں کسی پر کسی طرح کا کوئی جبر واکراہ بھی نہیں ہے، بلکہ اپنی خوشی سے ہر کوئی جو

اس میں صدقہ ڈالنا چاہے وہ ڈال سکتا ہے، جبراً چندہ وصول کرنا جائز ہے۔

قال رسول ﷺ أَلَا تَتَذَكَّرُونَ، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرَأٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ  
(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعیاری، الفصل الثانی ص ۲۵۵ قدیمی)

## مکاتب میں زکوٰۃ دینا

جس مکتب و مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف موجود نہ ہو اور اس میں نادار طلبہ کو کھانا وغیرہ نہ کھلایا جاتا ہو اس مکتب کے لیے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا جائز نہیں، اس میں زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی لہذا ایسے مکاتب کا خرچہ امدادی چندہ کے ذریعہ اور مقامی تعاون سے پورا کیا جائے۔

قال تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء، الخ الآیة

(کفایۃ المفتی / زکریا ج ۶ / ص ۲۷۰ / فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ / ص ۲۵۱)

## نذر و منت

مدرسہ میں وصول ہونے والی ایسی رقم جس کو اپنی چاہت کے پورا ہونے پر دینے والے نے صدقہ کرنے کی نیت کی تھی نذر کہلاتی ہے، صاحب خیر نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو انشاء اللہ میں اتنا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کروں گا، ابھی تک یہ مال خرچ کرنا اسکے ذمہ لازم نہیں تھا لیکن وہ کام ہونے کے بعد اس کا خرچ کرنا واجب ہوگا۔

نذر و منت سے وصول ہونیوالی رقم واجب التصدق ہے ایسی رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔ (فتاویٰ شامی، ج ۲، ص ۳۳۹)

وهو مصرف ایضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة.



## چندہ سے متعلق مختلف مسائل

چندہ دینے والوں کے ناموں کا مانتک پر اعلان کرنا

اگر نام لینے سے مقصد یہ ہو دوسروں کو ترغیب ہوگی تو مانتک پر چندہ دہندگان کا اعلان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن اس میں مبالغہ آمیز الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں، اور جہاں ناموری اور دکھانے کا اندیشہ ہو وہاں نام نہ لینا ہی بہتر ہے۔

قال تعالیٰ: وفي ذلك فليتنافس المتنافسون (التطيف، آية ۲۶)

وقال تعالیٰ: يا ايها الذين آمنوا لا تبطلوا صدقاتكم باليمن والاذى كالذى

ينفق ماله رآء الناس. (البقرة / آية ۲۶۳)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وقال تعالیٰ: ان تبدوا الصدقات فنعما هي وان تخفوها وتؤتوها الفقراء

فهو خیر لکم. (البقرة / آية ۲۷۱)

## چندہ کے لیے سفراء کا فوٹو تصدیق نامہ پر لگانا

سفراء حضرات کے لیے تصدیق نامہ پر فوٹو لگانا پہچان کے لیے ضروری ہے اس لیے اس کی شرعاً گنجائش ہے، البتہ چندہ کے لیے مدرسہ کے بچوں کا فوٹو ایسی ضرورت میں داخل نہیں لہذا اس مقصد کے لیے بچوں کا فوٹو نہ لیا جائے۔ الضرورات تبيح المحضورات (الاشباه

والنظائر، القاعدة الخامسة ص ۲۵۱ / مطبوعہ زکریا)

ما أبيع للضرورة يتقدر بقدرها (الاشباه والنظائر ص ۲۵۲)

## چندہ کی غرض سے طلبہ کی تعداد بڑھا چڑھا کر لکھنا

طلبہ کی اصل تعداد چھپا کر اضافہ کر کے لکھنا اور شائع کرنا دھوکہ دہی اور جھوٹ ہے اس طرح

کے جھوٹ فریب سے مدرسہ چلانا جائز نہیں اس گناہ میں لکھوانے والے اور لکھنے والے دونوں شریک ہوں گے۔

قال تعالى: ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (المائدہ آية ۲)

قال النبي صلى الله عليه وسلم ان الكذب فجور وان الفجور يهدى الى

النار (صحیح مسلم ج ۲/ص ۳۲۶)

## فرضی نام سے رسید بک چھاپ کر چندہ کرنا

فرضی نام سے کسی مدرسہ یا مسجد کے لیے رسید بک چھاپ کر چندہ جمع کرنا بہت بڑا فراڈ اور ناجائز عمل ہے، اگر اس طرح کی جمع شدہ رقم پکڑی جائے تو اگر ممکن ہو تو چندہ دہندگان کو لوٹا دینی چاہیے اور اگر ممکن نہ ہو تو مدرسہ کے لیے حاصل شدہ رقم کسی معتبر مدرسہ میں اور مسجد کے لیے حاصل شدہ رقم کسی ضرورت مند مسجد میں صرف کر دی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴/ص ۱۳۱)

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... ثم قال من غشّ فليس منّا (سنن ترمذی باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع ج ۱/ص ۲۴۵/صحیح مسلم ج ۱/ص ۹۷۰، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۱۵۷)

جعلی رسید سے چندہ کر کے اسے اپنے ذاتی استعمال میں صرف کرنا جعلی رسید کے ذریعہ رقمات حاصل کر کے انہیں اپنے ذاتی استعمال میں خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں آخرت میں اس کے نتائج سنگین ہوں گے۔

عن خولة الانصارية قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان رجلاً يتخوضون في مال الله بغير حق فلهم النار يوم القيامة. (صحیح البخاری

كذافي مشكوة المصابيح ج ۲/ص ۳۴۹)

## مدرسہ کے چندہ کے لیے مسجد میں اعلان کرنا

مسجد کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے پروقار طریقہ پر مدرسہ کے تعاون کے لیے مسجد میں چندہ کا اعلان کرنا درست ہے۔

والمختار أن السائل إن كان لا يمر بين يدي المصلي، ولا ينتخطي الرقاب

ولا يستل الحافا، بل لأمر لا بد منه فلا بأس بالسؤال والإعطاء. (شامی ج ۳/ص ۲۲

ذكرها، كتاب الصلوة، فتاوى محموديه ج ۱۵/ص ۲۷۳، ذابھیل)

## جبراً چندہ وصولنا

چندہ وصول کرنے کے لیے چندہ دینے والوں کو پریشان کرنا مثلاً چندہ دینے والا کم رقم دیتا ہے اور وصول کرنے والا خوشامد کر کے یا خفگی کا اظہار کر کے اسے زیادہ دینے کے لیے مجبور کرتا ہے اور وہ شرمندگی کی وجہ سے زیادہ رقم دیدیتا ہے، تو چندہ کا یہ طریقہ غلط اور ممنوع ہے۔ امداد الفتاویٰ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہی فرمایا ہے، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں بھی یہی لکھا ہے۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب فرماتے ہیں کہ اس طرح تنگ کر کے لینا تو اچھا نہیں لیکن جب مالک نے کسی طرح طوعاً و کرہاً دے دیا تو اس کا استعمال، کارخیر میں کرنا درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳/ص ۵۰۲، مکتبہ دارالعلوم کراچی فتاویٰ دارالعلوم ج ۱/ص ۵۶۷، دارالاشاعت کراچی)

## کمیشن پر چندہ وصولنا

جو سفراء باقاعدہ مدرسہ کے تنخواہ دار ملازم ہیں ان کو حسن کارکردگی کی بنا پر تنخواہ سے زائد متعینہ اضافی رقم دینے کی گنجائش ہے اور یہ انعام کے درجہ میں ہوگا جو مدرسہ کے امدادی فنڈ سے دیا جائے گا نا کہ زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقم سے۔

اور جو سفراء مدرسہ کے ملازم نہیں ہیں، بلکہ محض کمیشن پر چندہ کرتے ہیں تو اجارہ فاسدہ کی

بنا پر اس معاملہ کی قطعاً اجازت نہیں؛ کیونکہ اجرت مجہول ہے بوقت عقد یہ پتہ نہیں کہ کس قدر چندہ ہوگا۔

عن ابی سعید بن الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن استیجار الاجیر یعنی حتی یبین له اجرہ (السنن الكبرى للبيهقي باب لا تجوز الاجارة حتى تكون معلومة ج ۹/۳۹ رقم: ۱۱۸۵۵، البحر الرائق ج ۸/۲۸ زکریا)

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والاجرة معلومة. (الهداية كتاب الاجارات ج ۳/۲۹۳، امداد الفتاوى ج ۲/۲ ص ۴۰)

## تنخواہ دار ملازم کو چندہ پر انعام کہاں تک جائز ہے؟

مدرسہ کے با تنخواہ ملازم کو بطور انعام اس کی حسن کارکردگی پر کچھ رقم دے دینا شرعاً جائز ہے، اب یہ انعام کتنا ہو؟ اور کس حساب سے ہو؟ اس کا مکمل اختیار مہتمم اور کمیٹی کو ہے، بس یہ خیال رہے کہ ان ایام کی تنخواہ، انعام کی رقم اور مصارف سفر تینوں کو ملا کر کل یافت وصول شدہ رقم کے نصف سے زائد نہ ہو، تاہم بہتر یہ ہے کہ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر کوئی ضابطہ بنالیں، جو رمضان، غیر رمضان نیز دور دراز سفر کرنے والوں اور علاقہ میں محنت کرنیوالوں پر اپنی نوعیت کے حساب سے لاگو ہو، تا کہ انتظامیہ اور اساتذہ میں بد معاملگی نہ ہو؛ کیونکہ رمضان کا سفر غیر رمضان کے مقابلے زیادہ مشقت بھرا ہوتا ہے نیز کیونکہ رمضان میں مدارس کی عام تعطیل ہوتی ہے اس لیے اساتذہ کے سفر سے مقصود اصلی (تعلیم و تعلم) پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ درمیان سال میں اساتذہ کے اسفار تعلیمی معیار کو متاثر کر دیتے ہیں۔ (مستفاد از امداد المفتیین ص ۴۶۱، کتاب النوازل ج ۱۷ ص ۳۶۸، معارف القرآن، ج ۴ ص ۳۹۹)

لايزاد على نصف ما يقبضه (شامی: باب المصروف ج ۳/۲۸۶ زکریا)

وشرطها كون الاجرة، والمنفعة معلومتين. (شامی: ج ۷ ص ۹۰ زکریا)

## چندہ کی رقومات سے اساتذہ کرام کے لیے مکانات تعمیر کرانا

اساتذہ کے لیے اہل خانہ کے ساتھ رہائش کا انتظام بھی مدرسہ کی ضرورت میں سے ہے، لہذا اس مقصد کے لیے مدرسہ کی زمین پر یادرسگا ہوں کی چھت پر امدادی رقومات سے فیملی کو اثر تعمیر کرانا شرعاً درست ہے۔

لوبينى فوفه بيتاً للامام لا يضر لأنه من المصالح. (الدر المختار ج ۶ ص ۵۴۸،

زکریا. البحر الرائق ج ۵ ص ۴۲۱)

## مصارف سفر کاٹ کر انعام دیا جائے یا کل چندہ پر

تنخواہ دار سفیر جو چندہ کا پورا پیسہ لا کر مدرسہ کے دفتر میں جمع کر دیتا ہے، پھر اس کو حسن کارکردگی کی بنیاد پر بطور حوصلہ افزائی امدادی فنڈ سے جو رقم دی جاتی ہے، اس کے بارے میں جس طرح کا ضابطہ مدرسہ میں بنا لیا جائے اسی طرح عمل کرنا درست ہوگا، خواہ وہ مصارف سفر کاٹ کر باقیہ رقم کے حساب سے یا کل چندہ کی رقم کے حساب سے انعام دیا جائے۔

قال النبی ﷺ: الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحاً..... الحدیث. (سنن

الترمذی ج ۱ ص ۲۵۱، ابواب الاحکام)

## غیر تنخواہ دار شخص کو چندہ کرنے پر انعام دینا

جو شخص بغیر معاوضہ کے مدرسہ کی خدمت کر رہا ہے تو یہ اس کی طرف سے تبرع ہے اس پر وہ مدرسہ والوں سے کسی انعام کا مطالبہ نہیں کر سکتا اب اگر اس کی مالی فراہمی پر مدرسہ والے اپنی طرف سے اضافی رقم بطور انعام دینے لگیں تو یہ بھی فی المال کمیشن کی شکل ہو جائیگی جو جائز نہیں ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ اسے باقاعدہ مدرسہ کا مشروط ملازم بنا لیا جائے۔

الاجارة هي تملك نفع بعوض. (شامی: کتاب الاجارة ج ۹ ص ۴ زکریا)

المستفاد: والصدقة كالهبة لانه تبرع كالهبة... ولا رجوع في الصدقة،

لان المقصود هو الثواب وقد حصل (الهدایة / باب ما یصح رجوعه ومالا یصح ج ۳ / ۲۹۳)

## مدرسہ کے لیے زائد از ضرورت زکوٰۃ وصول کرنا

جس مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف موجود ہو یعنی وہاں غریب نادار طلبہ پڑھتے ہوں، اور ان کے قیام و طعام کا نظم ہو تو ایسے مدرسہ کے لیے زکوٰۃ کی رقم کا چندہ وصول کرنا درست ہے لیکن جتنے طلبہ مستحق زکوٰۃ ہوں ان کی ضروریات کے بقدر چندہ وصول کرنا درست ہوگا، چند غریب طلبہ کے قیام و طعام کا نظم کر کے ضرورت سے زائد چندہ کرنا اور فرضی تملیک کرا کے تعمیرات اور دوسرے مصارف میں رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، رقم الفتویٰ: ۱۷۱۷۸۸۸، تاریخ اجراء: ۱۶ اگست ۲۰۱۹ء، مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ، ج ۱۱ ص ۳۷)

نوٹ: جو اہل مدارس دو چار نادار بچوں کو رکھ کر غیر محدود صدقات واجبہ کی رقم وصول کرتے ہیں، ان کو دارالعلوم دیوبند کے مذکورہ بالا فتویٰ پر گہری نظر فرمالینے چاہیے۔

## مدرسہ کے ملحق اسکول میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا

بعض بڑے مدارس کے تحت ایسے عصری اسکول چلتے ہیں جن میں مکمل دنیاوی (سرکاری) تعلیم ہوتی ہے ان میں سبھی طلبہ مقامی ہوتے ہیں ایسے ملحقہ اسکولوں میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں ہے بلکہ ایسے اسکولوں کو چلانے کے لیے زکوٰۃ کے علاوہ دیگر قومات (فیس، نفلی عطیات وغیرہ) سے انتظام کرنا چاہیے۔

قال تعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمسکین . الآية (التوبة: ۶۰)

مصرف الزکاة هو فقیر "وقیل طلب العلم"..... ویشرط ان یکون الصرف

تملیکاً لا باحة. (شامی ج ۳ ص ۳۸۳، زکریا، بحوالہ کتاب النوازل ج ۷ ص ۱۶۲)

## سفیر کا مخصوص ایام میں چندہ کر کے پورے سال تنخواہ لینا

ہمارے یہاں عرف عام میں باقاعدہ تنخواہ دار سفیر پورے سال مدرسہ کے لیے چندہ وصولی

کا کام کرتا ہے اور اس پر اسے ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے لہذا اس عرف کے رہتے ہوئے کسی شخص کا گھر بیٹھ کر مدرسہ سے تنخواہ لینا اور صرف خاص ایام میں مدرسہ کے لیے کام کرنا درست نہ ہوگا۔

الاجرة انما تكون فی مقابلة العمل (شامی / کتاب النکاح باب

المہرج ۳/۳۰۷ زکریا)

## دوران ملازمت دوسرے مدرسہ کا چندہ کرنا

جو شخص کسی مدرسہ میں سفارت کے لیے باقاعدہ ملازم ہو اس کے لیے مدرسہ والوں کی مکتوبہ اجازت کے بغیر دوسرے مدرسہ کا چندہ کرنا قطعاً جائز نہیں کیونکہ مدارس کے عرف میں اس کو خیانت سمجھا جاتا ہے۔ (مستفاد از امداد المفتیین ص ۷۷)

وآجر المدة بان استأجره للرعی شهراً حیث یکون مشترکاً الاذا شرط ان لا یخدم لغيره ولا یرعی لغيره فیكون خاصاً وليس للخاص ان یعمل غیره، الخ (شامی ج ۹ ص ۹۵، ۹۶ زکریا)

## مدرسہ کے موقوفہ مکان میں تصرف کرنا

مدرسہ کا موقوفہ مکان جب ملازم کو منجانب انتظامیہ رہائش کے لیے دیا گیا ہے، تو اس ملازم کو مدرسہ کا مکان عرف و عادت کے مطابق ہی استعمال کرنا چاہیے، اس مکان میں کوئی ایسا تصرف جس سے مکان کو ضرر لاحق ہو، اس کے استحکام کو خطرہ ہو، نیز چھت یا دیواریں کمزور پڑ جائیں، اس کے لیے کرنا درست نہ ہوگا۔

وله أن یعمل فیها کل عمل لا یورث الوهن والضرر للبناء لیس له أن یفعل

مایورث الضرر والوهن إلا باذن صاحبها (مجلة الاحکام العدلیة ج ۱ ص ۹۹)

وفیه یصح استیجار الدار والحانوت بدون بیان کونه لأی شیء واما کیفیة

استعماله فتصرف إلى العرف والعادة، (مجلة الاحکام العدلیة ج ۱ ص ۹۹)

## تبلیغی جماعت پر مدرسہ کاروپہ وغیرہ خرچ کرنا

مدرسہ کے نام پر جو کچھ وصول ہوتا ہے روپیہ، سامان، غلہ، وغیرہ اس کو تبلیغی جماعت پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر مدرسہ میں روپیہ غلہ وغیرہ دینے والوں کو یہ بتا دیا جائے کہ اسکو تبلیغ وغیرہ میں بھی خرچ کیا جائے گا اور وہ اس کی اجازت دیدیں تو اس پیسہ کو تبلیغ کے مہمانوں اور مبلغین پر خرچ کرنا جائز ہے۔

ومن اختلاف الجهة اذا كان الوقف منزليين: احدهما للسكنى والآخر للاستغلال فلا يصرف أحدهما لآخر، وهي واقعة الفتوى (شامی، کتاب الوقف ج ۲ ص ۳۶۱)

فان فعل فان عرف صاحب ذلك رد المال عليه وسأله تجديد الاذن فيه (التاتارخانية، کتاب الوقف ج ۵ ص ۸۷۹، ادارة القرآن کراچی)

## وصول یابی برائے تعمیرات

مدارس تعلیم و اشاعت دین کے مراکز ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے، لہذا اگر کسی مدرسہ میں تعمیری کام چل رہا ہو یا تعمیر کی ضرورت ہو تو خاص اس مقصد کے لیے چندہ کرنا درست ہے، البتہ عام حالات میں صدقات واجبہ زکوٰۃ صدقہ فطر، چرم قربانی وغیرہ کی رقوم کو براہ راست تعمیری کام میں صرف کرنا درست نہیں ہے، صرف امداد و عطیات ہی پر اکتفاء کرنا چاہیے الایہ کہ صدقات واجبہ کی رقوم تملیک صحیح کے بعد تعمیری کام میں صرف کی جائیں تو درست ہوگا۔

قال النبی ﷺ إن فی المالِ حقاً سواي الزکوٰۃ . (سنن الترمذی ج ۱ ص ۱۴۳، وفی حدیث فتلا واتی المال علی حبه، تفسیر ابن کثیر)

قال تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء والمساكين . (الآیة التوبة ۶۰)

ولا تدفع الزکاة لبناء مسجد لأن التملیک شرط فیها ولم یوجد ..... وإن ارید الصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقیر ثم یأمر بالصرف الیہا فی ثاب المزکی والفقیر . (مجمع الأنهر ج ۱ ص ۲۲۲، بیروت)

## چندہ سے مدرسہ کے لیے کتابیں خریدنا

چندہ اگر خالص اسی مقصد (مدرسہ کے لیے کتابوں کی خریداری) کے لیے کیا گیا ہو، یا مصالح مدرسہ کے لیے آئی ہوئی امدادی رقم (فیس وغیرہ کی رقم) تو اس طرح کی رقم سے مدرسہ کے لیے کتابیں خریدنا درست ہے، لیکن صدقات واجبہ کی رقم کو براہ راست کتابوں کی خریداری میں صرف کرنا درست نہیں، الایہ کہ صحیح طریقہ پر تملیک کے بعد کتابیں خریدی جائیں یا صدقات واجبہ کی رقم سے کتابیں خرید کر مستحق طلبہ کو مالکانہ حیثیت سے دی جائیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ولا تدفع الزکاة لبناء مسجد لأن التملیک شرط فیها ولم یوجد ..... وإن ارید الصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقیر ثم یأمر بالصرف الیہا فی ثاب المزکی والفقیر . (مجمع الأنهر ج ۱ ص ۲۲۲، بیروت)

مسجد له اوقاف مختلفة..... (البحر الرائق ج ۵ ص ۳۶۲)

ولا تدفع الزکاة لبناء مسجد لأن التملیک شرط فیہ ولم یوجد وإن ارید الصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقیر، ثم یأمر بالصرف الیہا، الخ (مجمع الأنهر ج ۱ ص ۲۲۲، بیروت)

ویشتراط أن یكون الصرف تملیکاً..... والحويلة أن یتصدق، الخ . (شامی ج ۳ ص ۲۹۳، زکریا)

## مدرسہ کی ضروریات: اسفار، تنخواہیں وغیرہ میں چندہ کا استعمال

مدارس عربیہ میں عام طور پر صدقات واجبہ (زکوٰۃ، فطرہ، چرم قربانی وغیرہ) کی رقوم بمقابلہ

امدادی رقوم کے زیادہ آتی ہیں، اور اخراجات دوسرے مدلی یعنی امدادی رقوم کے زیادہ ہوتے ہیں، مثلاً مدرسین کی تنخواہیں، مصارف مواصلات، نشر و اشاعت، اسفار، تعمیرات وغیرہ لہذا اہل مدارس کو چاہیے کہ اولاً تو مذکورہ بالا ضروریات نفلی عطیات ہی سے پوری کی جائیں چندہ دہندگان کے سامنے ان مدت کو پیش کر کے انہیں کی تکمیل کے لیے چندہ کیا جائے لیکن اگر نفلی عطیات سے مدرسہ چلانا ناممکن ہو اور واجبی خرچے پورے نہ ہوتے ہوں تو اگر مدرسہ میں مستحق طلبہ موجود ہوں اور وہاں فقہ وحدیث کی تعلیم ہوتی ہو تو ایسی صورت میں صحیح حیلہ تملیک اختیار کر کے مذکورہ بالا واجبی ضروریات کی تکمیل کی گنجائش ہے۔

ولاندفع الزکاة لبناء مسجد لأن التملیک شرط فیہا ولم یوجد ..... وإن ارید الصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقیر ثم بالصرف الیہا فی ثاب المزکی والفقیر . (مجمع الأنهر ج ۱ ص ۲۲۲، بیروت)

وفی العیون وفی جامع الفتاوی لا یسعہ ذلك ، وکل حیلۃ یحتال بہا الرجل لیتخلص بہا عن حرام أو لیتوصل بہا إلى حلال فہی حسنہ . (الفتاوی التاتاریخانیہ ج ۱ ص ۳۱۳، زکریا)

وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدو إن الخ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۰۹)

(مستفاد: فتاوی رحمیہ ج ۵ ص ۱۴۹ / ۱۵۳ / ۱۵۷ / فتاوی دارالعلوم ج ۶ ص ۲۵۰، فتاوی محمودیہ ج ۹ ص ۶۰۵، ڈابھیل، کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۸۵، کتاب النوازل ج ۹ ص ۱۶۷)

## چندہ کی رقم سے سواری خریدنا

اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین نہیں کی، بلکہ مہتمم مدرسہ کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دے دیا، تو پھر چندہ کی غیر واجب التملیک رقوم ہر مصلحت میں صرف کی جاسکتی

ہیں، سواری بھی مصالح مدرسہ میں سے ہے، نیز واجب التملیک رقم کی جب تملیک ہوگی تو جو شخص مالک بننے کے بعد از خود مدرسہ میں دیگا اس سے اجازت لے لیجائے، سابق دہندہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولی أن یشتری من غلة الوقف هنا أو حصیراً أو حشیشاً ..... کان له أن یشتری للمسجد ماشاء . (قاضی خاں علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوقف ج ۳ ص ۲۹۷)

مسجد له أوقاف مختلفة لأبأس للقیم أن یخلط غلتها کلها، وإن خرب حانوت منه فلا بأس بعمارتہ من غلة حانوت اخر لأن الكل للمسجد (البحر الرائق ، کتاب الوقف ج ۵ ص ۳۲۲، رشیدیہ)

وهنا الوکیل انما یشتریک التصرف من المؤکل وقد امر بالدفع إلى فلان فلا یملک الدفع إلى غیره (شامی ، کتاب الزکوة ج ۲ ص ۲۶۹، سعید)

## مدرسہ کی سواری، کار، بانک وغیرہ کا استعمال

مدرسہ کی سواری (کار بانک وغیرہ) کا استعمال مدرسہ کے علاوہ کسی اور مقصد میں یا ذاتی استعمال میں لانا بلا مناسب معاوضہ کے شرعاً جائز نہیں ہے، اور مدرسہ کا مہتمم صرف منتظم ہوتا ہے، مدرسہ کی اشیاء کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ امین ہوتا ہے مہتمم کے لیے بھی مدرسہ کی کوئی چیز بلا استحقاق کے ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں الا یہ کہ مناسب معاوضہ کے ساتھ مدرسہ کی سواری کو ذاتی استعمال میں لانے کا ضابطہ ہی بنا لیا جائے تو گنجائش ہوگی۔

ولاتجوز إعارۃ الوقف والإسکان فیہ (فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۲۰)

متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد إلى بیته وله أن یحملہ من البیت إلى المسجد ، کذا فی فتاوی قاضی خان (فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۲۳، مطبوعہ زکریا دیوبند)

ویوجر بالمثل ولو هو المستحق. (شامی ج ۶/ص ۲۰۸)

المسلمون علی شروطهم الحدیث، (ترمذی ج ۱/ص ۲۵۱)

مدرسہ کی اشیاء دکان، مکان، سیڑھی، دیگ وغیرہ کو کرایہ پر دینا

مدرسہ کی اشیاء کو کرایہ پر دینا اگر مدرسہ کے حق میں مفید ہو، اور اس میں دراصل مدرسہ کا فائدہ پیش نظر ہو اور جن لوگوں کے چندہ سے یہ اشیاء سیڑھی وغیرہ خریدی گئی ہوں ان کی طرف سے اجازت ہو تو مدرسہ کا سامان مناسب اور معقول کرایہ پر دینا جائز ہے۔

ولاتجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل كذا في المحيط السرخسی (ہندیہ

، کتاب الوقف ج ۲/ص ۲۰۲)

چندہ کی رقم سے جلسہ عام کرنا

اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین کردی تو چندہ اسی مصرف میں استعمال کیا جائے اس کے خلاف نہ کیا جائے اور اگر مصرف کی تعیین نہیں کی بلکہ مہتمم کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دے دیا (اور عموماً چندہ مدارس میں ایسا ہی ہوتا ہے) تو پھر مدرسہ کی ہر مصلحت میں صرف کرنا درست ہے، اب اگر جلسہ عام کرنے میں مدرسہ کا فائدہ پیش نظر ہو تو ایسے چندہ کی رقم سے جلسہ عام کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں، اگر عوام میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے جلسہ کی ضرورت ہو تو جلسہ کے نام پر مستقل چندہ کر لیا اور اس چندہ سے جلسہ عام کے اخراجات پورے کیے جائیں۔

مسجد له مشتغلات، أوقاف و اداد المتولی أن يشتري من غلة الوقف رهنأ أو حصيراً أو حشيشاً..... كان له أن يشتري للمسجد ماشاء. (قاضی خان علی

الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوقف ج ۳/ص ۲۹۷)

مسجد له أوقاف مختلفة لأبأس للقيم أن يخلط غلتها كلها، وان خرب حانوت منه فلا بأس بعمارته من غلة حانوت اخر لأن الكل للمسجد (البحر الرائق

، کتاب الوقف ج ۵/ص ۳۲۲ (شامی)

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل وقد امره بالدفع إلى فلان

فلا يملك الدفع إلى غيره. (شامی، کتاب الزکوٰۃ ج ۲/ص ۲۶۹، سعید)

چندہ کی رقم سے جلسہ عام میں کھانا کھلانا

چندہ دینے والوں کی اجازت کے بغیر مدرسہ کے چندہ سے جلسہ عام میں شرکت کرنے والوں کو کھانا کھلانا درست نہیں ہے، اس کے لیے اگر ضرورت ہی ہو تو مستقل چندہ کر لیا جائے۔

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل، وقد أمره بالدفع إلى فلان

فلا يملك الدفع إلى غيره. (ج ۲/ص ۲۶۹، کتاب الزکوٰۃ، استفاد: فتاویٰ رحیمیہ

ج ۹/ص ۹۶)

چندہ کی رقم سے جلسہ عام کے خاص مہمانوں کو سفر خرچ دینا

اگر جلسہ مدرسہ کے مفاد میں ہو اور چندہ دہندگان کے پیش نظر اسی طرح کی خدمات (جلسہ میں آنے والے مہمانوں کو سفر خرچ دینا وغیرہ) ہوں تو مناسب سفر خرچ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن بہر صورت بہتر صورت یہی ہے کہ اس طرح کے اخراجات کے لیے الگ بندوبست کیا جائے تاکہ کسی قسم کا اشکال اور اخراجات میں بے احتیاطی نہ ہو۔

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل، وقد أمره بالدفع إلى فلان

فلا يملك الدفع إلى غيره. (ج ۲/ص ۲۶۹، کتاب الزکوٰۃ)

مدرسہ کی رقم سے تعزیتی جلسہ کرنا

کسی استاذ، مہتمم یا متعلق (معاون مدرسہ) کے انتقال پر مدرسہ کی رقم سے باقاعدہ جلسہ تعزیت کرنا درست نہیں ہے، اس طرح کے جلسے ویسے بھی شریعت کے مزاج سے میل نہیں کھاتے، ان میں روافض کی مجالس عزاء اور اہل بدعت کی صورت مشابہت ہے اور یہ جلسے حدیث نبوی عن

المواثی کے مصداق ہیں، جیسا کہ اس طرح کے جلسوں کے عدم جواز پر ماضی قریب میں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور سے مفصل اور مدلل فتاویٰ صادر ہو چکے ہیں.....

رہا مسئلہ متعلقین مدرسہ کے انتقال پر تعزیت مسنونہ کا تو اگر اس میں مدرسہ کا معتد بہ فائدہ ہو تو مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر اہل میت کے یہاں جا کر یا خط و کتابت یا مضمون لکھ کر ان کو تسلی دینا بلاشبہ جائز ہوگا.....

نوٹ: تعزیت کے معنی تسلی دینا، دلاساہ دینا ڈھارس باندھنا، صبر دلانا، تعزیت بلاشبہ امر مستحب ہے، حدیث شریف میں ہے: من عزیّ مُصاباً فله أجرٌ مثله (رواہ الترمذی وابن ماجہ) تعزیت مسنونہ (مستحبہ) کے دو طریقہ خیر القرون کے زمانہ سے ثابت ہیں (۱) انفرادی طور پر بالمشافہہ (زبانی) تعزیت کرنا (۲) تحریری طور پر خط یا مضمون لکھ کر انفرادی تعزیت کرنا، لیکن تعزیت کا تیسرا طریقہ جس کو جلسہ تعزیت یا تعزیتی اجلاس کہتے ہیں ثابت نہیں ہے، فقہاء کرام نے تعزیت مسنونہ کے لیے اگر کوئی عذر نہ ہو تو تین دن کی مدت مقرر کی ہے اس کے بعد غم بھول جانا چاہیے کیونکہ اب تسلی دینے سے صدمہ تازہ ہوگا، اس لیے تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ)

مسجد له مشتغلات، أوقاف وازاد المتولی أن یشتری من غلة الوقف رهنأو حصیراً أو حشیشا..... کان له أن یشتری للمسجد ماشاء. (قاضی خان علی الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوقف ج ۳ ص ۲۹۷)

مسجد له أوقاف مختلفة لأبأس للقیم أن یخلط غلتها کلها، وان خرب حانوت منه فلا بأس بعمارتہ من غلة حانوت اخر لأن الكل للمسجد. (البحر الرائق، کتاب الوقف ج ۵ ص ۳۶۲ رشیدیہ)

وهنا الوکیل انما یشتریک التصرف من المؤکل وقد امره بالدفع إلی فلان فلا یملک الدفع إلی غیره. (شامی، کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۲۶۹، سعید)

## چندہ کر کے مدرسہ میں روزہ افطار کرانا

مدرسہ کے چندہ سے تو اجتماعی افطار کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر خاص اسی مقصد (روزہ کشائی) کے لیے چندہ کیا جائے تو بھی چندہ جوہ سے مناسب نہیں ہے بلکہ بسا اوقات مفاسد و خرابیوں کا باعث ہے، اس لیے یہ قابل ترک ہے، مثلاً کبھی دباؤ اور شرمناک صورتوں سے چندہ جمع کیا جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے، کبھی فخر و نام آوری مقصود ہوتی ہے جو کہ منع ہے، نیز اس طرح کے موقع پر روزہ دار اور غیر روزہ دار دونوں قسم کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں، جبکہ منتظمین کا مقصد صرف روزہ داروں کی روزہ کشائی ہوتا ہے لہذا غیر روزہ داروں کا شریک ہونا کہاں جائز ہوگا وغیرہ وغیرہ.....

فلا یصرف احدہما لآخر وہی واقعة الفتویٰ. (شامی، کتاب الوقف

ج ۲ ص ۳۶۱)

قال تعالیٰ: ولاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراض

منکم الآية. (النساء: ۲۹)

قال النبی ﷺ لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه. (مسند احمد،

ج ۳ ص ۳۹۹، رقم: ۲۰۶۹۵ شعیب أرناؤط، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۵)

## مدرسہ میں فطرے، چرم قربانی اور نذر و نیاز کے اموال کا استعمال

فطرے، چرم قربانی اور نذر و نیاز کے اموال کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کے اموال کا ہے، لہذا جس مدرسہ میں فی الحال مصرف (نادار طلبہ مع قیام و طعام) موجود ہو تو ایسے ارباب مدارس کے لیے فطرے، چرم قربانی اور نذر و نیاز کی وصولی درست ہے اور وہ ان کو ان کے صحیح مصارف میں استعمال کر سکتے ہیں۔

مصرف الزکوٰۃ هو مصرف ایضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير

ذلک من الصدقات الواجبة. (در مختار مع الشامی ج ۳ ص ۲۸۳ زکریا)

## مدرسہ کے بیت الخلاء اور غسل خانوں کو خارجی لوگوں کا استعمال کرنا

مدرسہ کی اشیاء (غسل خانے، بیت الخلاء وغیرہ) کا استعمال انہیں لوگوں کے لیے جائز ہے جو مدرسہ میں رہتے ہوں یا بطور مہمان آئے ہوں، باہر کے لوگوں کے لیے استعمال جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رجمیہ ج ۹ ص ۹۶، دارالاشاعت)

## انجمنوں اور محلے کی مساجد کے لیے چندہ کرنے پر فیصدی لینا

انجمنوں کے لیے چندہ کرنے والے حضرات چونکہ انجمنوں کے باقاعدہ ملازم نہیں ہوتے اس لیے ان کے واسطے فی صد بطور انعام کچھ لینا جائز نہیں یہ اجارہ فاسدہ ہے۔

وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهماتقضى الى المنازعة

(الدر المختار مع الشامی ج ۹ ص ۷۹/ ذکر کیا)

## سفیر کا دوران سفر متعلقین کے یہاں کھانا کھا کر سفر خرچ میں لکھنا

مدرس اور سفیر کو جو رقم کھانے کے نام سے ملتی ہے یہ جزئیہ خواہ ہوتی ہے کیونکہ حالت سفر میں مستأجر کے ذمہ اجیر کا کھانا بھی ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ ذمہ داران مدرسہ ناشتہ اور دونوں وقت کے کھانے کی ایک رقم متعین کر لیں جو ایک صحت مند آدمی کے لیے کافی ہو، تاکہ کام کرنیوالے اور کروانے والے جھگڑے سے محفوظ رہیں لہذا کھانے کا خرچ مدرسہ کے سفر خرچ میں لکھ دینا جائز ہے چاہے جتنے دن اہل تعلق کے یہاں کھائے۔ (فتاویٰ محمودیہ جدید ج ۱۵ ص ۵۷۱ / واذازاد الآجرو المستأجر فی المعقود علیہ او فی المعقود بہ ان كانت الزيادة مجهولة.... وان كانت معلومة من جانب الآخر تجوز۔ (ہندیہ ذکر یاج ۴ ص ۲۳۹)

## سفیر کا فضول خرچی کرنا

سفیر کے لیے فضول خرچی کرنا جائز نہیں لہذا سفراء اوسط درجہ کے خرچ سے زائد خرچ نہ کریں

اگر ناظم مدرسہ اس کی اجازت دے تو وہ خود ذمہ دار ہوگا۔

ولا تبذروا تبریراً: نهی عن صرف المال الی من لا يستحقه فان التبذیر انفاق فی

غیر موضعہ۔ (روح المعانی: سورة الاسراء آية ۲۶)

## سفیر کا خود تملیک کرنا

سفیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ چندہ کی رقم مدرسہ کے دفتر میں جمع کر دے اس سے قبل تملیک کر کے اپنے استعمال میں لانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے اس لیے کہ چندہ دینے والوں نے اسے اپنی زکوٰۃ ادارہ کے خزانہ تک پہنچانے کے لیے وکیل بنایا ہے اسے زکوٰۃ کی اس رقم کا مالک نہیں بنایا لہذا اسکے لیے ضروری ہے کہ وہ اس رقم کو مستحق طلبہ کے وکیل (مہتمم) تک پہنچائے از خود تملیک کر کے استعمال نہ کرے بلکہ مدرسہ میں جمع کر دے۔

وهنا الوکیل انما يستفيد التصرف من المؤکل وقد امره بالدفع الی فلان

فلا یملک الدفع الی غیرہ کمالواوصیٰ لزید بكذا لیس للوصی الدفع الی

غیرہ۔ (ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ ج ۲۰ ص ۲۶۹ سعید)

## سفیر کا قبل التملیک قرض دینا

سفیر کے لیے چندہ کی رقم کو مدرسہ کے دفتر میں جمع کیے بغیر از خود قبل التملیک بطور قرض دینا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ صرف امین وکیل ہے مالک نہیں۔

قال تعالیٰ: ان الله یأمر ان تؤدوا الامانات الی اهلها (سورة النساء آية ۵۸)

## مدرس کا قبل التملیک چندہ کی رقم کو خرچ کرنا

مدرس کے لیے چندہ کی رقم کو مدرسہ کے کھاتے یا مہتمم و ناظم کے حوالے کرنے سے قبل اپنے استعمال میں لا کر اپنی تنخواہ سے وضع کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ وہ جمع شدہ رقم کو مستحق کے وکیل (مہتمم) تک پہنچانے کا وکیل ہے۔

واما حکمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال امانة في يده  
ووجوب ادائه عند طلب مالكة والوديعة لا تودع ولا تواجرو ولا ترهن، وان فعل  
شيئاً منها ضمن، (الفتاوى العالمگیریة ج ۳ ص ۳۳۸، رشیدیہ)

### سفیر کا رسید کے ثنی میں کمی بیشی کرنا

بہت سے چندہ دینے والے افراد رسید کے ثنی پر مہربا دستخط کر دیتے ہیں اور اگلے سال اسی ثنی  
کو دیکھ کر چندہ دیتے ہیں سفراء کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس ثنی کو من و عن باقی رکھیں کیونکہ اس  
میں کمی بیشی کرنا عند اللہ وعند الناس بہت بڑا جرم اور دھوکہ ہے۔

### مستحق طلبہ کی آمد کی امید پر زکوٰۃ جمع کرنا

اگر مدرسہ میں مستحق طلبہ تو نہیں لیکن آنے کی قوی امید ہے اور برابر کوشش جاری ہے تو ان  
کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے البتہ یہ یاد رہے کہ جو قوم جس مد کے لیے وصول کی جائے اس کو  
اسی مد میں استعمال کیا جائے، لیکن کوشش کے باوجود اگر بیرونی طلبہ کی آمد نہ ہو تو واجب التملیک رقم  
کو کسی دوسرے مستحق ادارہ میں جمع کرنا لازم ہے۔

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل وقد امره بالدفع الى فلان  
فلا يملك الدفع الى غيره. (رد المحتار كتاب الزكوة ج ۲ ص ۲۶۹ سعید)

### چندہ کی رقم ڈرافٹ یا اکاؤنٹ سے بھیجنا

چندہ میں زکوٰۃ وغیرہ کی جو رقم جمع ہوتی ہو اس کو لے کر سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا اس  
لیے سفراء کے لیے وہ رقم بذریعہ ڈرافٹ یا مدرسہ کے اکاؤنٹ میں روانہ کرنا جائز ہے؛ کیونکہ مجبوری  
ہے اس لیے اس طرح کی رقم کی تبدیلی سے زکوٰۃ کی ادائیگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، یہی حکم  
دیگر محفوظ ذرائع سے رقم بھیجنے کا بھی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۷ ص ۱۳۶، عزیز الفتاویٰ ص ۳۶۸، مسائل متفرقة  
متعلقہ بزکوٰۃ)

### مدرسہ کا پیسہ بینک میں جمع کرنا

اہل مدرسہ اگر ضروری خیال کریں تو بینک کے غیر سودی کھاتہ میں مدرسہ کی رقم جمع کرنا جائز  
ہے، تاکہ وہ محفوظ ہو جائے۔

والحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت او خاصة ولهذا جوزت الاجارة  
على خلاف القياس للحاجة (الاشباه والنظائر. القاعدة الخامسة الفن الاول ص ۹۳ کراچی)

### ایک مدرسہ کے لیے جمع شدہ رقم دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا

جس مدرسہ کے لیے متعین طور پر چندہ وصول کیا جائے، تو جب تک وہ مدرسہ آباد ہے وہ چندہ  
اسی میں خرچ کیا جائے، دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ امانت و دیانت کے  
خلاف ہے۔

واما اذا اختلف الواقف او اتحد الواقف واختلف الجهة بان بنى مدرسة  
ومسجداً وعين لكل وقفاً وفضل من غلة احدهما لا يبدل شرط الواقف الخ  
(البحر الرائق ج ۵ ص ۳۶۲، كتاب الوقف رشیدیہ)

### مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا

جو روپیہ مدرسہ میں طلبہ کے کھانے وغیرہ کے لیے دیا گیا ہو اس میں سے واجب التملیک رقم  
کو اس کے مصرف میں ہی استعمال کرنا لازم و ضروری ہے جبکہ غیر واجب التملیک رقم بھی تبلیغ میں  
خرچ کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ رقم دینے والوں کی طرف سے اجازت نہ ہو۔

وان اختلف احدهما بان بنى رجلا من مسجدين اور رجل مسجد ومدرسة  
ووقف عليهما او قافلاً لا يجوز له ذلك : (الدر المختار) قوله لا يجوز ذلك اى  
الصرف المذكور..... قال الخیر الرملى اقول ومن اختلاف الجهة ما اذا كان  
الوقف منزليين احدهما للسكنى والاخر للاستغلال فلا يصرف

احدهما للآخر وهى واقعة الفتوى. (رد المحتار ج ۴/ص ۳۶۱/کتاب الوقف)

## مدرسہ کے سرمایہ میں خیانت کرنا اور ناجائز قبضہ جمانا

مدارس دینیہ قوم کی امانت ہیں، اور مدارس کے منقولہ یا غیر منقولہ سرمایہ میں کسی قسم کی خیانت کرنا بہت بڑا جرم اور سخت ترین گناہ ہے، ملت کے ذمہ دار افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ خاندانوں سے ملی اداروں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

قال الله تعالى: ومن يغفل يأت بماغل يوم القيامة (ال عمران آیت ۶۱)

## مدرسہ کا روپیہ مسجد میں لگانا

اگر کوئی مسجد مدرسہ کے تابع ہو تو اس میں مدرسہ کی رقم صرف کرنا درست ہے، لیکن اگر مسجد مدرسہ کے تابع نہیں ہے تو مدرسہ کی رقم مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے، اگر خرچ کی جائے تو نقلی عطیات دینے والوں کی صراحتاً یا دلالتاً اجازت ضروری ہے، اور زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقمات تو کسی بھی طرح مسجد میں صرف نہیں کی جاسکتی؛ بے محل صرف کرنے پر ذمہ داران مدرسہ زکوٰۃ کی رقم کے ضامن ہوں گے اور عند اللہ جواب دہ ہوں گے۔

ولا يجوز بالزكاة المسجد الخ (الفتاوى الهندية ج ۱/ص ۱۸۸)

واما اذا اختلفت الواقف او اتحدت الواقف واختلفت الجهة بان بنى مدرسة ومسجداً وعين لكل وقفاً وفضل من غلة احدهما لا يبدل شرط الواقف الخ (البحر الرائق ج ۵/ص ۳۶۲، کتاب الوقف رشیدیہ)

## مدرسہ کی آمدنی ذاتی ضروریات میں بطور قرض خرچ کرنا

جو روپیہ مدرسہ میں مسلمانوں نے چندہ میں دیا ہے یہ روپیہ امانت ہے، اپنے ذاتی مصارف میں اس کو خرچ کرنا جائز نہیں۔ (مستفاد از فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۰۷)

## مدرسہ کا پیسہ اپنے کام میں بطور قرض خرچ کرنا

مدرسہ کی رقم اہل مدرسہ (سفیر یا مہتمم وغیرہ) کے پاس امانت ہوتی ہے، اور امانت میں خیانت منافق کی علامت ہے۔

قال النبي ﷺ آية المنافق ثلاثة: اذا حدث كذب. الحديث. بخارى شريف

ص ۱۰/کتاب الايمان)

## مدرسہ کی اشیاء ذاتی استعمال میں لانا

مدرسہ کی اشیاء تپائی، چٹائی، چادر، بالٹی وغیرہ اپنے ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں ہے؛ کیونکہ دینے والے نے ان اشیاء کو مدرسہ کے لیے دیا ہے۔

ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر. (شامی ج ۶/ص ۵۴۸، زکریا)

شرط الواقف كنص الشارع أى فى وجوب العمل. (الاشباه، والنظائر

ج ۱/ص ۳۰۵)

متولى المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد الى بيته. (الفتاوى الهندية

ج ۲/ص ۲۶۲)

ويبدأ من غلته بعمارتها ثم ما هو اقرب لعمارتها كامام مسجد ومدرس

مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلك الى

آخر المصالح. (الدر المختار ج ۶/ص ۵۵۹/۵۶۰، زکریا)

## مدرسہ کی رقم کسی دوسرے مدرسہ یا کسی کو قرض دینا

اراکین مدرسہ یا مہتمم، یا ناظم مدرسہ کے امین ہیں مدرسہ کی تحویل امانت ہے، امین کو امانت سے قرض دینا جائز نہیں البتہ اگر چندہ کی رقم ہو اور چندہ دینے والوں کی طرف سے اجازت ہو تو پھر

گنجائش ہے۔ (مستفاد از فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۰۳)

## مدرسہ کی اشیاء کو اپنے ذاتی کام میں استعمال نہ کریں

حضرت مولانا خلیل احمد محمد سہارنپور کی خدمت میں ایک صاحب عزیزوں میں سے جو بڑے رتبہ کے آدمیوں سے تھے ملاقات کے لیے تشریف لائے حضرت سبق پڑھا رہے تھے اختتام سبق تک تو حضرت نے توجہ نہیں فرمائی سبق کے ختم ہونے کے بعد حضرت ان کے پاس تشریف لائے انہوں نے اصرار کیا کہ حضرت تشریف رکھیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مدرسہ نے یہ قالین اسباق پڑھانے کے لیے دی ہے ذاتی استعمال کے لیے نہیں دی۔ (آپ بیتی ج ۱ ص ۳۶)

## مسجد کی رقم مدرسہ کی ضرورت میں خرچ کرنا

مسجد کی رقم مدرسہ میں بلا ضرورت استعمال نہیں کرنی چاہیے، اور اگر شدید ضرورت کے وقت استعمال کر لی جائے تو جلد از جلد اس کی واپسی کی فکر کریں۔

اما المال الموقوف علی المسجد الجامع ان لم تکن للمسجد حاجة للحلل فللقاضی ان یصرف فی ذلک ، لکن علی وجه القرض فیکون دیناً فی مال الفیء (الفتاویٰ الہندیہ ج ۲/۴۶۴، کتاب النوازل ج ۱ ص ۲۲۶)

## مسجد کی رقم مدرسہ میں یا مدرسہ کی مسجد میں بطور قرض دینا

بہتر تو یہ ہے کہ مسجد اور مدرسہ (جب کہ ان کا نظام الگ الگ ہو) کی رقمات بالکل الگ الگ رکھی جائیں، البتہ اگر کبھی سخت ضرورت پیش آجائے اور رقم واپس وصول ہونے پر اعتماد ہو، تو ایک دوسرے مد میں قرض لینے کی بھی گنجائش ہے۔

وعلی الامام ان یجعل لكل نوع من هذه الانواع بیتاً لیخصه ولا یخلط بعضه ببعض ، لان لكل نوع حکماً یختص به ، فان لم یکن فی بعضہاشیء، فللامام ان یتقرر علیہ من النوع الآخر ، ویصرفہ الی اهل ذلک ثم اذا حصل من ذلک النوع شیء رده فی المستقرض منه . (تبیین الحقائق ، کتاب السیر

ر باب العشر والخراج والحزبة ۱/۴ ۱۷۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ، کتاب النوازل ج ۱ ص ۲۲۶)

## مدرسہ کے مائٹک کا استعمال خارجی امور میں کرنا

مدرسہ کے مائٹک کا استعمال خارجی امور مثلاً گم شدہ چیز کا اعلان، خرید و فروخت کا اعلان، یا کسی اور ایسی بات کی خبر دینا جس کا تعلق مدرسہ سے نہ ہو..... کے لیے درست نہیں ہے۔

فان كان الوقف معيناً علی شیء یصرف علیہ . (شامی ، کتاب الوقف

ج ۴ ص ۳۶۶، سعید)

## مدرسہ کے موٹر کا پانی محلہ کی مسجد میں صرف کرنا

جو موٹر مدرسہ کی رقم سے خریدا گیا ہے اس کا پانی اہل مدرسہ ہی کی ضروریات میں خرچ ہونا چاہیے ہاں اگر کسی شخص نے موٹر چندہ میں دیا ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ سبھی پانی حاصل کرنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں تو اس کا پانی مسجد میں بھی پہنچایا جاسکتا ہے۔

علی انہم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة . (شامی کتاب الوقف

مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة والعرف یصلح مخصصاً

ج ۶ ص ۲۶۵ زکریا ج ۴ ص ۴۴۰، کتاب النوازل ج ۱ ص ۲۳۰)

## مدرسہ کے جنریٹر کا کنکشن محلہ کی مسجد میں دینا

جس جگہ مسجد اور مدرسہ کا نظام الگ الگ ہو اور مدرسہ میں دی جانے والی رقم کا منشا صرف مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا ہو تو وہاں اگر مدرسہ کی رقم سے جنریٹر خریدا گیا ہے تو اس کی روشنی مسجد میں مفت استعمال نہ کی جائے بلکہ مسجد کی طرف سے اس روشنی پر کچھ کرایہ مقرر کر دینا چاہیے تاکہ چندہ دہندگان کے مقصد کی خلاف ورزی نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۶۳۹ ذیل)

وهنا الوکیل انما یتستفید التصرف من المؤکل وقد امره بدفع الی فلان

فلا یملک الدفع الا غیرہ۔ (رد المحتار / کتاب الزکوٰۃ ج ۲ / ص ۲۶۹ کراچی، کتاب النوازل

ج ۱ / ص ۲۳۱)

## مدرسہ کا پانچ ہزار کا درخت سو روپے میں فروخت کرنا

مدرسہ قوم کی امانت ہے مہتمم مدرسہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ مدرسہ کے درخت یا کسی اور چیز کو عام قیمت سے کم پر بیچے جس میں غبن فاحش ہو اس لیے مدرسہ کے ذمہ داران حضرات اور محلہ کے بااثر لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس بیچ کو فسخ کریں یا مناسب قیمت وصول کریں۔

ولا تسجوز اجارة الوقف الاباجر المثل (الفتاویٰ الہندیۃ: الباب الخامس من کتاب

الوقف ج ۲ / ص ۲۱۹ کتاب النوازل ج ۱۴ / ص ۲۳۲)

## مدرسہ کا سامان اینٹ وغیرہ مسجد میں استعمال کرنا

ایک وقف کا سامان دوسرے وقف میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

وقد علم منه أنه لا يجوز لمتولی الشیخونیۃ بالقاهرة صرف أحد الوقفین

للآخرة (البحر الرائق / کتاب الوقف ج ۵ / ص ۳۶۲ زکریا، کتاب النوازل، ج ۱۴ / ص ۲۳۶)

## مدارس میں حرام یا مشتبہ مال لگانا

### مدرسہ میں سودی رقم یا طوائف کا پیسہ لگانا

مدرسہ خالص دینی ادارہ ہے اس میں حرام کمائی لگانا جائز نہیں لہذا سودی رقم اور طوائف کا پیسہ مدرسہ میں لگانا جائز نہیں بلکہ سودی رقم اور حرام پیسہ کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کو کسی بھی عنوان سے اصل مال کو واپس کر دیا جائے۔

اکل الربا وکاسب الحرام اهدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل

ولایاکل مالہ یخیرہ ان ذلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ۔ (ہندیہ کتاب

الکراہیۃ ج ۵ / ص ۳۴۳ / رشیدیہ)

ولایقبل اللہ الا الطیب (الحدیث: صحیح البخاری باب الصدقة من کسب طیب

ج ۱ / ص ۱۸۹، قدیمی)

## غیر مسلم کا مدرسہ میں چندہ دینا

اگر غیر مسلم خلوص نیت کے ساتھ مدرسہ کا کسی قسم کا تعاون کرتا ہے اور آئندہ اس سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں تو غیر مسلم کا دیا ہوا چندہ مدرسہ کے لیے قبول کیا جاسکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ / ص ۶۸۸)

اعلم ان وصایا الذمی ثلاثة اقسام: الاول جائز بالاتفاق وهو ما اذا وصى

بما هو قربة عندنا وعندہ كما اذا وصى بان یسرج فی بیت المقدس سواء کان

بقوم معینین اولاً. الخ (شامی: کتاب الوصایا فضل فی وصایا الذمی وغیرہ

ج ۲ / ص ۶۹۶ / کراچی)

## مال حرام سے چندہ جمع کرنا

بعض لوگوں کی آمدنی اکثر یا کل حرام ہوتی ہے جیسے سینما، سٹو، جوا، شراب وغیرہ کی ایسی ناجائز آمدنی کا پیسہ مدرسہ میں ہرگز قبول نہ کیا جائے، اور ایسی آمدنی والوں کے پاس بغرض چندہ وصولی کے لیے بالکل بھی نہ جایا جائے۔

البتہ اس طرح کا ناجائز مال مدرسہ میں آجائے تو اس کا مصرف غریب طلبہ ہی ہیں، تنخواہ و تعمیر

وغیرہ میں اس کو خرچ نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵ / باب ما یتعلق بالمدارس ص ۶۰۶ / تا / ۶۱۱)

اکل الربا وکاسب الحرام اهدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل

ولایاکل مالہ یخیرہ ان ذلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ۔ (ہندیہ کتاب

الکراہیۃ ج ۵ / ص ۳۴۳ / رشیدیہ)



## مطبخ اور اسکے احکام

### تنخواہ دار مدرس و ملازم کا مدرسہ کا کھانا کھانا

زکوٰۃ کے مال سے تنخواہ دار ملازم کو کھانا دینا جائز نہیں ہے، ایسے ملازمین کے لیے مدرسہ کے امدادی فنڈ سے الگ سے کھانے کا نظم ہونا چاہیے، اگر یہ صورت نہ ہو تو مجبوری میں دو طریقے اپنائے جاسکتے ہیں:

(الف) ایک طریقہ یہ ہے کہ باقاعدہ تملیک شرعی کے بعد ہی مدرسہ کا کھانا تیار کرایا جائے، تاکہ مکمل کھانا امدادی مد سے ہو جائے۔

(ب) دوسری شکل یہ کہ ہر ملازم کی طرف سے من جانب مدرسہ ہر مہینہ امدادی فنڈ سے خوراک کی رقم مطبخ میں جمع کی جائے۔

(ج) تیسری شکل یہ ہے کہ کسی بھی زکوٰۃ کے مستحق طالب علم کو اہتمام کی طرف سے دو خوراک کی منظوری دیجائے جس میں سے ایک خوراک طالب علم اپنی خوشی سے استاذ کو ہدیہ کر دے۔

قال اللہ تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملین. الاية (التوبة ایت ۶۰)

الزکوٰۃ تملیک جزء مال عینہ الشارح من مسلم فقیر (شامی کتاب الزکوٰۃ ج ۳ ص ۱۷۱، ۱۷۲)

قال اللہ تعالیٰ: ومن كان غنياً فليستعفف ومن كان فقيراً فليأكل بالمعروف (النساء جزء آیت ۶، بحوالہ کتاب النوازل ج ۴ ص ۱۷۷)

### مدرسین کے لیے خاص کھانا بنوانا

مجلس منتظمہ کی اجازت سے اگر مدرسہ کے روپیہ سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے عام کھانا اور مدرسین کے لیے خاص کھانا پکوا یا جائے تو یہ خاص کھانا مدرسین کے لیے جائز ہے۔

حدیث میں ہے کہ **أَنْزَلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ** اس حدیث کے پیش نظر تخصیص و تعمیم کے بے شمار واقعات ظاہر ہوتے ہیں حضرت عائشہؓ کے یہاں ایک سائل آیا تو آپ نے اس کو معمولی چیز دے کر روانہ کر دیا، ایک مہمان آیا تو اس کو بٹھا کر اہتمام سے کھانا کھلایا۔

نماز میں بڑے آدمیوں کا صف اول میں کھڑا ہونا اور بچوں کا پیچھے کھڑا ہونا کتب فقہ میں مذکور ہے۔

امام کے قریب اہل علم، اہل عقل کا کھڑا ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عن عائشةؓ انها قالت: امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ

مَنَازِلَهُمْ (صحيح مسلم ج ۱ ص ۴ / المقدمة)

”ليليني منكم اولوا الاحلام والنهي“

(مشکوٰۃ المصابيح كتاب الصلوة ص ۹۸، فتاویٰ محمودیہ

ج ۱ ص ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰ / باب ما يتعلق بالمدارس)

### طلبہ سے کھانے کی فیس جمع کر کے دسترخوان پر کھانے کا پابند کرنا

ایسے طلبہ جنہوں نے طعام فیس جمع کی ہے ان کو تملیکاً کھانا ملنا چاہیے، نہ کہ باحتیاء، اور ان کو حق ہونا چاہیے کہ اپنے حصہ کا کھانا اگر بیچ جائے تو وہ اپنے ساتھ کمرے میں لا کر کھا سکتے ہیں، البتہ انتظامی ضرورت ہو تو ترغیب سے کام لیا جائے، اور رہ گیا جمعہ یا چھٹی کے ایام کا کھانا نہ کھانا، یا ایک دو وقت کی بیماری کی وجہ سے کھانا نہ لینا، تو اس میں فیس کی مقدار کم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ ان اوقات میں استحقاق موجود ہے، البتہ اگر بیماری یا رخصت طویل ہو تو یقیناً فیس میں کمی کرنی چاہیے۔

البيع فى اللغة مطلق المبادلة، وفى الشرع: مبادلة المال المتقوم تملیکاً

وتملكاً. (قواعد الفقہ ۲۱۲، کتاب النوازل ج ۴ ص ۶۲)

## غیر حاضری کرنے پر طلبہ کا کھانا بند کرنا

بے اصولی کرنے والے طلبہ کی تادیب کے لیے مدرسہ کی طرف سے کھانا بند کرنے کی سزا شرعاً درست ہے، اور اس درمیان طالب علم کہیں بھی کھانا کھائے یا نہ کھائے اس کا مدرسہ ذمہ دار نہیں بہتر یہ ہے کہ شرائط داخلہ میں کھانا بند ہونے کی شکلیں مرتب کر لی جائیں تاکہ کوئی بے اصولی اور انانیت نہ ہو۔ (مستفاد از امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۲)

## تنخواہ سے خوراک کی وضع کرنا اور صدقہ کا کھانا کھانا

اگر مدرس کی طرف سے خوراک کی رقم وضع کرنے کے بعد اس کے نام پر طعام جاری کیا جاتا ہے، تو اس طرح مدرسہ سے بالعوض طعام حاصل کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مدرسہ میں جو کھانا صدقہ کے نام سے آتا ہے تو مدرسہ کے ملازمین اس کے مستحق نہیں ہیں، اگر ملازمین کو صدقہ کا کھانا کھلا دیا جائے تو کھانے کے بقدر رقم مدرسہ کی طرف سے صدقہ کی مد میں جمع کرنی ضروری ہوگی، اور احوط اور بہتر شکل یہ ہے کہ مطبخ میں جو بھی رقم صرف ہو یا جو بھی کھانا آئے اس کی پیشگی تملیک کرائی جائے تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۱۲)

ویشترط ان یکون الصرف تمليکاً. (الدر المختار مع الشامی ۳/۲۹۱ زکریا)

اذا انعقد بیعاً بالتعاطی وقت الاخذ مع دفع الثمن قبله فکذا اذا تأخر دفع الثمن بالأولی. (شامی ۷/۳۱ زکریا)

## مدرسہ کا کھانا مہتمم کے گھر اور گھر کا کھانا مدرسہ کے تندور پر لگانا؟

معاملات پوری دیانت کے ساتھ صاف صاف طے کرنے چاہئیں، لہذا جب مہتمم کے گھر کی روٹیاں مدرسہ کے تندور پر پکوائی جائیں، تو مہتمم کو چاہیے کہ اس کا مناسب معاوضہ مدرسہ میں جمع کرائے، اور جب مدرسہ کا سالن مہتمم کے گھر پکایا جائے تو اس کا مناسب عوض مدرسہ سے وصول کر لے، اور حتی الامکان گھر کا سالن مدرسہ کے سالن سے الگ پکایا جائے، اگر اس میں سخت

دشواری ہو تو صحیح حساب لگا کر ساتھ میں بھی پکانے کی گنجائش ہے، مگر مہتمم کو بہر حال اس میں احتیاط کرنا لازم ہے، تاکہ وہ مہتمم نہ ہو۔

قال الله تعالى ولا تأکلوا اموالکم الی اموالکم انه کان حوباً کبیراً (النساء جزء

آیت: ۲، بحوالہ کتاب النوازل ج ۱۳ ص ۶۰)



## حیلہ تملیک

حیلہ تملیک کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کے مال کا بالکل مالک بنا دیا جائے کہ یہ مال تمہارا ہے تم جو چاہو کرو، پھر اس سے کہا جائے کہ مدرسہ میں فلاں جگہ پر خرچ کی ضرورت ہے تم اپنی طرف سے خرچ کر کے ثواب کماد، اگر وہ برضاء و رغبت اس جگہ خرچ کر دے گا تو اس عمل کا اسے ثواب ملے گا اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی، تا تا خانہ میں ہے:

والحیلة لمن اراد ذلك ان يتصدق بنوی الزکوٰۃ علی فقیر ثم یأمر بعد ذلك بالصرف الی هذه الوجوه فیکون لصاحب المال ثواب ولذالک الفقیر ثواب هذا الصرف (ج ۳ ص ۳۰۸ / کذا فی رد المحتار ج ۳ ص ۱۹۱)

(۲) کسی غریب آدمی سے کہا جائے کہ مدرسہ میں اس وقت پیسہ کی ضرورت ہے، تم اپنے طور پر کسی سے پیسہ قرض لے کر مدرسہ کی امداد کرو، ان شاء اللہ تمہارے قرض کی ادائیگی کا ہم انتظام کر دیں گے، اور تم کو مفت میں ثواب مل جائے گا..... پھر غریب کے قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کی رقم سے کر دی جائے، تو بلاشبہ زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

کما فی الہندیہ والدفع الی من علیہ الدین اولی من الدفع الی

الفقیر. (ج ۱ ص ۱۸۸)

(۳) مدرسہ کا جتنا ماہانہ خرچ بشمول مطبخ، تعلیم اور تنخواہ مدرسین آتا ہو اس کو طلبہ کی تعداد پر تقسیم کر کے جو حاصل آئے، اتنی رقم ہر مستحق طالب علم پر بطور فیس مقرر کر دی جائے، اور ہر مہینہ فیس کے بقدر رقم کا اس طالب علم کو مالک بنا کر اس سے بطور فیس واپس لے لی جائے تو فیس کی شکل میں جو رقم واپس آئیگی اس کو مدرسہ کی ہر طرح کی ضرورت میں خرچ کرنا جائز ہوگا، یہ شکل سب سے بہتر اور پسندیدہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ، ج ۵ ص ۵۵۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ج ۹ ص ۶۰۳، محمود الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۷، کتاب المسائل

ج ۱۹ ص ۲۱۲)

واضح رہے کہ حیلہ تملیک کے بعد بھی وہ رقم مدرسہ ہی میں خرچ ہوگی، ذمہ داران مدرسہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے، بعض مدارس کا حال ناگفتہ بہ ہے، ذمہ داران مدرسہ اپنی تنخواہ متعین نہیں کرتے وہ کفاف کے نام پر اپنی ذات اور اپنے اہل عیال پر بے تحاشا خرچ کرتے ہیں، ان کو خوف خدا رکھنا چاہیے کہ وہاں کوئی حیلہ کام نہ آئیگا، انہیں خیر القرون کے محتاط بزرگوں اور امیروں کو نمونہ بنانا چاہیے۔

## حیلہ تملیک کی کہاں اجازت ہے

حیلہ تملیک صرف ایسی دینی ضروریات کے لیے جائز ہے جن کے بغیر اسلامی شعائر اور دینی علوم ضائع ہونے کا سخت خطرہ ہو، حیلہ تملیک کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر منشاء شریعت کی تکمیل کے لیے حیلہ کیا جائے تو بلا کراہت اس کی گنجائش ہوتی ہے اور اگر مقاصد شریعت کو نظر انداز کر کے حیلہ کیا جائے تو اب حیلہ سخت مکروہ ہوتا ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: فذهب علمائنا ان کل حیلۃ یحتال بها الرجال لا بطل

حق الغیر اولادخال شہہ فیہ اولتمویۃ باطل فہی مکروہۃ.

وفی العیون وفی جامع الفتاویٰ لایسعہ ذلک وکل حیلۃ یحتال بها الرجل

لیتخلص بہاعن حرام اوبتوصل بہالی حلال فہی حسنة (تاتارخانیہ

ج ۱۰ ص ۱۳۱۳ / کفایۃ المفتی ج ۲ ص ۲۸۵)

## زکوٰۃ کے مستحق طلبہ سے تملیک کرنا زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں دینا

چونکہ زکوٰۃ کے مستحق طلبہ کی ایک معتد بہ تعداد بڑے مدارس میں موجود رہتی ہے، اور زکوٰۃ وغیرہ کی رقم وصول کئے بغیر ان طلبہ اور دیگر طلبہ کی رہائش اور تعلیمی ضرورت بحالات موجودہ پوری نہیں ہو سکتی؛ لہذا مجبوراً اور ضرورت کی بنا پر بقدر ضرورت روپیہ تملیک کر کے تنخواہ وغیرہ جیسی ضروریات میں لگانے کی شرعاً گنجائش ہے، تاہم کوشش برابر جاری ہے کہ مدارس کے پاس امداد کا فنڈ اتنا ہو جائے کہ اسے اپنی ضرورت کے لیے کسی حیلہ کی ضرورت نہ ہو۔

والاحتیال للہروب عن الحرام والتباعد عن الوقوع فی الاثام لا باس بہ بل

ہو مندوب الیہ. (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۱۸/۱۰۸)

## چندہ کی رقم کو از خود تملیک کر کے بطور تنخواہ استعمال کرنا

مدارس میں آمدہ رقوم کی تملیک کا اختیار صرف مہتمم کو ہی حاصل ہے، سفراء یا اساتذہ کو انفرادی طور پر یہ حق نہیں ہے کہ وہ خود ہی تملیک کر کے اپنی تنخواہوں میں خرچ کر لیں اس لیے کہ تملیک صرف ضرورت کے وقت ہوتی ہے اور ضرورت ہے یا نہیں اس بارے میں مہتمم ہی فیصلہ کر سکتا ہے تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے مدرسین کے لیے چندہ کی رقومات براہ راست یا تملیک کر کے اپنے استعمال میں لینا بالکل درست نہ ہوگا۔ (مستفاد از فتاویٰ خلیفہ ج ۱ ص ۳۲۵، کتاب النوازل ج ۱ ص ۱۳۱)



## ایڈڈ مدارس کے شرعی احکام

### مدارس اسلامیہ کو سرکاری امداد لینا

حکومت اگر خوشی سے امداد دے اور اس کے حصول میں کوئی ناجائز ذریعہ نہ اپنائے تو رقم لینا شرعاً منع نہیں؛ لیکن دینی مدارس کے مصالح کے خلاف ہے؛ اس لیے کہ تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سرکاری امداد لینے والے مدارس عموماً تعلیمی تنزلی کا شکار رہتے ہیں، نیز بسا اوقات حکومت کی دخل اندازی کا بھی اندیشہ رہتا ہے اس لیے سرکاری امداد سے مدارس اسلامیہ کو اجتناب کرنا ہی اولیٰ ہے۔

ومصرف الجزية والخراج ومال التغلیبی وهدیتهم للامام  
مصالحنا کسد ثغوراً وبنائ قنطرة وجسر وكفاية العلماء والمتعلمين وبه يدخل  
طلبة العلم (تنویر الابصار مع الدر المختار ج ۶/ص ۳۴۸/مکر یادیوبند)

### پرائمری مدرسہ کو الہ آباد بورڈ سے ایڈڈ کرانا

مدرسہ کو ایڈڈ کرانے کی اگرچہ گنجائش ہے، لیکن ایڈڈ کرانے کے بعد جو عام طور پر تعلیمی انحطاط اور بددیانتی کا ظہور ہوتا ہے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے کم وسائل اور آمدنی کے ساتھ دین کی اشاعت و حفاظت زیادہ کارثواب ہے اس کے مقابلہ میں زیادہ آمدنی کے لالچ اور طمع میں مدرسہ کے اصل مقصد قیام کو پس پشت ڈال دینا نہایت مضر ہے جیسا کہ عام طور پر ایڈڈ مدارس میں ہو رہا ہے اس لیے حالات و ضروریات کو سامنے رکھ کر اور ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر اور دین کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھ کر ہی اس بارے میں کوئی اقدام کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳/ص ۱۴۱)

عن ابی ہریرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بدأ الاسلام غريباً  
فطوبى للغرباء الذين يصلحون ما افسد الناس (سنن الترمذی رقم: ۲۶۳۸)

## محض خانہ پوری کر کے سرکاری امداد وصول کرنا

سرکاری امدادی مدارس میں مقررہ ضابطوں کے خلاف محض جعلی خانہ پوری کر کے تنخواہوں کا انتظام کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اس دھوکہ دہی کے اصل ذمہ دار تو مذکورہ مدارس کے غیر محتاط منتظمین ہیں، لیکن ملازمین بھی اپنی ذمہ داری سے اس وقت تک بچ نہیں سکتے، جب تک کہ وہ منتظمین کو اس بددیانتی سے روکنے کی کوشش نہ کریں، منتظمین پر لازم ہے کہ وہ کسی طرح کے فریب کے بغیر ضابطہ کے مطابق واقعہ جس ملازم کا جو حق بنتا ہے وہ بلا کم و کاست اس تک پہنچائیں، اور جو شخص ضابطہ میں مستحق نہ ہو اسے سرکاری امداد کی رقم میں سے کوئی حصہ نہ دیں۔

عن عبدالله بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اربع من کن فیہ  
کان منافقاً خالصاً، ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی  
یدعها: اذا ائمن خان، واذا حدت کذب، واذا عاهد غدر، واذا خاصم  
فجر. (صحیح البخاری کتاب الایمان/باب علامة النفاق ۱۰۱/رقم: ۳۴/دار الفکر بیروت)

### اسکول، کالج میں زکوٰۃ دینا

زکوٰۃ مسلم فقراء کا حق ہے؛ لہذا زکوٰۃ فقراء اور غرباء پر تملیکاً خرچ کی جائے، اسکول و کالج کے اخراجات (ٹیچرس کی تنخواہیں، تعمیرات، زمین کی خریداری وغیرہ) زکوٰۃ کی رقم سے پورے کرنا جائز نہیں ہے؛ لہذا مصرف زکوٰۃ نہ پائے جانے کی وجہ سے اسکول و کالج میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے بلکہ اسکول و کالج کے اخراجات فیس سے پورے کئے جائیں اگر اخراجات کے پورا کرنے میں دشواری ہو تو فیس بڑھائی جاسکتی ہے البتہ اگر اسکول میں غریب و نادار مسلم بچے پڑھتے ہوں تو خاص ان کو زکوٰۃ کی رقم مالکانہ حیثیت سے دے دینا درست ہے، پھر اگر وہ اپنی خوشی سے بلا جبر واکراہ اس رقم کو اپنی فیس میں دے دیں تو اس فیس کی رقم کو اسکول و کالج کے اخراجات میں لگانا درست ہے۔

نوٹ: ان بچوں کے متعلق مستحق زکوٰۃ ہونے کی تحقیق کر لینا ضروری ہے، جس کا معیار یہ ہے کہ ان میں جو بچے بالغ ہوں وہ خود صاحب نصاب نہ ہوں اور جو نابالغ ہوں، وہ اور ان کے والد صاحب نصاب نہ ہوں نیز یہ بچے سادات خاندان سے بھی نہ ہوں تو اب وہ مستحق زکوٰۃ ہیں۔

قال تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء (التوبہ آیہ ۶۰)

الزكاة هو تملیک المال من فقیر مسلم (البحر الرائق ج ۲/ص ۲۰۱)

أوالصلح أو أروع أو أنفع للمسلمین. (درمختار ج ۲/ص ۳۵۳، کراچی)

ولإلی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیه من أی مال کان

السخ..... ولإلی طفله بخلاف ولده الكبير..... ولإلی بنی هاشم الخ. (الدر المختار

مع رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ باب المصرف ج ۳/ص ۲۹۵/۲۹۹، ط: زکویا)

وطفل الغنية فيجوز لانتفاء المانع. (شامی ج ۲/ص ۳۲۹)

## ایڈوڈ مدارس میں زکوٰۃ دینا

ایڈوڈ مدارس (سرکاری امداد یافتہ مدارس) میں اگر نادر طلبہ کے قیام و طعام کا نظم ہو تو ان کے لیے زکوٰۃ لینا درست ہے، بشرطیکہ زکوٰۃ احتیاط کے ساتھ مصرف میں خرچ کی جاتی ہو۔

قال الله تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء (التوبہ آیہ ۶۰)

مصرف الزکوٰۃ هو فقیر وهو من له ادنی شیء أی دون نصاب. (الدر المختار

مع الشامی ج ۳/ص ۲۸۳، کتاب النوازل ج ۴/ص ۱۲۸)

حتى لو دفع بلا تحر لم یجز إن أخطأ. (الدر المختار مع رد المحتار ج ۳/ص ۳۰۲)

## ایڈوڈ مدارس میں امدادی چندہ کرنا

ایڈوڈ مدارس کے مصارف حتی الامکان سرکاری امداد یا فیس وغیرہ سے پورے کئے جائیں، لیکن اگر سرکاری امداد یا فیس سے مصارف پورے نہ ہوتے ہوں تو نقلی عطیات کی وصولی درست ہے۔

عن فاطمة بنت قیس عن النبی ﷺ قال إن فی المال حقا سوی الزکوٰۃ

(سنن الترمذی ج ۱/ص ۱۲۳)

من سأ لكم بالله فأعطوه..... (السنن الكبرى ج ۳/ص ۳۳۴، رقم: ۷۸۹، ط: بیروت)

## حکومت سے منسلک دینی درسگاہوں میں تعلیم دینا؟

دینی تعلیم وغیرہ پر سرکاری ملازمت فی نفسہ جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۵۳، رڈا بھیل)

لیکن مدرسین و ذمہ داران کو دیانتہً اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا لازم ہیں، عام طور پر سرکاری

مدرس میں اس کے متعلق سخت کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔

ومصرف الجزية والخراج ومال التغلیبی وهدیتهم للامام

مصالحنا کسدنغور أو بناء قنطرة وجسر وكفاية العلماء. (الدر المختار)

وكذا النفقة على المساجد كما فی زكاة الخانية، فیدخل فیہ الصرف

على اقامة شعائر هامن وظائف الامامة والاذان ونحوهما. (شامی کتاب الجهاد

مطلب فی مصارف بیت المال ۲/ص ۲۱۷)

## ایڈوڈ مدارس میں ملازمت کرنا؟

ایڈوڈ مدارس میں ملازمت فی نفسہ جائز ہے، لیکن ملازم کے لیے کسی خلاف شرع کام

کا ارتکاب کسی حال میں درست نہیں، اور اگر انتظامیہ کی طرف سے خلاف شرع کام پر جبر کیا جائے

تو ایسی ملازمت چھوڑ دینی چاہیے۔

قال الله تعالیٰ: ولا تعاونوا على الاثم والعدوان. (المائدہ جز آیہ ۲)

## ایڈوڈ مدرسہ میں قانون کے خلاف جھوٹ بول کر کسی کا تقرر کرنا؟

کسی بھی ادارہ میں منتظم کے لیے قوانین کی خلاف ورزی اور خیانت جائز نہیں ہے، جو کام

بھی ہو ضابطہ اور قانون کے تحت صاف ستھرے انداز میں ہونا چاہیے، اور جو منتظم اپنی ذمہ داری

دیانت کیساتھ ادا نہ کر سکے وہ اس عہدہ کے لائق نہیں ہے۔

حدیث عمر: ثم یلیہ ذوالرأی من اهلها وفي رواية من اهلہ ، وقد تقدم مراراً وفي رواية عمر بن شبة عن يزيد بن هارون عن ابن عون : واوصى بها عمر الى حفصة ام المؤمنين ، ثم الى الاكابر من آل عمر ، وفي رواية ايوب عن نافع عند احمد وذو الرأي من آل عمر . ( قاله الحافظ في الفتح ۵ / ۳۰۰ ، المسند للامام احمد ۲ / ۱۲۵ بحواله اعلاء السنن ۱۳ / ۲۱۴ رقم : ۳۵۵۲ دارالكتاب العلمي بيروت )

## ایڈوڈ مدارس کا رشوت لے کر استاذ کا تقرر کرنا؟

ایڈوڈ مدارس کا مذکورہ امور کے لیے رشوت کا لین دین کرنا ہرگز جائز نہیں۔

عن عبد الله بن عمرو <sup>رض</sup> قال : لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي . ( سنن ابی داؤد کتاب القضاء / باب فی كراهية الرشوة ص ۶۷۲ )

## فرضی خانہ پوری کر کے سرکاری تنخواہ حاصل کرنا؟

جھوٹ فریب اور رشوت دے کر سرکاری تنخواہ لینا اور فرضی خانہ پوری کر دینا قطعاً درست نہیں ہے، یہ حکومت کے ساتھ خیانت اور دھوکہ دہی ہے، جو کسی طرح جائز نہیں۔

عن ابی هريرة <sup>رض</sup> ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ على صبرة من طعام ، ثم قال من غشّ فليس منّا ( سنن الترمذی باب ماجاء فی كراهية الغش في البيوع ج ۱ / ص ۲۴۵ ، سنن ابی داؤد ۲ / ۲۸۹ )

## ایڈوڈ مدرسہ کے مہتمم کا اساتذہ کی تنخواہ میں اپنی طرف سے کمی کرنا

حکومت جو تنخواہ دیتی ہے وہ عمل کا معاوضہ ہے اور یہ شرعاً اجارہ کا معاملہ ہے، اس لیے جو حکومت کے مدرسہ کے ملازم ہیں وہ اپنی تنخواہ لینے کے مستحق ہیں، مہتمم کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے، اور تنخواہ کم دینا اور رجسٹر پر پوری تنخواہ کے دستخط کرانا قطعاً دھوکہ اور خداع ہے، اس کی کسی

حال میں اجازت نہیں ہے، اسی طرح جو لوگ تدریس کے بغیر تنخواہ حکومت سے لیتے ہیں، ان کے لیے بھی یہ تنخواہ ہرگز حلال نہیں ہے، وہ عند اللہ سخت مجرم ہیں اور ان کے اس فعل پر راضی رہنے والے اور ان کا دفاع کرنے والے عند اللہ اپنا دامن نہیں بچا سکتے۔

عن ابن مسعود <sup>رض</sup> قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من غشّنا فليس منا ، والمكروء والخداع في النار . ( المعجم الكبير والصغير للطبراني ج ۲ / ص ۲۶۱ )

## سرکاری وظائف (اسکا لرشپ) کا حکم

حکومت کی طرف سے مدارس دینیہ کے طلبہ و طالبات کو جو رقم بطور امداد دی جا رہی ہے اس کے لینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ یہ رقم اصل مستحق طلبہ تک پہنچادی جائے اور سرکاری طرف سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو،۔ ( مستفاد از فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ / ص ۳۱۶ ، کتاب النوازل ج ۱۳ / ص ۱۱۳ )

## طلبہ کی تعداد زیادہ بتا کر سرکار سے زیادہ رقم لینا

یہ جھوٹ اور فریب بالکل جائز نہیں۔ اور استحقاق سے زائد رقم سرکاری خزانہ میں لوٹانا لازم ہے۔

عن ابی هريرة <sup>رض</sup> ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ..... ثم قال : من غشّ فليس منّا . ( سنن الترمذی / باب ماجاء فی كراهية الغش في البيوع ج ۳ / ص ۲۴۵ )

## غیر موجود طلبہ کے سرکاری وظیفہ کا حکم

وظیفہ کی رقم جن طلبہ کے نام آتی ہے وہی اس کے مستحق ہیں، اگر وہ موجود نہیں ہیں تو ان کے حصہ کی مالقیہ رقم سرکار کو واپس کر دینا لازم اور ضروری ہے، کسی دوسرے طالب علم یا کسی دوسرے مدرسہ کے طلبہ میں اس وظیفہ کو تقسیم کرنا جائز نہیں۔ ( فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ / ص ۱۳۱ اذہیل )

لايجوز التصرف في مال غيره بلا اذنه ولا ولايته . ( الدر المختار مع الشامی کتاب الغصب / مطلب فی مايجوز من التصرف بمال الغير ج ۹ / ص ۲۹۱ ، زکریا )

## طلبہ کے وظیفہ سے مدرسہ کی تعمیر کرنا؟

سرکار کی طرف سے جن طلبہ کے نام وظیفہ آتا ہے انہیں نہ دے کر مدرسہ کی تعمیرات و دیگر امور میں صرف کرنا درست نہیں ہے، لیکن اگر وہ طلبہ جن کے نام وظیفہ آیا ہے، بالغ ہوں وہ رقم لے کر بخوشی بلا کسی دباؤ کے اہل مدرسہ کو واپس کر دیں تو اس رقم کو مدرسہ کی تعمیرات و دیگر ضروریات میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوكة كيف شاء. (بیضاوی

ج ۱ ص ۷۷۰ سورة الفاتحة)



## مدرسہ کے قوانین وضوابط

### مدارس کے ملازم اجیر بال عمل ہیں یا اجیر فی الوقت

مدارس اسلامیہ کا عرف اس زمانہ میں یہ ہے کہ ملازمین و مدرسین و منتظمین وقت مقرر میں امور مفوضہ کی تکمیل کیا کریں اور یہی ضابطہ مقرر اور معروف ہے اور شریعت اسلامیہ میں اس طرح کا معاملہ کرنا جائز اور مشروع ہے؛ اس لیے مدارس اسلامیہ کے ملازمین اجیر بال عمل فی الوقت ہیں، لہذا عمل نہ کرنے اور وقت مقررہ میں حاضر نہ ہونے پر مقررہ ضابطہ کے مطابق مواخذہ جائز ہے۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. الخ (عقود رسم المفتی ص ۹۵، قواعد الفقہ ص ۷۴، رقم: ۱۰۱، مستفاد امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۸ / ۳۲۹ / ۳۵۶، فتاویٰ محمودیہ ج ۱۶ ص ۵۷۲، ذابھیل، فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۹ ص ۹۶)

## جھوٹی حاضری لگا کر تنخواہ لینا

استاذ کے لیے جھوٹی حاضری لگا کر تنخواہ لینا قطعاً ناجائز ہے، صرف جتنے دن حاضری کے بنتے

ہوں، ان کی تنخواہ لینا درست ہے۔

خصوصاً إذا قال: من غاب عن الدرس قطع معلومه، فيجب اتباعه. (شامی،

مطلب فی الغیبة النی يستحق بها عن الوظيفة ج ۲ ص ۲۳۱، زکریا)

## ناہینا استاذ کا طلبہ سے خدمت لینا

طلبہ اگر بخوشی ناہینا استاذ کی خدمت کرتے ہیں اور اس سے مدرسہ کے قوانین وغیرہ کی بھی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ عمل موجب اجر و ثواب ہے۔

عن ابی ذرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ اخِيكَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَةُ الْأَذَى وَالشُّوْكَ وَالْعِظْمُ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ. وَاِفْرَاطُكَ فِي دَلْوِكَ فِي دَلْوِ اخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ وَزَادَ وَعِظْهُمْ وَبَصْرُكَ لِلرَّجْلِ الرَّدِيِّ الْبَصْرُ لَكَ صَدَقَةٌ. (رواه ترمذی وحسنہ، وابن حبان فی صحيحہ، الترغیب والترہیب ص ۵۷۲ / رقم ۴۰۹۴ بیت

الافکار الدولیہ، کتاب النوازل ج ۱۴ ص ۶۱)

## طالب علم سے سالانہ پیشگی فیس مکمل وصول کرنا

تعلیمی فیس میں اجرت وقت کی بنیاد پر نہیں لی جاتی ہے، بلکہ نفس تعلیم پر لی جاتی ہے، لہذا تعلیم چند دنوں کی ہو یا پورے سال کی ہو، اس کی فیس یکساں مقرر کرنے کی گنجائش ہے، اس بناء پر اسے ماہانہ فیس کا نام نہ دے کر سالانہ فیس کا عنوان دیا جائے اور اسکوپیشگی اصول کرنا جائز ہے۔

وتسحق (الاجر) باحدی معانی ثلاثة: اما بشرط التعجيل او بالتعجيل من

غير شرط. (الهدایہ باب الاجر متی يستحق ج ۳ ص ۲۹۴، کتاب النوازل ج ۱۴ ص ۶۲)

## طلبہ سے ایام تعطیل کی فیس لینا

اگر کسی مدرسہ اور اسکول کا ضابطہ یہ ہو کہ ایام تعطیل کی فیس بھی جمع کرنی پڑے گی، تاکہ طالب علم

کی نسبت اور داخلہ اسکول میں برقرار رہے، تو ایسے اسکول میں ایام تعطیل کی فیس کا لین دین جائز ہے، اور اگر کسی طالب علم یا اسکے اولیاء کو ان ایام کی فیس دینے پر اتفاق نہ ہو تو اپنے بچوں کو اس اسکول سے دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہیں۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصَّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الاِضْحَاحَ حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا وَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ اِلَّا شَرَطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا. (سنن الترمذی، ابواب الحکام / باب ما ذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس ج ۱ / ص ۲۵۱، کتاب النوازل ج ۱۲ / ص ۶۲ / ۶۳)

### طلبہ سے غیر حاضری پر جرمانہ (فائن) لینا

سزا کے طور پر بچوں سے مالی جرمانہ لینے کی اجازت نہیں ہے، یہ رقم انھیں واپس لوٹا دیا جائے۔  
والحاصل ان المذہب عدم التعذیر بأخذ المال (شامی / باب التعذیر مطلب فی تعذیر بأخذ المال ج ۲ / ۶ / ۱۰۲ از کربا، کتاب النوازل ج ۱۲ / ص ۶۵)

### طالب علم کی عدم موجودگی میں استاذ کا حاضری لگانا

غیر حاضری کے باوجود حاضری لگانے کی کارروائی خواہ استاذ کی طرف سے ہو، یا طلبہ کی طرف سے قطعاً جھوٹ اور دھوکہ ہے، شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال: من غش فلیس منا (سنن الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ الغش فی البیوع ج ۱ / ص ۲۴۵، سنن ابی داؤد ۲ / ۲۸۹، صحیح مسلم ج ۱ / ۹۷۰)

### مدرسہ کے اوقات کے سلسلہ میں حد درجہ احتیاط رکھنا چاہیے

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ جو گویا مظاہر علوم کے بانی ہیں ان کا یہ معمول تھا کہ

مدرسہ کے اوقات میں جب کوئی مولانا قدس سرہ کا عزیز ذاتی ملاقات کے لیے آتا تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے تھے اور واپسی پر بھی گھڑی دیکھ لیتے اور حضرت کی کتاب میں ایک پرچہ رکھا رہتا تھا اسپر تاریخ وار منٹوں کا اندارج فرما لیتے تھے اور ماہ کے ختم پر ان کو جمع فرما کر اگر نصف یوم سے کم ہوتا تو آدھے روز کی رخصت مدرسہ میں لکھوادیتے تھے البتہ اگر کوئی فتویٰ وغیرہ پوچھنے آتا تھا یا مدرسہ کے کسی کام سے آتا تھا تو اس کا اندارج نہیں فرماتے تھے۔ (آپ بقی ص ۳۵)

### مدرسہ میں یوم عاشورہ کی تعطیل کرنا درست نہیں

دس محرم کے روزہ کی فضیلت حدیث شریف سے ثابت ہے اور بھی متعدد خصوصیات اس دن کی وارد ہوئی ہیں لیکن اس دن میں تعطیل کرنا اور کاروبار یا مدارس کو بند رکھنا و انقض کا طریقہ ہے جس سے اجتناب لازم و ضروری ہے۔

من تشبہ بقوم فہو منہم (مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ کتاب اللباس)

### کتب خانہ کی کتاب گم ہونے پر ڈبل قیمت وصولنا

اگر کتاب ایسی ہے جو عام طور پر دستیاب ہے تو اس کی مقررہ قیمت ہی لی جائے زیادہ وصول نہ کی جائے زیادہ سے زیادہ ڈاک سے منگوانے کا خرچ لے لیا جائے اور اگر کتاب نایاب ہے یا کمیاب ہے اور دشواری سے ملتی ہے تو اہل علم کتاب کی حیثیت اور افادیت وغیرہ کے اعتبار سے اور اس کے حصول کی مشقت کا خیال کرتے ہوئے جتنی قیمت بھی لگائیں اس کے ضمان کی شرط لگانے کو صاحب ”الجوہرۃ البیرۃ“ نے جائز قرار دیا ہے اور یہی موجودہ زمانہ کے لیے مناسب ہے البتہ ہر کتاب کی دوگنی، تین گنی قیمت لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مالی ضمان کی صورت ہے جو جائز نہیں ہے۔ (الجوہرۃ البیرۃ ج ۲ / ص ۳۴)

قال فی الفتح وعن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان الی قولہ

وعندھما وباقی الائمة لایجوز (شامی مطلب فی التعزیر بأخذ المال ج ۴ ص ۶۱ / کراچی)

## دوسرے مدرسہ میں داخلے لینے کی وجہ سے طلبہ کا اخراج کرانا

طلبہ کے لیے ایک مدرسہ میں ہی تعلیم کی تکمیل کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے لہذا جو طلبہ ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں وہ کسی شرعی جرم کے مرتکب نہیں ہوتے، اس لیے کسی ناظم یا مہتمم کے لیے طلبہ کے اخراج کی کوشش کرنا شرعاً اور اخلاقاً مذموم ہے اور طلبہ علوم دینیہ سے خیر خواہی کے منافی ہے، جبکہ ہمیں ان سے بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے فاذا اتواکم فاستوصوا بہم خیراً (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۶)

البتہ طلبہ کو بھی چاہیے کہ سابق مدرسہ کو بلا وجہ معقول ناچھوڑیں اور اپنے تعلیمی سفر کو اساتذہ اور بڑوں کے مشورہ سے پورا کریں انشاء اللہ اس سے ہر طرح کی خیر و برکت حاصل ہوگی۔ (تعلیم لستعلم)

## بلا وجہ ملازمین و مدرسین کو معزول کرنا

اگر ملازمین و مدرسین صحیح طریقہ پر حسب ضوابط مدرسہ کے کام پابندی سے کر رہے ہوں بلا وجہ ان کو معزول یا معطل کرنا درست نہیں ہے۔

لا یصح عزل صاحب وظیفۃ بلا جنحة. (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۴۸)

## صدر و سکریٹری کو معزول کرنے اور تنخواہوں میں اضافہ کا اختیار

صدر اور سکریٹری کو معزول کرنے کے سلسلہ میں ادارہ و مدرسہ کے دستور کے مطابق عمل کیا جائے گا اگر دستور میں اراکین شوریٰ کو صدر و سکریٹری کو معزول کرنے کا اختیار ہو تو ان کے معزول کرنے سے یہ دونوں عہدے دار اپنے عہدے سے برطرف ہو جائیں گے اور زبردستی انہیں اپنے عہدے پر بنے رہنے کا حق نہ ہوگا اور اگر دستور مدرسہ اس کے برخلاف ہو تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں کے سلسلہ میں بھی دستور کے مطابق عمل

ہوگا یعنی اگر شوریٰ نے مہتمم کو اس کا اختیار دیا ہے تو مہتمم کو اضافہ تنخواہ کی شرعاً اجازت ہے۔ (کتاب

النوازل ج ۱۳ ص ۴۷/۴۶)

## مدرس کی پٹائی سے بیمار ہونے والے طالب علم کا علاج

لکڑی ڈنڈے سے پٹائی کرنا درست نہیں ہے اگر تادہی طور پر ضرورت پڑے تو مدرس صرف تین ضرب متوسط درجہ کی ہاتھ سے مار سکتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر مدرس کی پٹائی کی وجہ سے کوئی طالب علم بیمار ہو گیا تو اس کا علاج مدرس کے ذمہ ہے۔

قال العلامة الطحطاوی ینجوز للمعلم ان یضربه باذن ابیہ نحو ثلاث ضربات ضرباً وسطاً سلیملاً لا بخشبة فلان الضرب بہاورد فی جنایة صادرة عن المكلف ولا جنایة عن الصغیر (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار / کتاب الصلوة ج ۱ ص ۷۰ / دار المعرفۃ البیروت) شامی مطلب فی تعزیر المہتمم ج ۶ ص ۱۳۱ از کربا

## مدرسہ میں جمعرات کی شام سے جمعہ کی شام تک نگرانی کی باری لگانا

اگر کسی مدرسہ کا اس طرح ضابطہ ہے تو اساتذہ کی اس طرح باری لگانا درست ہے۔

عن انس بن مالک: المسلمون علی شروطہم ما وافق الحق من

ذلک. (سنن الدارقطنی، ج ۳ ص ۲۴)

## مدرس کا نظام مدرسہ کے خلاف عمل کرنا

مدرسہ کے مدرس کو نظام مدرسہ کے خلاف عمل کرنا درست نہیں مثلاً اس پر متعین وقت میں اطمینان بخش طریقہ پر پڑھانا اور حسب ضابطہ کتاب کو نصاب تک پہنچانا، وغیرہ امور لازم ہیں، ان امور میں کسی بھی کوتاہی پر مذمہ داران مدرسہ کو باز پرس کرنے کا مکمل حق ہے اور اگر وہ مدرسہ کے متعین اوقات پر حاضری نہ دیں تو حسب ضابطہ ان کی تنخواہ وضع کی جاسکتی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلکم راع

وكلکم مسؤول، فالإمام راعٍ وهو مسؤولٌ والرجل راعٍ على أهله وهو مسؤولٌ، والمرأة راعيةٌ على بيت زوجها وهي مسؤولةٌ، والعبء راعٍ على مالٍ سيده وهو مسؤولٌ، ألا فكلکم راعٍ وكلکم مسؤولٌ (صحيح البخارى كتاب النكاح ص ۱۳۳۲ / رقم: ۵۱۸۸ / دارالفکر بيروت)

عن انس بن مالك: المسلمون على شروطهم ما وافق الحق من ذلك. (سنن الدارقطنى، ج ۳ / ص ۲۴)

## قومی ترنگا جھنڈا ہرانا

محض علامتی طور پر مدرسہ میں جھنڈا ہرانا میں حرج نہیں ہے، البتہ اس کو اس طرح تقدس و احترام کا درجہ دینا کہ اس کی عبادت کا شبہ ہونے لگے یہ جائز نہیں۔ (مستفاد از کفایت المفتی ج ۹ ص ۳۸۵)

## یوم آزادی کے جلسہ میں چندہ کر کے لڈو تقسیم کرنا؟

کسی دینی اور دنیوی مصلحت کے پیش نظر یوم آزادی کا جلسہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ خلاف شرع امور کا ارتکاب نہ کیا جائے اور شیرینی وغیرہ کی تقسیم کو لازمی نہ سمجھا جائے اور نہ لوگوں سے جبراً چندہ لیا جائے اور نہ ہی اسمیں زکوٰۃ وغیرہ کی رقم استعمال کی جائے (مستفاد از فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۸۱، احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۷۷)

## پندرہ اگست پر جھنڈا ہرانا اور راشٹریہ گیت گانا کیسا ہے؟

پندرہ اگست اور چھبیس جنوری کے موقع پر جلسہ جلوس کوئی امر شرعی نہیں، بلکہ ایک دنیوی امر ہے، شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اور شرکیہ کلمات سے بچتے ہوئے اس طرح پروگرام منانے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد از فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۲۲۸، کتاب النوازل ج ۱ ص ۷۷)

## مدرسین کی تنخواہ اور تعطیلات کے ضابطے

### اہل مدارس مالیات کا حساب شمسی تاریخ سے رکھیں یا قمری

قرآن کریم، احادیث مبارکہ، اور شرعی احکام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عبادات میں چاند کی تاریخوں کو معیار بنایا گیا ہے چنانچہ حج اور روزے میں قمری مہینہ کا ہی اعتبار ہے زکوٰۃ میں بھی حولان حول قمری مراد ہے۔

قال الله تعالى يستلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج. (البقرہ

آیة ۱۸۹)

و حولها ای الزكاة قمری لاشمسی (الدر المختار ج ۳ ص ۲۲۳ / زکریا)

## استاذ کا دیر سے آنے پر مکمل حاضری لگانا

استاذ یا کسی بھی ملازم کے لیے مدرسہ میں جتنے وقت حاضر رہنے کے لیے جو ضابطہ بنا دیا گیا، تو اس استاذ یا ملازم کے لیے اس مقررہ پورے وقت میں حاضر رہ کر مصروف عمل رہنا لازم ہے، البتہ دس، پانچ منٹ کی دیر حاضری عرف و تعامل کی وجہ سے درست ہوگی۔

من غاب عن الدرس قطع معلومه، فيجب اتباعه، (شامی ج ۶ ص ۲۳۱، زکریا)

الاجير الخاص يستحق الاجرة إذا كان فى مدة الاجارة

حاضر للعمل..... غير أن يشترط أن يتمكن من العمل..... الخ (شرح المجله، لسليم

رستم باز، كتاب الاجارة ج ۱ ص ۲۳۹، اتحاد، ديوبند)

المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً. (شرح المجله ج ۱ ص ۳۷، اتحاد ديوبند)

الثابت بالمعروف كالثابت بالنص. (شامی ج ۶ ص ۵۵۶، زکریا)

قال العلامة ابن عابدين: إمام يترك الإمامة لزيارة أقربائه فى الرسائق

اسبوعاً أو لحوه أو لمصيبة أو لاستراحة لا بأس به ومثله عفو فى العادة والشرع

(شامی ج ۴/ص ۲۱۹، کراچی و کذا فی الاشباہ والنظائر ج ۱/ص ۱۲۹ کراچی)

## سبق میں غیر درسی باتیں یا دوسرا کام کرنا

دورانِ درس استاذ کے لیے ایسا کوئی کام کرنا جس کی وجہ سے مقصود سے دھیان ہٹتا ہو، مقصود فوت ہوتا ہو، جائز نہیں ہے، مثلاً سبق یا پارہ سننے کے دوران فون پر گفتگو کرنا یا اپنا قرآن پڑھنا یا کوئی وظیفہ پڑھنا وغیرہ البتہ کبھی کبھار مناسب وقت میں طلبہ کو تربیتی باتیں، بزرگوں کے واقعات وغیرہ سنانا یا جب طلبہ از خود پڑھ رہے ہوں، اور استاذ بیٹھا نگرانی کر رہا ہو تو قرآن کریم یا کوئی وظیفہ پڑھنا درست ہوگا، طلبہ کی تربیت بھی استاذ کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۷/ص ۲۲۶/۲۷)

## چھبیس جنوری اور پندرہ اگست کو چھٹی

پندرہ اگست اور چھبیس جنوری کو قومی یادگار کے طور پر مدارس میں چھٹی کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ یہ عمل مذہبی طور پر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا تعلق قومی مصالحوں سے ہے، اس طرح کی مصلحتوں پر عمل کرنا شرعاً منع نہیں ہے۔ (مستفاد از کفایت المفتی ج ۹/ص ۲۱۶/۲۱۷، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۷۶)



## ایام تعطیل کی تنخواہوں کا شرعی ضابطہ

یہاں پر دو صورتیں ہیں اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔  
(الف) اگر من جانب مدرسہ مدرسین پر یہ لازم ہے کہ وہ ایام تعطیل میں چندہ فراہمی برائے مدرسہ کا کام انجام دیں گے، تو یہ بھی ان کے معاملہ اجارہ کا ایک جز ہے؛ لہذا اس صورت میں انہیں ایام تعطیل کے علاوہ مزید اجرت اور تنخواہ لینے کا شرعاً استحقاق نہ ہوگا۔

اذا استاجر رجلاً ليعمل له عملاً اليوم الى الليل بدرهم صباغة او خبزاً او غير ذلك، فالاجارة فاسدة في قول ابى حنيفة، وفي قولهما يجوز استحساناً ويكون العقد على العمل دون اليوم حتى اذا فرغ منه نصف النهار فله الاجر كاملاً (الفتاوى الهندية، الباب السادس /ومما يتصل بهذا الفصل اذا جمع في عقد الاجارة بين الوقت والعمل. ج ۴/ص ۲۲۳)

(ب) اور اگر مدرسین پر چھٹی کے ایام میں چندہ کی فراہمی لازمی نہیں ہے، بلکہ ان کا کام صرف تدریس کا ہے تو محض تدریس پر عقد اجارہ کی وجہ سے وہ ایام تعطیل کی تنخواہ کے مستحق ہیں اور اگر وہ ان ایام میں مدرسہ کا کوئی کام کریں تو اس کی اجرت کا انہیں الگ سے مطالبہ کرنے کا حق شرعاً حاصل ہوگا۔

وهل ياخذ ايام البطالة كعيدورمضان لم اره وينبغي الحاقه ببطالة القاضي، واختلفوا فيها والاصح انه ياخذ لانها للاستراحة (الاشباہ من قاعدة العادة محكمة الدرالمختار) وتحتنه في الشامي فحيث كانت البطالة معروفة في يوم الثلاثاء والجمعة وفي رمضان والعيدين يحل الاخذ (الدرالمختار مع الشامي /مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم البطالة ج ۶/ص ۵۶۷/۵۶۸/زكريا)

## تعطیل کلاں کو سلب کرنا

اگر کسی مدرسہ میں یہ ضابطہ ہے کہ رخصت کلاں سے ما قبل و ما بعد لگاتار رخصت لینے سے تعطیل کلاں سلب ہو جائیگی تو اس ضابطہ پر عمل کرتے ہوئے سلب رخصت شرعاً درست ہے۔  
اما لو شرط شرطاً تبع كحضور المدرس ايماً معلومة في كل جمعة فلا يستحق المعلوم الامن باشراً خصوصاً اذا قال من غاب عن المدرس قطع معلومه فيجب اتباعه (شامی /مطلب في الغيبة التي يستحق بها العزل عن الوظيفة وما لا يستحق ۴/ص ۲۱۹/۲۳۱/زكريا)

## ایام تعطیل میں حاضر رہ کر بعد میں اس حق کو استعمال کرنا؟

چھٹی کے ایام جب ختم ہو جائیں اور صاحب حق اس کو استعمال میں نہ لائیں اور مدرسہ میں ہی رکے رہیں اور بعد میں اس حق کا استعمال کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے اگر اس حق کا استعمال بعد میں کریں گے تو وہ غیر حاضری شمار ہوگی اور ناظم مدرسہ کو تنخواہ وضع کرنے کا پورا حق ہوگا (مستفاد از احسن الفتاویٰ ۲۸۳/۷ کفایت المفتی ۱۸۸/۷ امداد الفتاویٰ ۳۳۹/۳)

ولا یحِلُّ لَهٗ اِخْذُ الْجُرْعِ عَنْ یَوْمٍ لَمْ یُدْرَسْ فِیْهِ مَطْلَقًا سِوَا قَدْرٍ لَهٗ اَجْرٍ کُلِّ یَوْمٍ اَوْ لَا. (شامی مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الوظیفۃ فی یوم البطالة ج ۶/ص ۵۶۸ زکریا)

## مدرسہ میں رخصت وضع کرنے کا حق

اگر بوقت تقرر مدرسہ کے ضابطہ سے ملازم کو مطلع کر دیا جائے، یا ملازم کو اس کا علم ہو جائے اور اس پر وہ کوئی اعتراض نہ کرے اور نہ اس کی وجہ سے ملازمت ترک کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس نے ضابطہ کو قبول کر لیا، لہذا از روئے حدیث ”المسلمون علی شروطہم“ کے تحت ضابطہ کی تعمیل جائز ہے، البتہ اگر ذمہ داران مدرسہ کسی مجبوری کے تحت خاص حالات میں کسی ملازم کو رعایت دے دیں تو اس کی بھی گنجائش ہے، یہ ان کی طرف سے تبرع ہوگا بشرطیکہ مجلس شوریٰ نے ان کو اس طرح کی رعایت دینے کا اختیار دے رکھا ہو۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا وَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ اِلَّا شَرَطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا. (سنن الترمذی، باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البیوع ص ۲۳ ج ۳، رقم: ۲۸۶۹)

## مدرسہ کے جرنیٹر سے ذاتی فائدہ اٹھانا

مہتمم، ملازم اور مدرس کے لیے مدرسہ کی کسی بھی چیز سے بلا استحقاق ذاتی فائدہ اٹھانا جائز

نہیں ہے، البتہ اگر استحقاق ہو مثلاً استاذ، ملازم یا مہتمم کی تنخواہ کے ساتھ یہ طے کیا گیا ہو کہ وہ مدرسہ کے کمرے میں رہے گا، مدرسہ کی بجلی (خواہ سرکاری ہو یا جرنیٹر کی ہو) اور پانی وغیرہ استعمال کرے گا تو ایسی صورت میں استاذ، ملازم و مہتمم کے لیے مدرسہ کے جرنیٹر سے مستفید ہونا جائز ہوگا۔

متولى المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد الى بيته . (الفتاوى الهندية

ج ۲/ص ۴۶۲)

ويبدأ من غلته بعمارتہ ثم ما هو اقرب لعمارتہ كإمام مسجد ومدرس

مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلك إلى

آخر المصالح. (الدر المختار ج ۶/ص ۵۵۹/۵۶۰ زکریا)

## مدرسہ کے مستقل ملازم باورچی سے گھر پر کھانا بنوانا

مدرسہ کے کسی بھی ملازم (خواہ وہ باورچی ہو یا مدرس وغیرہ) کا معاملہ مدرسہ کے ساتھ جو ہوتا ہے، اس کی شرعی حیثیت اجارہ کی ہے، اور اجارہ کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اجارہ کی بنیاد کام یا وقت دونوں میں سے کسی ایک پر رکھی جائے اور اسی کے مطابق اجرت طے کی جائے، چنانچہ اگر اجارہ کی بنیاد وقت پر رکھی جائے تو طے شدہ وقت پورا ہونے کے بعد ملازم کو بلا معاوضہ اضافی وقت میں کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر اضافی وقت لینا ہو اور ملازم زائد وقت دینے پر رضامند بھی ہو تو اس کی الگ سے باہمی رضامندی کے ساتھ جو اجرت طے ہو جائے ملازم اس کا مستحق ہے، اور اگر اجارہ کی بنیاد عمل پر رکھی گئی ہو تو اس صورت میں ملازم کام پورا کرنے کا پابند ہوگا، وقت پورا کرنا ملازم پر لازم نہ ہوگا۔

اس تمہید کے بعد جاننا چاہیے کہ باورچی کی ملازمت اگر صرف کام کی طے ہو تو اس کو اپنی مفوضہ ذمہ داری عہدگی کے ساتھ انجام دینے کے بعد بلا معاوضہ اپنا ذاتی کھانا بنوانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، الا یہ کہ باہمی رضامندی سے الگ سے معاملہ طے کر کے کھانا بنوایا جائے۔

نوٹ: باورچی وغیرہ سے عموماً ملازمت تو کام ہی کی طے ہوتی ہے مگر مشاہدہ میں یہ آتا ہے

کہ بعض ہوشیار باورچی کچا پکا کھانا بنا کر دوسری جگہ اجارہ پر کھانا بنانے چلے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اہل مدارس پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں اس لیے مناسب یہ ہے کہ کام اور وقت دونوں سے اجارہ متعلق کیا جائے کام سے اصلاً اور وقت سے ضمناً۔ (مستفاد: کتاب النوازل ج ۱۲ ص ۲۵۹)

لیکن اگر باورچی کی ملازمت وقت کی ہو تو اس متعین وقت میں اپنی مفوضہ ذمہ داریوں سے فراغت کے بعد خالی اوقات میں (مکان عمل یعنی مدرسہ ہی میں رہتے ہوں) ایسا کوئی مختصر کام مثلاً باہمی رضامندی سے تھوڑا سا کھانا بنوانا، وغیرہ جس پر عرفاً چشم پوشی کی جاتی ہو انجام دیا جاسکتا ہے، اور طے شدہ وقت گزر جانے کے بعد باہمی رضامندی سے معاملہ طے کر کے کتنا بھی کھانا بنوانا درست ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۰، امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۸۷، کتاب النوازل ج ۱۲ ص ۵۹/۲۵۸، فتاویٰ قاسمیہ ج ۲ ص ۵۱۳)

والأجارة لاتخلو إيماناً تقع على وقت معلوم أو على عمل معلوم الخ. (کتاب الاجارة الباب الثالث في الاوقات التي يقع عليها عقد الاجارة ج ۲ ص ۲۱۶، زکریا)

وليس للأجير الخاص أن يعمل لغير مسأجره إلا بإذنه، والانقص من اجره بقدر ماعمل، ولو عمل لغيره مجاناً سقط رب العمل من اجره بقدر قيمة ماعمل (الموسوعة الفقهية/المطلب الاول الأجير الخاص ج ۱ ص ۲۹۰ ط: کویت)

أواستأجر خبازاً ليخبز له كذا، كقفيذ دقيق اليوم بدرهم فسدت عند الإمام لجمعه بين العمل والوقت، ولاترجيح لأحدهما فيفضى للمنازعة لوقال في اليوم أو على أن تفرغ منه اليوم جازت إجماعاً، قوله فيفض للمنازعة فيقول المؤجر: المعقود عليه العمل والوقت ذكر للتعجيل ويقول المستأجر: بل هو الوقت والعمل للبيان وقال الصحابان: هي صحيحة ويقع العقد على العمل وكر الوقت للتعجيل تصحيحاً للعقد عند تعذرا لجمع بينهما فترفع الجهالة وظاهر كلام الزيلعي ترجيح قولهما، الخ. (الدر المختار مع الشامى ج ۲ ص ۵۹/۵۸)

## مدرسہ سے ایام حج کی تنخواہ لینا؟

حج کی رخصت کے بارے میں اگر مدرسہ کا پہلے سے کوئی ضابطہ ہو تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، اگر ضابطہ مقرر نہ ہو تو کسی ذمہ دار مدرسہ سے ضابطہ معلوم کر کے اس کو عمل میں لایا جائے تاہم چونکہ سفر حج ضروریات مدرسہ میں شامل نہیں ہے اس لیے ان ایام کی تنخواہ ضابطہ کے بغیر مدرسہ سے لینا درست نہیں ہے۔

منها البطالة في المدارس كايام الاعياد ويوم عاشوراء وشهر رمضان في درس الفقه لم ارها سريحة في كلامهم والمسئلة على وجهين فان كانت مشروطة لم يسقط من المعلوم شيء. (الاشباه والنظائر، الفن الاول في القواعد والقاعدة السادسة ۲۷۲/۱ زکریا)

## حج بدل کو جانے والے مدرس کی تنخواہ مدرسہ پر نہیں ہے

اگر مدرسہ میں اتفاقیہ رخصتوں کا ضابطہ ہو تو ضابطہ کے مطابق جتنی اتفاقیہ رخصتیں مدرسہ کی طرف سے ملتی ہوں وہ مدرسہ سے لے لی جائیں، اور زائد رخصتوں کا بار مدرسہ پر نہ ڈالیں، اور حج بدل کرانے والے نے اگر پہلے سے طے کر رکھا ہے کہ وہ رخصت کی تنخواہ بھی دے گا، تو اس سے تنخواہ کے مطالبہ کا حق ہے ورنہ اسے تنخواہ دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

كذا استفيد من عبارة البحر عن الاستيجار عن الاستيجار على الحج، فلو دفع اليه الاجر فحج يجوز عن الميت وله من الاجر مقدار نفقة الطريق، ويرد الفضل على الورثة الا اذا تبرع به الورثة او وصى الميت بان الفضل للحاج. (شامی / مطلب في الاستيجار على الحج ۲/۲۰۱ / کراچی، ۴/۱۸/۱۹ زکریا)

## اپنی جگہ دوسرے کو عارضی مدرس بنا کر رخصت پر جانا

اگر کسی مدرسہ کا قانون اپنی جگہ دوسرے شخص کو رکھنے کی اجازت دیتا ہے، تو اس کی اجازت

ہے اور اس صورت میں مدرس مکمل تنخواہ کا مستحق ہوگا۔

(مستفاد از احسن الفتاویٰ ۷/۲۸۵، کتاب النوازل ج ۱۳ ص ۱۲۹)

## جمعہ کے دن کی تنخواہ کا ٹنا

اگر ابتداء ہی میں معاملہ کرتے وقت یہ بات صراحتاً طے ہوگئی کہ جمعہ کے دن کی تنخواہ کا ٹنا جائیگی تو یہ تنخواہ کا ٹنا درست ہے، لیکن اگر شروع میں صراحتاً یہ طے نہیں ہوا تھا تو مدارس کے عرف پر مدار رکھتے ہوئے جمعہ کے دن کی تنخواہ کا ٹنا جائز نہ ہوگا، اور پوری تنخواہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

امالوقال: يعطى المدرس كل يوم كذا فينبغي ان يعطى ليوم البطالة المتعارفة بقريئة ما ذكره في مقابله من البناء على العرف، فحيث كانت البطالة معروفة في يوم الثلاثاء والجمعة، وفي رمضان والعديد من الأيام، وكذلك يوبطل في يوم غير معتاد لتحرير درس الاذانس الواقف على تقييد الدفع باليوم الذى يدرس فيه كما قلنا. (شامى /مطلب : فى استحقاق القاضى والمدرس الوظيفة فى يوم البطالة ۶/۲۸۷ ص ۲۸۷)

## صرف ایک گھنٹہ پڑھا کر پورے مہینہ کی تنخواہ لینا؟

مدرس میں صرف ایک گھنٹہ پڑھانا اور بقیہ اوقات میں غیر حاضر رہنے کے باوجود پورے مہینہ کی تنخواہ لینا خیانت ہے اور اہل مدرسہ کو حق ہے کہ غیر حاضری کی تنخواہ وضع کر لیں۔

من غاب عن المدرس قطع معلومه فيجب اتباعه (شامى /مطلب فى الغيبة التى

يستحق بها العزل عن الوظيفة وما لا يستحق ۶/۲۳۱ ص ۲۳۱)

## تنخواہ دار مفتی کا عاملہ کی مقررہ فیس سے زائد لینا؟

باضابطہ تنخواہ دار مفتیوں کا مجلس عاملہ کی مقررہ فیس سے زائد رقم لے کر مدرسہ کے قانون کے خلاف اپنی تنخواہ لے لینا جائز نہیں۔

لان اخذ الاجر على بيان الحكم الشرع لا يحل عندنا وانما يحل على

الكتابة لانها غير واجبة عليه. (شامى /مطلب فى حكم الهدية للمفتى ج ۸ ص ۵۰ ص ۵۰ كريا )

## مدرسہ سے تنخواہ لے کر مسجد میں پڑھانا

مسجد میں بیٹھ کر دینی تعلیم دینا درست ہے اور چونکہ مدرسہ سے نفس تعلیم پر مشاہرہ لیا جاتا ہے اس لیے مدرسہ کے نظام کے تابع ہو کر معلم جہاں بھی پڑھائے وہ اس مشاہرہ کا مستحق ہوگا البتہ بلا ضرورت ایسا نہ کرنا چاہیے۔

ولو جلس المعلم فى المسجد والوراق يكتب فان كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلا بأس به لانه قربة وان كان بالاجرة يكره الا ان يقع لهما الضرورة. (الفتاوى الهندية الباب الخامس فى آداب المسجد الخ ۵/۳۲۱)

## رمضان میں مستعفی ہونے والے کو شعبان کی تنخواہ سے محروم کرنا

اس مسئلہ کے بارے میں مدرسہ کے مقرر کردہ ضابطہ کے مطابق عمل کیا جائے، اگر شعبان اور رمضان میں استعفی دینے کے باوجود تنخواہ کے استحقاق کا ضابطہ ہو تو ایسا مستعفی مدرس تنخواہ کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں، اور اگر مدرسہ میں ضابطہ نہیں ہے تو دیگر مدارس کے تعامل کے مطابق استحقاق تنخواہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ ملازم تعطیل کلاں کے بعد مدرسہ میں حاضر بھی ہو تعطیل کے درمیان استعفی کی صورت میں استحقاق نہ ہوگا، الغرض مسئلہ کا مدار عرف و تعامل پر ہے جیسا عرف ہو ویسے عمل کر لیا جائے۔ (مستفاد از امداد الفتاویٰ ۳/۳۲۸، فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۲۳۶ قدیم زکریا دیوبند، کتاب النوازل ج ۱۳ ص ۱۳۶)

## تنخواہ سے فنڈ کے نام پر رقم وضع کرنا

بعض عربی مدارس میں مدرس کی تنخواہ سے کچھ رقم فنڈ کے نام پر جو واجبی اور لازمی طور پر وضع کر لی جاتی ہے اور پھر مدرس کے مدرسہ سے علیحدگی یا مدرس کے انتقال پر وضع شدہ رقم اضافے کے ساتھ دی جاتی ہے اس کا لین دین شرعاً درست ہے اور یہ اضافہ سود کے دائرہ میں داخل نہیں ہے

بلکہ یہ مدرس و ملازم کے ساتھ بشکل انعام ادارہ کے طرف سے امداد و تعاون ہے جس کا لین دین آپس میں شرعاً درست ہے لہذا اس عمل سے مدرسہ کسی شرعی قباحت میں بھی مبتلا ناہوگا۔ (ایضاح النوادر، ۱۳۸/۱، ایضاح المسائل ۱۶۳، فتاویٰ رحیمیہ ۱۴۷/۵، کتاب النوازل ج ۳ ص ۱۳۸)



## مسائل متفرقہ

### لیٹ فیس وصول کرنے کی شرعی حیثیت

لیٹ فیس کے نام سے جو رقم بعض مدارس میں لی جاتی ہے یہ تاخیر سے آنے کا جرمانہ ہے، اور شرعاً اس طرح مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ یہ التزام کیا جائے کہ وقتی طور پر مالی جرمانہ طلبہ سے وصول کر لیا جائے تاکہ وہ آنے میں تاخیر نہ کریں، اور سال کے آخر میں جس طالب علم سے جتنا مالی جرمانہ لیا گیا ہے وہ اس کو واپس کر دیا جائے تو گنجائش ہے ورنہ جائز نہیں۔

عندابی یوسفؒ يجوز التعزير للسلطان باخذ المال، وعندهما وباقي الاثمة الثلاثة لايجوز، كذا في فتح القدير، ومعنى التعزير بأخذ المال على القول به: امساک شیء من ماله عنده مدة لينزجر، ثم يعيد الحاكم اليه لأن يأخذ الحاكم لنفسه، أولبيت المال كمايتوهم الظلمة. (عالمگیری: كتاب الحدود وفصل في التعزير ج ۲ ص ۱۸۱، زکریا)

### جلسہ کی بچی ہوئی رقم کا مصرف

جلسہ کی بچی ہوئی رقم چندہ دہندگان کی اجازت سے مدرسہ میں خرچ کر سکتے ہیں، یہ اس وقت ہے جبکہ چندہ خاص جلسہ ہی کے لیے کیا گیا ہو، اور اگر چندہ دہندگان کو یہ معلوم ہو کہ اس چندہ سے مدرسہ اور جلسہ دونوں کا انتظام ہوگا تب بچی ہوئی رقم بلا اجازت بھی مدرسہ میں استعمال کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۷۹، قدیم، فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۲۶۶، امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۹۳)

## قیمت طعام کو مدرسہ کی تعمیر و تنخواہ وغیرہ میں لگانا

طلبہ و اساتذہ سے قیمت طعام کے عنوان سے لی گئی رقم مدرسہ کی تعمیر و تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ رقم زکوٰۃ نہیں ہوتی۔

فيجوز لو بأمره، أي يجوز عن الزكاة على أنه تملك منه، والدائن يقبضه لحكم النيابة عنه، ثم يصرف قابضاً لنفسه. (شامی کتاب الزکاة، باب المصروف، زکریا ج ۳ ص ۲۹۲، کراچی ج ۲ ص ۳۴۵)

## مدارس میں طلبہ کی انجمنوں کی شرعی حیثیت

مدارس میں طلبہ کی انجمنوں کے لیے جمع شدہ کتابوں اور روپیہ وغیرہ کی شرعی حیثیت وقف کی ہے، اگرچہ اموال منقولہ کے وقف میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ہے مگر تمام متاخرین نے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ اموال منقولہ متعارفہ کا وقف صحیح ہے، اسی پر امت کا عمل ہے۔

صح ايضاً وقف كل (منقول) قصداً (فيه تعامل) للناس (كفأس وقدم) بل (ودراهم ودنانير)، وفي الشامية: ولما جرى التعامل في زماننا في البلاد الرومية وغيرها في وقف الدراهم والدنانير دخلت تحت قول محمد المفتي به في وقف كل منقول فيه تعامل الخ. (الدر المختار مع الشامی، الوقف، مطلب في وقف المنقول قصداً، زکریا ج ۶ ص ۵۵۵)

وان على طلبة العلم وجعل مقرها في خزائنه التي في مكان كذا، ففي جواز النقل تردد، وفي الشامية: ظاهره صحة الوقف عليهم، لأن الغالب فيهم الفقير..... الى قوله: وقد يقال: ان هذا مما يستوى في الانتفاع به الغني والفقير الخ. (الدر المختار مع الشامی، الوقف، مطلب في حكم الوقف على طلبة العلم

## اہل حدیث اور غیر مقلدین کو سند دینا

اہل حدیث اور بریلوی حضرات کو مدرسہ میں پڑھا کر سند دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک طالب علم سلفیت، غیر مقلدیت، بریلویت وغیرہ سے متاثر ہو لیکن اگر متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ داعی بھی ہو تو اخراج لازم و ضروری ہے تاکہ صحیح الذہن طلبہ اسکے شر سے محفوظ رہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲/ص ۳۷۹، فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳/ص ۲۱)

عن عثمان بن عفان<sup>ؓ</sup> ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: خير كم من تعلم القرآن وعلمه (سنن الترمذی باب ماجاء فی فضل القرآن ج ۲/ص ۱۱۸)

## غیر مسلم طلبہ کو مدرسہ میں اردو وغیرہ پڑھانا

غیر مسلم طلبہ کو مدرسہ میں تعلیم دینے کی گنجائش ہے البتہ زکوٰۃ کاروپہ ان پر خرچ کرنا درست نہ ہوگا، اس لیے کہ غیر مسلم زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے البتہ نقلی امداد کی جاسکتی ہے، ہو سکتا ہے یہی اس کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔

قال ابو حنیفة: اعلم النصارى الفقه و القرآن لعله يهتدى. (الفتاوى الهندية كتاب الكراهية ج ۵/ص ۳۲۳)

عن ابراهيم بن مهاجر قال: سألت ابراهيم عن الصدقة على غير اهل الاسلام فقال: اما الزكوة فلا و اما ان شاء رجل يتصدق فلا بأس. (المصنف لابن ابى شيبة ج ۶/ص ۵۱۶ رقم الحديث ۱۰۲۱)

## طالب علم کا بلا اجازت مدرسہ کی کوئی چیز استعمال کرنا

طالب علم کا مدرسہ کی کسی چیز کو بلا اجازت استعمال کرنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۹/ص ۶۲)

## طلبہ کی تعلیمی کوتاہی پر ذمہ دار کون ہے

طلبہ کی تعلیم و تربیت میں کمزوری اگر خود طلبہ کی کاہلی اور لاپرواہی کے سبب سے ہے تو وہ خود عند اللہ مسئول ہوں گے، اور اگر اس کمزوری و کوتاہی میں استاذ یا ذمہ دار مدرسہ کا دخل ہے تو اللہ کے نزدیک وہی مسئول ہوگا۔

**نوٹ:** اگر طلبہ کی معتد بہ تعداد کا میاب ہو، اور کچھ طلبہ کمزور رہ جائیں تو استاذ یا ذمہ دار بظاہر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش مانا جائے گا۔

عن ابن عمر<sup>ؓ</sup>، عن النبي ﷺ قال: الا! كلکم راعٍ، و كلکم مسئول عن رعیتہ، فالأمیر الذی علی الناس راعٍ، و هو مسئول عن رعیتہ. (مسلم شریف باب فضیلة العادل، ج ۲/ص ۱۲۲)

## مدرسہ کی رقم سے امام و مؤذن کو وظیفہ دینا

اگر مسجد مدرسہ کے تابع ہے اور مدرسہ کے مختلف شعبہ اخراجات میں سے ایک شعبہ مسجد بھی ہے، تو مدرسہ کی رقم سے امام و مؤذن کو وظیفہ دینا جائز ہے، اور اگر تابع نہیں ہے تو جائز نہیں ہے۔  
التابع تابع (الاشباہ: ص ۱۸۳) تابع اپنے لوازمات کے ساتھ تابع ہوتا ہے۔

اتحد الواقف والجهة، وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه، لأنهما حينئذ كشيء واحد. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في انقراض المسجد ونحوه، ج ۶/ص ۵۵۱، زکریا)

## مدرسہ کے پیسہ سے مدرسہ کے بانی کی کتاب چھاپنا

مدرسہ کی رقم سے مدرسہ کے بانی یا کسی بھی شخص کی کتاب شائع کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر خاص اسی مد کے لیے مخصوص احباب سے امداد لی گئی ہو تو پھر گنجائش ہوگی۔ (مستفاد: دارالافتاء دارالعلوم

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل ، وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره . (ج ۲ / ص ۲۶۹ ، كتاب الزكوة، مستفاد : فتاویٰ رحیمیة ج ۹ / ص ۹۶)

## مدرسہ کے پیسہ سے مقدمات کی پیروی کرنا

مدرسہ کے انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ مقاصد مدرسہ کو بروئے کار لانے کے لیے ہر جائز قانونی کوشش کرنے سے دریغ نہ کرے، اگر اس میں کوئی رکاوٹ ڈالے تو مدرسہ کے امدادی فنڈ سے قانونی چارہ جوئی کرنا درست ہے۔ (مستفاد: دارالافتاء جامعہ الرشید کراچی، فتویٰ نمبر: ۶۱۲۳۸، تاریخ اجراء ۲۷ نومبر ۲۰۱۷ء)

يجعل القاضي للوقف قيماً ويجعله خصماً لمن حضر منهم في أن يثبت قرابته من الوقف : وظيفته حفظ وقف عمارته وإيجاره وزرعه ومخاصمة فيه . (احکام الأوقاف للإمام الخصاف ، باب الرجل يقف الأرض على قرابته فيتساعون في ذلك . ص ۵۷)

## بیماری کا صدقہ مسجد و مدرسہ میں دینا

بیماری میں جو صدقہ نکالا جاتا ہے اس کا شمار ”صدقات نافلہ“ میں ہوتا ہے اس کو غرباء، فقراء اور مستحقین زکوٰۃ کو بھی دیا جاسکتا ہے، اور مسجد و مدرسہ کی ضروریات میں بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، غرض کسی بھی کار خیر میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔

لايجوز بالنزكوة المسجد وكذا القنابير والسقايات، واصلاح الطرقات وكسرى الانهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه ..... هذا في الواجبات كالزكوة، والنذر، والعشر، والكفارة، فأما التطوع فيجوز الصرف اليهم.

تصدقوا ، وادوا و امرضاکم بالصدقة، فان الصدقة تدفع عن الاعراض والأمراض ، وهي زيادة في أعمالکم ، و حسناتکم . (الحديث: البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عمر : ج ۱ / ص ۲۲۷)

## مدرسہ میں بچوں کا مانگ پر دعاء و درود پڑھنا

مدرسہ میں بچوں کا مانگ پر دعاء، درود شریف، تلاوت وغیرہ اتنی زور سے پڑھنا کہ پاس پڑوس والوں کو تکلیف ہو تو ناجائز ہے۔ (مستفاد: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند: فتویٰ نمبر: ۱۷۵۲۵۱، تاریخ اجراء: ۱۶ دسمبر ۲۰۱۹ء)

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ . (الحديث: معجم الأوسط ج ۲ / ص ۳۸۶؛ رقم: ۳۶۰۷)

## مسجد کی جماعت ترک کر کے مدرسہ کے کمرہ میں نماز پڑھنا

بالغ طلبہ اور اساتذہ کا مسجد کی جماعت ترک کر کے مدرسہ کے کمرہ میں نماز ادا کرنا بڑے ثواب سے محرومی کی بات ہے، اس پر مداومت کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر بچوں کی کثرت کی وجہ سے یا بچوں کو نماز کی تربیت کرانے کی غرض سے یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے مدرسہ ہی میں جماعت کرائی جاتی ہو تو اس میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ بالغ طلبہ کو مسجد ہی میں نماز باجماعت پڑھانے کا اہتمام کرایا جائے اور نابالغ طلبہ کی جماعت مدرسہ میں کرا دی جائے، اور ان کی نگرانی چند اساتذہ یا بالغ طلبہ کر لیں اور وہ وہیں نماز پڑھ لیں، باقی اساتذہ مسجد میں نماز ادا کریں تو یہ جائز ہوگا، بہر صورت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے علاوہ جگہ میں حاصل نہیں ہوگا۔ (مستفاد: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند: فتویٰ نمبر: ۶۳۹۹۶، تاریخ اجراء: ۱۵ مئی ۲۰۱۶ء، دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، فتویٰ نمبر: ۲۰۰۹۲۵، ۱۳۳۲۰۷، تاریخ اجراء: ۲۸ فروری ۲۰۲۱ء)

الجماعة سنة مؤكدة للرجال. (شامی: ج ۱/ص ۵۵۲)

قال رسول الله ﷺ صلاة الرجل في بيته بصلاة، وصلاته في مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة، الخ. (الحديث: ابن ماجه: ج ۲/ص ۴۱۷)

## مدرسہ یا مسجد کے بیت الخلاء میں سود کا پیسہ لگانا

سودی رقم مدرسہ یا مسجد کی بیت الخلاء کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں، بلکہ سودی رقم بلا نیت ثواب، اپنی جان سے وبال ٹالنے کے لیے کسی فقیر پر صدقہ کر دی جائے۔ (مستفاد: دار الافتاء دارالعلوم دیوبند: فتویٰ نمبر: ۲۴۹۲۸، تاریخ اجراء: ۲۳/ اگست ۲۰۱۰ء)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق اذا تعذر الرد على صاحبه. (شامی: كتاب الحظر والاباحة، ج ۹/ص ۵۵۳، زکریا)

## موجودہ دور میں تنخواہ میں اضافہ

موجودہ زمانہ کی گرانی اور مہنگائی سب کے سامنے ہے، اس لیے مہنگائی اور گرانی کے اعتبار سے مدارس کے تمام مدرسین، ملازمین اور ائمہ مساجد کی تنخواہیں بڑھانا لازمی ہے، اس سلسلہ میں ذمہ داران کو حضرت عمرؓ کی سنت کو اپنانا چاہیے، کہ جب ملازم کا کل وقت یا اکثر وقت مدرسہ یا مسجد کے کام میں مشغول ہو گیا تو صرف تنخواہ سے اخراجات کیسے پورے ہو سکتے ہیں لہذا تنخواہ بقدر کفایت ہونی چاہیے، نیز جو اساتذہ باصلاحیت محنتی اور تجربہ کار ہیں ان کی تنخواہیں دوسروں کے مقابلہ میں نمایاں طور پر زائد ہونی چاہیے۔

وكان عمرؓ يعطيهم على قدر الحاجة، والفقه، والفضل، والأخذ بما فعل عمرؓ..... في زماننا أحسن. (الأشباه والنظائر، قديم ۱۸۹)

کیا مہتمم مدرسین کے بالمقابل دوگنی تنخواہ لے سکتا ہے

مہتمم کے لیے مدرسین کے مقابلہ میں دوگنی تنخواہ لینا جائز نہیں، بلکہ اپنے کام اور خدمت کے

بقدر جتنی تنخواہ مجلس شوریٰ کی طرف سے طے کر دی جائے اتنی ہی لے۔

ان للمتمولى أجر مثل عمله، وفي الشامية: ليس للمتمولى أخذ زيادة على ما قرر له الواقف. (در مختار مع الشامی، كتاب الوقف، مطلب فيما يسمى خدمة وتصديقا في زماننا، زکریا ج ۲/ص ۶۷۳)

## بمذ تعمیر رقم کو تنخواہ میں استعمال کرنا

اگر تعمیر کے لیے جمع شدہ رقم کو تنخواہ میں خرچ کر دیا جائے تو یہ ایک طرح کی خیانت ہے، اگرچہ دونوں (مذ تعمیر اور تنخواہ) از قبیل امداد ہے، اس لیے ذمہ دار مدرسہ پر اپنی جیب سے تاوان ادا کرنا لازم نہ ہوگا، تاہم اس نے ایک مذ کی رقم دوسرے مذ میں خرچ کر کے بد نظمی، بددیانتی کا ثبوت دیا ہے نیز اس پر یہ لازم ہوگا کہ مذ تنخواہ میں سے اتنی رقم جتنی تنخواہ میں خرچ کی گئی ہے تعمیر میں منتقل کر دی جائے تاکہ دینے والے کی غرض کے مطابق مقصد میں خرچ ہو سکے، البحر الرائق کی ذیلی عبارت سے یہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے:

ولو جمع مالا لينفقہ في بناء المسجد، فأنفق بعضه، في حاجته ثم رد بدله في نفقة المسجد لا يسعه أن يعفل ذلك، فاذا فعله وكان يعرف صاحبه ضمن له بدله، أو استأذنه في صرف عوضه في المسجد، وان كان لا يعرف، رفع الامر الى القاضى ليأمره بانفاق بدله فيه، وان لم يمكنه الرفع اليه قالوا: نرجوا له في الاستحسان الجواز اذا انفق مثله في المسجد يخرج عن العهدة فيما بينه وبين الله تعالى. (البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في احكام المساجد ج ۵/ص ۲۲۰، زکریا، فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۹/ص ۲۱۵)

## حج کے لیے رخصت کی تنخواہ

حج چونکہ اسلام کے اساسی اور بنیادی فرائض میں سے ہے، اس لیے بڑے اداروں میں اس

فریضہ کی ادائیگی کے لیے من جانب مدرسہ حج فرض کی ادائیگی کے نام سے ایک مرتبہ رخصت دی جاتی ہے، جیسا کہ دارالعلوم دیوبند، اور مدرسہ شاہی وغیرہ کا دستور ہے، لہذا حج فرض کی رخصت باتخواہ کا ضابطہ بنالینا درست ہوگا۔

الصلح جائز بین المسلمین، الاصلاحا حرم حلالا، أو أحل حراما،  
والمسلمون علی شروطهم، الخ: (الحديث، سنن ترمذی ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن  
رسول الله ﷺ فی الصلح بین الناس، ج ۱ ص ۲۵۱)

### مقررہ تنخواہ سے کم دینا

جب مدرسہ کے ملازم سے معاملہ کرتے وقت یہ شرط طے ہوگی کہ تنخواہ اتنی مقدار (مثلاً دس ہزار) ہوگی تو اس کی ادائیگی ذمہ داران مدرسہ پر لازم ہوگی، کمی بیشی درست نہ ہوگی، اسلیے کہ آپس کی طے شدہ شرائط کی پابندی حدیث رسول ﷺ کے مطابق جائزین پر لازم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۲، فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۵۶۱، ڈائجیل)

الصلح جائز بین المسلمین، الاصلاحا حرم حلالا، أو أحل حراما،  
والمسلمون علی شروطهم، الخ: (الحديث، سنن ترمذی ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن  
رسول الله ﷺ فی الصلح بین الناس، ج ۱ ص ۲۵۱)

### علالت کے زمانہ کی تنخواہ

اکثر مدارس اسلامیہ کا یہ دستور ہے کہ ان میں بیمار ملازم کو علالت کے زمانہ کی تنخواہ دی جاتی ہے، لہذا بیماری کا عذرو اتنی معقول ہو تو علالت کے زمانہ کی تنخواہ کا ضابطہ بنانا درست ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۵۶، فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۹ ص ۲۲۰)

امور المسلمین محمولة علی الصلاح والسادا ما ممکن . (بداة الصنائع،  
کتاب الصلح، فصل فی الشرائط التي ترجع الی المصلح، ج ۵ ص ۵۲، زکریا)

الْصَّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الْاِصْلِحَا حَرَمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُونَ  
عَلَى شُرُوطِهِمْ إِلَّا شَرَطًا حَرَمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا. (سنن الترمذی، باب الاحکام  
ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البيوع ص ۲۳ ج ۳، رقم: ۲۸۶۹)

### مدرس کی تقرری کے بعد بلا عوض نگرانی پر مجبور کرنا

اگر تقرر کے وقت خارجی اوقات (نجر سے پہلے یا بعد، مغرب کے بعد، عشاء کے بعد، وغیرہ) میں نگرانی کرنے کا کوئی تذکرہ اور صراحت نہیں کی گئی تو ان اوقات میں نگرانی پر مدرس کو مجبور کرنا انصافی ہے۔

بڑے مدارس میں حفظ کے اساتذہ، نیز ابتدائی عربی درجات کے اساتذہ خارجی اوقات میں نگرانی کرتے ہیں لیکن اس کا انہیں الگ سے معقول معاوضہ دیا جاتا ہے، لہذا ملازم سے مناسب معاوضہ مقرر کر کے خارجی اوقات میں نگرانی کا ضابطہ بنالینا چاہیے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۹ ص ۲۱۱)

الْصَّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الْاِصْلِحَا حَرَمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُونَ  
عَلَى شُرُوطِهِمْ إِلَّا شَرَطًا حَرَمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا. (سنن الترمذی، باب الاحکام  
ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البيوع ص ۲۳ ج ۳، رقم: ۲۸۶۹)

### غیر موقوفہ مدرسہ کی تعمیر کے لیے چندہ کرنا

غیر وقف شدہ جگہ پر قائم مدرسہ کے لیے اگر لوگ تعاون پر راضی ہوں، تو ان سے چندہ کرنا درست ہے؛ لیکن چندہ سے جو عمارت بنائی جائیگی وہ وقف نہیں کہلائیگی (بلکہ وہ ملک مدرسہ ہوگی) جب تک کہ صحیح طریقہ پر اس کو وقف نہ کیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۵۸۰، فاروقیہ کراچی)

### فراغت کے بعد پڑھایا جائے یا کاروبار کیا جائے

عالم بننے کے بعد مدرسہ میں پڑھانا بڑی سعادت اور فضیلت کی بات ہے، اس سے علم تازہ

رہتا ہے؛ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے ”ان تنصر اللہ ينصرکم“ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیں گے۔ مفسرین عظام نے اللہ کی مدد سے دین کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت مراد لی ہے؛ اس لیے دین کی خدمت کرتے ہوئے یہ یقین رکھنا چاہیے کہ رزاق اللہ تعالیٰ ہیں اور انہوں نے ہر انسان کا رزق اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے جو اسے مل کر رہنا ہے، اس لیے مدرسہ میں عرصہ دراز تک تعلیم حاصل کرنے اور وہاں کی سہولیات سے فائدہ اٹھانے اور وفا کا تقاضا یہ ہے کہ اس رشتہ کو قائم رکھا جائے، اور قناعت والی زندگی اختیار کی جائے، اگر مدرسہ میں مکمل وقت دینا ممکن نہ ہو تب بھی کسی نہ کسی درجہ میں مدرسہ سے منسلک ہونے میں ہی عافیت ہے اگر مدرسہ سے ملنے والی تنخواہ سے گذارا مشکل ہو تو پڑھانے کے ساتھ ساتھ تجارت وغیرہ کی بھی کوئی ایسی شکل بنالیں کہ جس سے پڑھنے پڑھانے کے کام میں خلل نہ ہو تو بہتر ہے۔ (مستفاد: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند: فتویٰ نمبر: ۶۸۳۳۶، تاریخ اجراء: ۱۱ اراگست ۲۰۱۶ء)

**مدرسہ کا مالی نظام درست نہ ہو تو اس کا چندہ دوسرے مدرسہ میں دینا**  
جس مدرسہ کے لیے عوام سے چندہ وصول کیا گیا ہو، چندہ کی رقم اسی مدرسہ کی ضروریات میں شرعی طریقہ پر صرف کی جائے، چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر وصول کردہ رقم کسی دوسرے مدرسہ میں لگانا جائز نہیں ہے، اور اگر مدرسہ کا مالی نظام قابل اطمینان نہ ہو تو ذمہ داران مدرسہ کو متوجہ کیا جائے اور اگر وہ نظام درست نہ کریں تو ایسے مدرسہ کے لیے چندہ ہی نہ کیا جائے اور اگر چندہ کیا جا چکا ہو اور ابھی وہ رقم مدرسہ کے حوالہ نہ کی گئی ہو تو رسید کی بنیاد پر چندہ دہندگان سے رابطہ کیا جائے یا جن جن علاقوں میں چندہ کیا گیا ہو وہاں معتبر ذرائع سے اعلان کر دیا جائے کہ فلاں مدرسہ کے نام جن لوگوں نے چندہ دیا ہو وہ حضرات رسید نمبر کی نشاندہی کے ساتھ فلاں موبائل نمبر پر رابطہ کر لیں، اور رابطہ کرنے پر یا تو ان سے دوسرے مدرسہ میں چندہ لگانے کی اجازت لے لی جائے یا ان کا چندہ انہیں واپس کر دیا جائے، درج بالا صورت کے ممکن ہوتے ہوئے ایک مدرسہ کا چندہ دوسرے مدرسہ میں لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل ، وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره . (ج ۲/ص ۲۶۹، کتاب الزکوٰۃ)

## مدرسہ کے تہ خانہ میں آمد کی خاطر کارپارکنگ بنانا

مدرسہ کی انتظامیہ اگر مدرسہ کے مفاد کی خاطر اوپر کی منزلوں میں مدرسہ چلائے اور تہ خانہ میں کارپارکنگ یا دوکانیں وغیرہ بنا دے تاکہ مدرسہ کو کرایہ کے ذریعہ آمدنی حاصل ہو اور ساری زمین مدرسہ کی ملک رہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

و اذا اراد أن يبنى فيها بيوتاً ليستغلها بالاجازة - الی - ان كانت أرض الوقف متصلة ببيوت المصر يرغب في استئجار بيوتها، وتكون غلة ذلك فوق غلة الارض ، والنخيل كان له ذلك . (التاتارخانية: الفصل السابع، فی تصرف القيم، ج ۸/ص ۶۳، زکریا)

## مدرسہ کی رقم بطور رشوت دینا

مدرسہ سے اگر کوئی طالب علم بھاگ جائے تو اہل مدرسہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بچے کے سرپرستوں (والدین وغیرہ) کو اطلاع کر دیں کہ تمہارا بچہ فلاں وقت سے غائب ہے، اب اگر اس طرح کے واقعہ میں خدا نخواستہ سرپرست اہل مدرسہ پر انغوا کا الزام لگا کر مقدمہ دائر کر دے تو اہل مدرسہ کو اگر اپنے دفاع میں رشوت دینا پڑے تو اس رشوت کی رقم کو مدرسہ سے لے لینے کی اجازت ہے، لیکن بہتر صورت یہ ہے کہ مخصوص اصحاب خیر سے اس کام کے لیے خصوصی تعاون لے لیا جائے تاکہ مدرسہ کے اوپر زائد بار نہ پڑے۔ (فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۹/ص ۱۶۵)

الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الْأَصْلِحِ حَرَمٌ حَلَالٌ أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ الْأَشْرَطِ حَرَمٌ حَلَالٌ أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا . (سنن الترمذی، باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البيوع ص ۲۳/ج ۳، رقم: ۲۸۶۹)

## مدرسہ کاروپہ ذاتی معاملات میں خرچ کرنا

اہل مدرسہ کے لیے مدرسہ کاروپہ پیسہ اپنے ذاتی معاملات و جھگڑوں میں خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں۔

اذلا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی، کتاب الحدود، باب التعذیر، ج ۶، ص ۱۰۶)

## مستعفی کی ایک ماہ کی تنخواہ ضبط کرنا

بعض بڑے مدارس دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں یہ ضابطہ اور دستور ہے کہ اگر کوئی مدرس یا ملازم مستعفی ہو کر جانا چاہتا ہے، تو ذمہ دارن کو ایک مہینہ پہلے مطلع کرنا ضروری ہے، اگر اچانک استعفی دے کر جاتا ہے تو ایک ماہ کی تنخواہ ضبط کر لی جائیگی، اسی طرح اگر مدرسہ اچانگ برطرف کر دیتا ہے تو منجانب مدرسہ ایک ماہ کی تنخواہ مزید مل جائیگی، تاکہ حدیث پاک ”لا ضرر ولا ضرار“ کی رو سے کسی کو نقصان نہ پہنچے، لہذا اگر کسی مدرسہ میں مذکورہ ضابطہ طے ہو تو اچانک استعفی دے کر چلے جانے والے ملازم کی ایک ماہ کی تنخواہ روک لینا جائز ہوگا۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ج ۱۹، ص ۲۲۸)

الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الْأَصْلِحَ حَرَمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمُ الْأَشْرَطَ حَرَمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا. (سنن الترمذی، باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البیوع ص ۲۳ ج ۳، رقم: ۲۸۶۹)

عن عمرو بن يحيى المازني، عن أبيه، ان رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار. (مؤطا امام مالک، کتاب القضاء، القضاء فی المرفق ص، ۳۱۱، اشرفی دیوبند)

## مدرسہ میں چوری کی لائٹ

مدرسہ میں چوری کی بجلی کا استعمال بالکل ناجائز ہے، سرکاری بجلی سرکاری اجازت کے بغیر

استعمال کرنا جائز نہیں ہے، نیز ہمارے علم کے مطابق ملک ہندوستان میں ایسا کوئی قانون بھی نہیں ہے، جس کی رو سے مدرسہ یا مذہبی مقامات کے لیے بجلی مفت فراہم کی جائے؛ لہذا ذمہ داران مدرسہ اس سے مکمل طور پر بچیں، اور حکومت کے قانون کے مطابق میٹر لگا کر ہر ماہ مقررہ بل ادا کریں، اور جس قدر لائٹ سرکاری اجازت کے بغیر انہوں نے خرچ کی ہو اس کا معاوضہ محکمہ بجلی میں داخل کریں، ورنہ ذمہ داران (جو چوری سے بجلی استعمال کرتے ہیں) ہی گنہگار اور مؤاخذہ دار ہوں گے تاکہ طلبہ یا اساتذہ۔

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا اذنه و ولايته. (شامی ج ۹، ص ۲۹۱، زکریا)

قال تعالى: لا تنزروا زرة و زرا خرى (الانعام آية ۱۲۵)

ان الحرام لا يعتدى إلى ذمتين (شامی ج ۳، ص ۲۱۹، ۵۵۳، زکریا)

المغضوب ان علمت أصحابه أو ورثتهم و جب رده عليهم ، والا و جب

التصدق (شامی ج ۳، ص ۲۸۱، کتاب الزکوٰۃ، زکریا دیوبند)

## طلبہ سے ورزش کرانا

جسمانی صحت کی بہتری، اور اس کو برقرار رکھنے کے لئے ورزش کرنے اور طلبہ سے ورزش کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ یہ مستحسن عمل ہے؛ حدیث پاک میں ہے:

المؤمن القوى خير و احب الى الله من المؤمن الضعيف و في كل خير

احرص على ما ينفعك و استعن بالله و لا تعجز (صحیح مسلم)

نیز متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑ سواری، تیراکی،

تیراندازی جیسے ورزشی عمل پسند تھے (کنز العمال)

البتہ ورزشی عمل کی اسلام میں جہاں اجازت ہے وہیں حدود شرع سے تجاوز کرنے کی

ممانعت بھی ہے، لہذا ورزش کے وہ طریقے جو اسلامی احکام کی رو سے ناجائز ہوں ان سے احتراز

لازم ہے جیسے ستر کھول کر ورزش کرنا، یا میوزک و گانے سنتے ہوئے ورزش کرنا، فرائض و واجبات

ترک کر کے ورزش کرنا، نیز ہندوانہ مذہبی طرز کے اعمال شریک کرتے ہوئے ورزش کرنا جیسا کہ ”یوگا ورزش“ میں ہوتا ہے، الغرض خلاف شرع کسی اور امر کا ارتکاب کر کے ورزشی عمل میں حصہ لینا سب ناجائز ہوگا۔

وفی الجوہرۃ: قد جاء الاثر فی رخصة المسارعة لتحصیل القدرة علی  
المقاتلة دون التلهی فانه مکروه الخ (شامی مع الدر ج ۹ ص ۵۶۲)  
والثانی: مالیس كذلك فهو ایضاً ان اشتغل به لتحصیل المنفعة وبنیة  
استحلاب المصلحة فهو مباح بل قد یرتقی إلى درجة الاستحباب أو اعظم  
منه (تکملة فتح الملهم، باب تحریم اللب بالنردشیر ج ۴ ص ۲۳۵، المكتبة الاشرفیه، دیوبند)  
وفی المشکوۃ: عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من  
تشبه بقوم فهو منهم. (رواه أحمد و ابو داؤد ج ۲ ص ۳۷۵)

وأيضاً فی رد المحتار: کراهیة التشبیہ باهل البدع مقررة عندنا لکن  
لامطلقاً بل فی المذموم و فیما قصد به التشبیہ بهم الخ (شامی ج ۲ ص ۷۵۳)  
الرابع: ستر عورتہ و وجوبہ عام و لوفی الخلوۃ علی الصحیح، قال الشامی  
ولوفی الخلوۃ: أی اذا کان خارج الصلاة یجب الستر بحضرة الناس  
اجماعاً. (الدر المختار مع الشامی ج ۲ ص ۷۵۰)

قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت  
الماء النبات. (الدر المختار مع الشامی ج ۹ ص ۵۰۲ کتاب الحظر و الاباحۃ، مطبوعه: زکریا)  
عن ابی ہریرة قال قال رسول الله ﷺ: من حسن إسلام المرء ترکہ  
مالا یعنیہ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۵۸ رقم: ۲۲۱۷)  
قال العلامة الحصکفی: کل ما أدى إلى مالا یجوز، لایجوز. (الدر المختار،  
کتاب الحظر و الاباحۃ ج ۹ ص ۵۱۹، زکریا)

## طلبہ سے جاسوسی کرانا

جاسوسی (کسی کا پوشیدہ عیب معلوم کرنا) شریعت میں حرام ہے، قرآن پاک میں  
ولا تجسسوا اور کسی کے عیب کا سراغ نہ لگایا کرو۔ (الحجرات: ۱۲)

لہذا طلبہ سے جاسوسی کرنا درست نہ ہوگا البتہ اگر کسی طالب علم سے مضرت پہنچنے کا احتمال ہو تو  
دفع مضرت کی غرض سے اس کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس جائز ہوگا نیز اسی طرح اگر کوئی  
ناگوار واقعہ پیش آ گیا تو اصل مجرموں کا پتہ لگانے کے لیے تحقیق و تفتیش درست ہوگی۔ (مستفاد از:  
معارف القرآن ج ۸ ص ۱۲۱، آسان ترجمہ قرآن پاک از مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ)

## فیس لے کر شرعی علوم پڑھانا

دینی علوم فیس لے کر پڑھانے کو متاخرین احناف نے بوجہ ضرورت جائز قرار دیا ہے، لیکن  
یہ فیس اصل میں دینی علوم پڑھانے کی نہیں ہے، بلکہ اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو مجبوس اور دیگر  
کاموں سے فارغ رکھ کر وقت دینے کی ہے، لہذا اگر کوئی شخص یا ادارہ اللہ کی رضا کے لیے اپنا دینی  
تشخص اور دینی وقار برقرار رکھتے ہوئے دینی علوم کی تعلیم دے اور اپنے وقت کے بدلے کچھ فیس  
بھی لے لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن، و الفقه و الامامة، و الاذان. (الدر المختار  
مع الشامی ج ۶ ص ۵۵)

## مدرسہ کے کونٹے، سوکھی روٹی، اور زائد از ضرورت اشیاء کا حکم

مدرسہ کے کونٹے، سوکھی روٹی، اور زائد از ضرورت اشیاء خواہ وہ چیز معمولی قیمت کی بھی ہو،  
بلامعاوضہ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں، لہذا ان اشیاء کا انتظامیہ کو مناسب معاوضہ دے کر ہی  
استعمال کیا جائے۔

و اذارأی حشیش المسجد فرفعه انما جاز ان لم یکن له قیمة، فان کان له

ادنی قیمة لایأخذ الا بعد الشراء من المتولی أو القاضی أو اهل المسجد  
(البحر الرائق ج ۵/ص ۲۲۰، فصل فی احکام المسجد)

مدرسہ کے تنور یا چولہے وغیرہ پر کسی شخص کا روٹی یا سالن بنوانا؟

مدرسہ کے تنور وغیرہ پر کسی شخص کا اپنی ذاتی روٹی لگوانا یا سالن بنوانا مناسب معاوضہ دے کر درست ہے۔

ویو جرباً جرم المثل فلا یجوز بالاقول ولو هو المستحق: ای لایصح اذا کان  
بغین فاحش. (شامی ج ۶/ص ۶۰۸، کتاب الوقف)

ولا تاکل اموالهم الی اموالکم انه کان حوباً کبیراً. (النساء:)

گھروں میں جا کر دینی تعلیم دینا

اولاً تو یہ کوشش کی جائے کہ بچوں کے گھر جا کر دینی تعلیم دینے کے بجائے ان کو اپنے گھر  
یا مدرسہ بلا کر پڑھایا جائے، تاکہ بچوں کے دلوں میں دینی علوم اور معلم کی عظمت باقی رہے، لیکن  
اگر کسی عذر کی وجہ سے گھر جا کر ہی تعلیم دینی پڑے تو چند باتوں کا خیال رکھنا لازم ہے۔

(۱) لوگوں کے گھر آتے جاتے وقت پردہ کا بہت خیال رکھے اور گھر والوں کو بھی تلقین  
کر دے کہ میرے آنے جانے کے اوقات میں پردہ کا خیال رکھیں۔

(۲) کسی بالغ یا قریب البلوغ لڑکی کو نہ پڑھائے، الا یہ کہ پورا شرعی پردہ ہو اور لڑکی کا کوئی

محرم وہاں موجود ہو۔

(۳) دینی وقار اور تشخص برقرار رکھتے ہوئے استغناء کا مکمل مظاہرہ کیا جائے۔

فلا یحل النظر للأجنبی من الأجنبیة الحرة الی سائر بدنہا إلا الوجه

ولکفین. (بدائع الصنائع ج ۴/ص ۲۹۳)

لقوله تعالیٰ: قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم. (النور: ۳۰، بدائع الصنائع

ج ۴/ص ۲۹۳)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لایخلون رجل بأمرأة الامع ذی محرم  
(صحیح البخاری کتاب النکاح ص ۱۳۴۵، رقم: ۵۲۳۳، بیروت)

مدرسہ میں دنیوی علوم پڑھانا

اگر مدرسہ میں دینی تعلیم کے علاوہ دیگر علوم مثلاً عصری تعلیم شعبہ کمپیوٹر وغیرہ محض ضمنی طور پر  
قائم ہوں اور اصل مقصد اور کامل توجہ قرآن وسنت کی تعلیم پر ہو تو یہ بات چندہ دہندگان کی منشا کے  
خلاف نہیں ہے اس لیے جائز ہوگی البتہ اگر ادارہ میں دنیوی تعلیم ہی کو اہمیت دی جائے لگے  
اور دینیات کو ثانوی درجہ میں رکھ دیا جائے گویا کہ مدرسہ کو اسکول بنا دیا جائے تو یہ جائز نہ ہوگا۔

شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه (شامی کتاب الوقف ج ۶/ص ۷۳۵)

مدرسہ کو اسکول میں تبدیل کرنا

جو ادارہ عوامی چندہ سے دینی تعلیم کی غرض سے قائم کیا گیا ہو اس میں دینی تعلیم ختم کر کے  
پوری طرح اسکول کی دنیوی تعلیم جاری کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

الوکیل انما یتفید التصرف من المؤکل وقد امره بالدفع الی فلان  
فلا یملک الدفع الی غیره (شامی ج ۳/ص ۱۸۹، زکریا)

کتا بچہ میں موجودہ طلبہ کے بجائے کل داخل شدہ طلبہ کی تعداد لکھنا

اگر تصدیق نامہ دینے کے لیے موجودہ حاضر طلبہ کی تعداد مطلوب ہو تو کل داخل شدہ طلبہ کی  
تعداد لکھنا ایک طرح کا جھوٹ اور دھوکہ ہے، جس سے ذمہ داران کو احتراز کرنا چاہیے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اذا حدثت ثلاثة: اذا حدثت کذب. الحدیث. بخاری شریف

ص ۱۰ / کتاب الایمان)

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... ثم قال من غشَّ

فلیس منّا (سنن ترمذی باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع ج ۱/ص ۲۴۵/صحیح مسلم ج ۱/ص ۹۷۰)

## استاذ کا طالب علم سے جسمانی خدمت لینا

اگر بہت سخت ضرورت ہو اور کوئی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو مثلاً استاذ ضعیف العمر ہو اور تنہائی بھی نہ ہو نیز شاگرد پر جبر بھی نہ ہو تو شاگرد کے لیے فی نفسہ استاذ کی جسمانی خدمت کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو مثلاً استاذ نوجون ہو اور شاگرد بے ریش ہو یا تنہائی ہو اور تہمت کا موقع ہو تو یہ جسمانی خدمت بلاشبہ گناہ ہوگی، بریں بناء شاگرد سے خدمت لینے میں سب کو احتیاط لازم ہے، خاص طور پر شاگردوں کو اپنا بے گاری خادم سمجھنا اور ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینے سے زیادہ ان سے خدمت لینے کا اہتمام کرنا بہت زیادہ قابل مذمت عمل ہے۔

مدارس کی زندگی میں بالخصوص اس سے احتیاط ضروری ہے کیونکہ احتیاط نہ ہونے کی بنا پر بہت سے فتنے رونما ہوتے ہیں جن سے علماء اور مدارس کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶/ص ۳۶ مطبوعہ میرٹھ)

كما جاء في حديث انسؓ..... فخدمت رسول الله صلى الله عليه وسلم  
عشر سنين. (تهذيب الكمال ج ۲/ص ۳۳۵)

وكان محمد بن الحسن صبيحاً وكان ابو حنيفة رحمه الله يجلسه في  
درسه خلف ظهره او خلف سارية مخافة خيانة العين مع كمال تقواه (الفتاوى  
التاتار خانية ج ۱۸/ص ۹۸ زكريا)

اتقوا مواضع التهم..... وعن عرض نفسه للتهمة فلا يلو من من اساء به الظن  
(كشف الخفاء ج ۱/ص ۴۵ بيروت)

درء المفسد اولى من جلب المصالح (الاشباه والنظائر القاعد الخمسة ص ۱۲۷)  
وان كان صبيحاً فحكمه حكم النساء فهو عورة من قرنه الى قدمه لا يحل

النظر اليه عن شهوة وفيه اشارة الى أنه لو علم منه الشهوة او شك حرم النظر  
كما في المحيط وغيره (شامی ج ۹/ص ۵۲۴ زكريا)

## استاذ کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا

طالب علم کو بہر حال اپنے استاذ کا ادب کرنا چاہیے کوئی بھی ایسا عمل جس سے بے ادبی کا  
شائبہ پیدا ہوتا ہو یا استاذ کی تحقیر لازم آتی ہو طالب علم کے لیے محرومی کا سبب بن سکتا ہے، ایسی  
باتوں سے احتراز کرنا چاہیے البتہ باوقار انداز میں خوش طبعی کی اجازت ہے۔

كما في الحديث: ليس منامن لم ير حم صغیرنا ولم يؤقر كبيرنا (سنن الترمذی  
ابواب البر والصلة ج ۲/ص ۱۲)

## طلبہ کا درس گاہ میں تعظیماً کھڑا ہونا

کسی قابل تعظیم شخصیت مثلاً استاذ بزرگ وغیرہ کے مجلس میں تشریف لانے پر اہل مجلس کا  
تعظیماً کھڑا ہونا اگرچہ شرعاً جائز ہے لیکن طلبہ کو ہر شخص کے درس گاہ میں آنے پر کھڑے ہونے کا پابند  
بنانا درست نہیں۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قُومُوا الى  
سيدكم. متفق عليه (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب القيام الفصل الاول ص ۴۰۳)  
قال النبی صلى الله عليه وسلم لا تقوموا كما تقوم الأعمام بعضهم لبعض  
(فتح الباری، کتاب الاستیذان ج ۱/ص ۴۹)

## مذہبی پابندیاں اور منکرات والے اسکول میں تعلیم دینا

جس اسکول میں مذہبی پابندیاں اور منکرات ہوں مثلاً ڈریس یا کورس کی کتابوں پر مورتی کی  
تصاویر کا استعمال، نماز، حجاب وغیرہ پر پابندی ہو تو مسلمانوں کے لیے ایسے اسکول میں اپنے بچوں  
کو تعلیم دلانا ناجائز نہیں ہے اس کے بجائے ان کو ایسے اسکولوں میں تعلیم دلائی جائے جہاں پر مذہبی

قال سعید بن جبیر<sup>ؓ</sup>: اذا عمل بالمعاصی فی ارض فأخرج منها (قرطبی

ج ۵/ص ۳۴۷، کتاب النوازل ج ۱/ص ۵۷۹)

## مدرسہ کا کھانا اساتذہ و ہاشمی طلبہ، اور فیملی وغیرہ کے لیے

مدرسہ کے مطبخ میں اگر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقوم استعمال کی جاتی ہوں تو مطبخ کے کھانے کا حق صرف نادار طلبہ کو ہے، طلبہ کو کھانا تملیک کا دے دیا جائے وہ کمرہ وغیرہ میں لے جا کر کھائیں، صاحب نصاب اساتذہ یا طلبہ، نیز ہاشمی طلبہ کے لیے اس کھانے کا استعمال جائز نہیں ہے، مگر یہ حضرات انتظامیہ کی طرف سے اجازت کے بعد قیمت خرید کر کھا سکتے ہیں جیسا کہ بعض بڑے مدارس میں رائج ہے، یا خود انتظامیہ صاحب نصاب اساتذہ اور ملازمین کے کھانے کے بقدر رقم امدادی فنڈ سے زکوٰۃ کے فنڈ میں جمع کرا کر ان حضرات کو کھانے لینے کی اجازت دیدیں تو بھی یہ حضرات بطور جزوتخواہ کے کھانا لینے کے مستحق ہو جائیں گے، یہ طریقہ بھی بہت سے مدارس میں رائج ہے اور اگر مدرسہ کے مطبخ میں مصالح مدرسہ کے لیے آئی ہوئی نقلی صدقات و عطیات کی رقوم (صدقات واجبہ کی رقوم بھی مخصوص صحیح طریقہ تملیک کے بعد نقلی عطیات کے درجہ میں ہو جاتی ہیں) استعمال کی جاتی ہوں تو پھر حسب تجویز انتظامیہ مطبخ کا کھانا صاحب نصاب اساتذہ و عملہ، ان کی فیملی، نیز مستطیع وغیر مستطیع، بالغ اور نابالغ طلبہ، ہاشمی طلبہ اور مدرسہ کے مہمان سب کھا سکتے ہیں۔

نوٹ: احوط اور بہتر شکل یہ ہے کہ مطبخ میں جو بھی رقم صرف کی جائے یا جو بھی کھانا آئے اس کی پیشگی تملیک کرائی جائے تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲/ص ۲۲)

قال تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء، الایة (التوبہ: ۶۰)

ویشروط أن یکون الصرف تمليکاً فلا یکفی فیها الإطعام الابطریق

التملیک (الدر المختار مع الشامی ج ۳/ص ۲۹۱، زکریا)

الزکاة هو تملیک المال من فقیر مسلم (البحر الرائق ج ۲/ص ۲۰۱)

ویدأ من غلته بعمارتہ ثم ما هو أقرب لعمارتہ کامام مسجد

ومدرس، مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم السراج، والبساط كذلك إلى

آخر المصالح. (الدر المختار ج ۲/ص ۵۵۹/۵۶۰)

الاحتیال للهربوب عن الحرام، والتباعد عن الوقوع فی الاثام لا بأس به،

بل هو مندوب الیه. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۸/ص ۱۰۸)

قال النبی ﷺ: الصلح جائز بین المسلمین الا صلحاً حرم حلالاً أو اخلّ

حراماً أو المسلمون علی شروطهم الا شرطاً حرم حلالاً أو اخلّ حراماً. (سنن الترمذی

، باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البیوع ص ۲۳/ج ۳، رقم: ۲۸۶۹)

## طالب علم کا مدرسہ سے بھاگنا

اگر کوئی طالب علم مدرسہ سے بلا اطلاع چلا جاتا ہے، تو اولاً اس کی نفسیات کو ملحوظ رکھ کر حکیمانہ فہمائش اور مناسب تنبیہ کی جائے حد سے زیادہ مار پیٹ اور تادیب جبری سے تعلیم میں استاذ کبھی کامیاب نہیں ہوتا، بلکہ جو استاذ طلبہ کی نفسیات سے واقف ہو کر پڑھاتا ہے اور طلبہ پر اپنا رعب قائم رکھتا ہے تو اس کی ڈانٹ بھی کافی ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی طالب علم بھگوڑا ہی ہو، بار بار کی تنبیہ سے بھی اپنی حرکت سے باز نہ آئے یا کوئی طالب علم ذہناً انتہائی کمزور ہو تو سب طلبہ کو حافظ یا مولوی بنانا ضروری نہیں ہے، بلکہ ایسے طلبہ کو ان کے سرپرستان کے علم میں لا کر صرف اس قدر پڑھا دینا، جتنا شرعاً ضروری ہے، کافی ہے؛ کیوں کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر صرف اتنا علم سیکھنا فرض ہے، جس کے ذریعہ وہ حلال و حرام پہچان سکے۔

واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وهو بقدر ما یحتاج الیه وفرض کفایة

وهو ما زاد علیه لنفع غیر. (الدر المختار مع الشامی ج ۱/ص ۴۲، کراچی)

عن انس<sup>ؓ</sup> قال: قال رسول الله علیه صلی الله علیه وسلم: طلب العلم

فريضة علی کل مسلم. (سنن ابن ماجه، رقم: ۲۲۴/مشکوٰۃ المصابیح

## چیک کی شرعی حیثیت اور اس کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی

بینک کے چیک کی شرعی حیثیت کرنسی (نقدی) کی رسید (سند، وثیقہ) کی ہے، چیک نقدی کے حکم میں نہیں ہوتا، بینک چیک کے ذریعہ بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے تاہم زکوٰۃ جب ادا ہوگی جب مستحق زکوٰۃ اس کو کیش کروا کر اپنے قبضہ میں لے لے، صرف چیک پر مالکانہ قبضہ کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہ گی۔

فی الہندیۃ: اذا دفع الزکاة إلى الفقیر لا یتیم الدفع مالہم

یقبضہا. (ج ۱ ص ۱۹۰)

## نوٹ کی شرعی حیثیت اور اس کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی

کسی بھی ملک کی کرنسی (کاغذی نوٹ، چاندی وسونے کے علاوہ دوسری دھاتوں کے سکے) نے عصر حاضر میں ذریعہ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زخلفی (سونا، چاندی) کی جگہ لے لی ہے، اور باہمی لین دین اسی کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اس لیے کسی بھی ملک میں رائج کاغذی نوٹ اور سکے فلوس نافقہ یعنی ثمن اصطلاحی و زرعرنی کے حکم میں ہیں، محض سند اور وثیقہ نہیں ہیں، اگرچہ اصلۃً یہ بمنزلہ سامان و عروض کے ہیں ان میں ثمنیت کا تحقق ملکی قانون اور اس کے نتیجے میں تعامل بین الناس کی وجہ سے ہے، لہذا جب تک ان کاغذی نوٹوں اور سکوں میں ملکی قانون باقی رہے گا تب تک ان میں ثمنیت باقی رہے گی اور جب ملکی قانون کے مطابق ان کی حیثیت کرنسی کی نہیں رہے گی تو ان کی ثمنیت ختم ہو جائیگی۔

أما هذه الأوراق فليست أموالاً في أنفسها، وإنما جاء فيها التقوم من قبل الحكومة ولو أبطلت الحكومة ثمنيتها بطل تقومها. (بحوث في

قضايا معاصرة: ص ۱۵۵)

أما النوقود الورقية فإنها صارت اثماناً بالاصطلاح، و ثمنيتها ماليست

دائمة، فيمكن في أي حين أن تبطل ثمنيتها بمحض اصدار حكم من الحكومة

أنها لم تعد عملة قانونية. (فقه البيوع: ج ۲ ص ۷۳۳، المبحث السابع)

وتتعين بالتعيين إن كانت لا تروج.

لذوال المقتضى للثمنية، وهو الاصطلاح، وهذا لأنها في الأصل سلعة

، وإنما صارت اثماناً بالاصطلاح فاذا تراجت المعاملة بهارجعت إلى

اصلها. (الفتاوى الهندية بحواله قاموس الفقه، ج ۲ ص ۴۵۷)

پھر ثمن اصطلاحی (کاغذی نوٹ اور سکے) چونکہ ثمن حقیقی کے مشابہ ہے لہذا ثمن اصطلاحی

میں بھی ثمن حقیقی کی طرح زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اور ان نوٹوں اور سکوں کے نصاب میں چاندی کی

قیمت کا اعتبار کیا جائے گا (کیونکہ اس میں فقراء کا نفع ہے) یعنی جو شخص اتنی رقم (ثمن اصطلاحی)

کا مالک ہو جائے جس سے چاندی کا نصاب خرید کیا جاسکے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائیگی

نیز زکوٰۃ ثمن اصطلاحی ہی کے ذریعہ ادا ہو جائے گی ابھی زکوٰۃ لینے والا اسکو استعمال میں لایا ہو یا نہ

لایا ہو۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل، ج ۲ ص ۴۲)

## سودی اینٹوں کو درسگاہ کے فرش پر لگانا

سودی رقم سے دی ہوئی اینٹوں کو درسگاہ کے فرش پر لگانا جائز نہیں، ایسی اینٹیں تو غریب

و نادار لوگوں کا حق ہے، لہذا ان اینٹوں کو حصول ثواب کی نیت کے بغیر ان کے وبال سے بچنے کے

لیے مفلوک الحال، غربت زدہ، نادار شخص کو دے دینا چاہیے۔

ویردونہا علی أربابہا إن عرفوہم، و الا تصدقوا لأن سبیل الکسب الخبیث

التصدق اذا تعذر الرد علی صاحبہ. (شامی ج ۲ ص ۳۸۵ کراچی)

## والدین کی اجازت کے بغیر حصول علم

اگر کوئی شخص ضروری دینی علم سیکھنے کے لیے سفر کرنا چاہے، اور بستی میں اس کا انتظام نہ ہو سکے تو والدین کی اجازت اور مرضی کے بغیر بھی سفر کرنا درست ہے، اور اگر فرض عین کے درجہ کا علم نہیں بلکہ زیادتی علم کے لیے سفر کرنا چاہتا ہے تو اگر والدین جسمانی یا مالی خدمت کے محتاج نہ ہوں، اور سفر میں خطرات بھی نہ ہو تو بھی ان کی اجازت کے بغیر سفر کرنا درست ہوگا، ورنہ نہیں۔

وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ ولو کان ملتحمیاً ای ان لم یخف علی والدیہ الضیعة، ان کان موسرین، ولم تکن نفقتہما علیہ. (الدر المختار مع الشامی ج ۹/ص ۸۵/۵۸۴)

لا یحل سفر فیہ خطر إلا باذنہما ای باذن الوالدین وما لا یخطر فیہ یحل بلا اذن، ومنہ السفر فی طلب العلم، قال العلامة الشامی لأنه اولی من التجارة اذا کان الطریق آمناً ولم یخف علیہما الضیعة. (الدر المختار مع الشامی ج ۶/ص ۲۰۳ کتاب الجہاد، زکریا، دیوبند)

## مدرسہ کے لیے دو گاڑیاں

مدرسہ کی ضروریات کے پیش نظر اگر دو گاڑیاں رکھی جائیں اس طرح کہ ایک گاڑی مہتمم انتظامی ضرورت کے پیش نظر اپنے لیے خاص کر لے اور دوسری گاڑی اساتذہ وغیرہ کے لیے عام رکھے تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے، لیکن ان گاڑیوں سے مدرسہ کے کام کے لیے ہی سفر درست ہوگا الا یہ کہ ذاتی کام کے لیے مناسب معاوضہ کے ساتھ سفر کا ضابطہ بنالیا جائے تاکہ وقت جیسی اہم چیز کا تحفظ ہو سکے وغیرہ وغیرہ۔

كما فی الحدیث المشہور: المسلمون علی شروطہم الا شرطاً حرم حلالاً او أحل حراماً (سنن الترمذی، ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس

ج ۱ ص ۲۵۱)

ویوجر بأجر المثل ولو هو المستحق. (شامی ج ۶/ص ۲۰۸)

الضرر یزال (فقہی قاعدہ مستفاد: قول النبی ﷺ لا ضرر ولا ضرر، الحدیث، ابن ماجہ)

## سواری ذاتی استعمال میں خراب ہو جائے تو خرچ کون اٹھائے گا

چونکہ سواری کا مالک مدرسہ ہے، اور مدرسہ کا ملازم ذاتی استعمال کے لیے اس کو کرایہ پر لینے والا ہے، اجارہ اور کرایہ پردی جانے والی چیز کو انتفاع کے قابل بنانے کی ذمہ داری مالک کی ہوتی ہے، لہذا اگر مدرسہ کی سواری ذاتی استعمال میں ہوتے ہوئے ملازم کی طرف سے تعدی (زیادتی) کے بغیر خراب ہو جائے تو مرمت کا خرچہ مدرسہ کے ذمہ ہوگا، اور اگر سواری میں خرابی ملازم کی تعدی (زیادتی) مثلاً غفلت، ولا پرواہی سے سواری چلانا، یا ٹریفک اصولوں کو پامال کر کے سواری چلانا وغیرہ کی وجہ سے آئی ہے اور وہ تعدی ثابت بھی ہو جائے تو مرمت کا خرچہ ملازم کے ذمہ ہوگا۔

ولو استأجر داراً باجرة معلومة، وشرط الآجر تطيين الدار، ومرمتها أو تعليق باب عليها أو ادخال جذع فی سقفها علی المستأجر فالجاره فاسدة، لان المشروط بصيراجرة، وهو مجهول، فتصير مجهولة..... لأن ذلك كله علی المؤجر الخ (بدائع الصنائع ج ۳/ص ۱۹۴)

ویضمن بالتعدی وهذا حکم الامانات. (شامی، ج ۳/ص ۳۲۰)

ولا یضمن ماہلک فی یدہ، وفي الشامیة: أي لغیرہ صنعہ، الخ. (الدر

المختار مع الشامی کتاب الاجارة، ج ۹/ص ۷۶)

## مدارس اسلامیہ میں مقاصد تاسیس سے ہم آہنگ نصاب کا حکم

مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم کا اصل مقصد و ہدف دین کے داعی و سپاہی، قرآن و سنت

کے مستند، مفسر و شارح، تعلیمات اسلام کے مخلص معلم و مبلغ اور ملت کے بے لوث اور سچے خادم و رہبر پیدا کرنا ہے، جو اپنی ذمہ داریوں کے نباتے ہوئے وقت کے تقاضوں، زمانے کی نزاکتوں لوگوں کے مزاجوں، عرف و عادت کی تبدیلیوں کا لحاظ رکھتے ہوں امت کو صحیح و سچے دین کی رہنمائی دیں، باطل طاقتوں کا علمی و عملی طور پر جواب دیں اور دین اسلام کی حفاظت و اشاعت کا کام خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیں، اس مقصد کے پیش نظر جو جزوی اصلاح و ترمیم ”نصاب تعلیم“ میں کی جاسکتی ہے اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی ترمیمات اور اصلاحات کا سلسلہ ایک زمانہ سے چل رہا ہے چنانچہ مروجہ ”درس نظامی“ کی جو شکل آج ہے وہ اس صورت سے بہت حد تک مختلف ہے جو دو راول میں تھی پچاسوں کتابیں اس سے خارج کردی گئی اور متعدد نئی کتابیں اس میں داخل کردی گئی جو اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ عملاً ہر دور میں اصلاح و ترمیم کا کام انجام پاتا رہا ہے، تفصیل کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی کتاب ”اسلامی مدارس کا نظام و نصاب“ از مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی ملاحظہ ہو۔

### مدرسہ کے وقت میں چائے وغیرہ لینا

سبق پڑھا کر طلبہ کا پورا حق ادا کر دینے کے بعد اگر وقت مل جائے تو اتفاقاً چائے وغیرہ لینا درست ہے، طلبہ کو سبق نہ پڑھا کر ان کا پورا حق ادا نہ کر کے وقت بچانا اور اس میں اپنا کام (چائے، ناشتہ وغیرہ) جائز نہیں یہ خیانت ہے۔

العادة محكمة (الاشباه والنظائر، القاعدة السادسة ص ۲۷۳)

قال الشامي: امام يترك الامامة لزيادة اقبائه في الرساتيق اسبوعاً او نحوه لمصيبة او لاستراحة لا بأس به ومثله عفو في العبادة والشرع (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ج ۵ ص ۳۸۵ کتاب الوقف رشیدیہ)

وليس للخاص ان يعمل لغيره ولو عمل نقص من اجرته بقدر ما عمل

(الدر المختار ج ۶ ص ۷۰ کتاب الاجارة)

### ایصال ثواب کے لیے طلبہ کو گھر بلانا

معاشرہ میں ایک عام رواج یہ بھی ہے، بالخصوص شہر والوں میں کہ اگر کوئی مرجائے تو بعد دفن کے طلبہ کو گھر بلا کر قرآن شریف پڑھواتے ہیں اور پھر کھانا پینا، ہدیہ کا لین دین، اور ناشتہ بھی ہوتا ہے، محققین نے ایسی قرآن خوانی کے متعلق لکھا ہے کہ میت کو اس کا ثواب نہیں پہنچتا، اور نیت کے درست نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے والوں کو بھی اس کا ثواب نہیں ملتا، لہذا مروجہ قرآن خوانی درست نہیں، اور اگر ان مفاسد سے پاک قرآن خوانی، اجتماعاً یا انفراداً کرائی جائے تو بلاشبہ سب کو (میت کو بھی، اور پڑھنے والوں کو بھی) ثواب ملتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۳۵)

### کیا طلبہ کو بٹھا کر کھانا کھلانے سے تملیک ہو جاتی ہے

طلبہ کو بٹھا کر کھانا کھلانے سے تملیک نہیں ہوتی ہے، کیونکہ یہ کھانا کھلانا تملیک نہیں ہوتا بلکہ اباحت ہوتا ہے، لہذا یا تو کھانا پکا کر طلبہ کے سپرد کر دیا جائے یا مطبخ میں جو کھانا تیار کیا جائے وہ پہلے سے صحیح حیلہ تملیک کے بعد پکا یا جائے تو اس کھانے کو بٹھا کر کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۲۳۳، فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۶۰۲)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا اباحة فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك . (شامی ج ۳ ص ۲۹۱ از کریبا، مجمع الأنهر ج ۱ ص ۲۸۲، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳، رشیدیہ، باب المصرف)

### دوران درس موبائل پر بات کرنا

موبائل پر گفتگو کرنا بھی آمنے سامنے گفتگو کی طرح ہے، بہتر یہ ہے کہ مدرسہ کے اوقات میں بالخصوص درس کے دوران موبائل پر گفتگو نہ کی جائے اور موبائل کو بند رکھا جائے البتہ اگر کوئی نہایت ضروری گفتگو کرنی ہو تو اس میں حد درجہ اختصار سے کام لیا جائے، خاص کر مدرسین حفظ کو اس کا زیادہ اہتمام رکھنا چاہیے کیونکہ قرآن پاک میں تلاوت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قال تعالیٰ: 'واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون'. (الاعراف

: ۲۰۴)

## مطبخ کا بچا ہوا کھانا استاذ، منتظم یا ملازم کا گھر لے جانا

اولاً تو اس کی پوری کوشش کی جائے کہ مطبخ میں اسراف اور بخیلی سے بچتے ہوئے پوری احتیاط کے ساتھ حساب لگا کر مدرسہ میں موجود لوگوں ہی کے لیے کھانا بنانے کا اہتمام کیا جائے اس کے باوجود بھی اگر زائد کھانا بچ جائے تو اگر وہ کھانا زکوٰۃ یا صدقات واجبہ کے مد سے تیار شدہ ہو تو اس کھانے کو کسی استاذ، منتظم یا ملازم کو اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے بلکہ وہ صرف نادار اور غریب طلبہ کا حق ہے، لیکن اگر وہ امدادی تملیک شدہ رقوم سے تیار شدہ ہے تو اس کے کھانے کو انتظامیہ کی اجازت سے مدرسہ کا کوئی بھی متعلق استعمال کر سکتا ہے، بعض مدارس میں اس طرح کا ضابطہ ہی بنا ہوا ہے کہ کبھی کبھار اتفاقی طور پر اگر کھانا زائد بچ جائے تو زائد میں ہی لینے والے (طلبہ اپنے لیے یا اساتذہ و ملازمین کے لیے) الگ سے لائن لگا کر وصول کر سکتے ہیں۔

ان المبذرين كانوا اخوان الشيطان. (بنی اسرائیل: ۲۷ پارہ ۱۵)

انما الصدقات للفقراء والمساكين الآية. (التوبة: ۶۰)

المسلمون على شروطهم الا شرطاً حرم حلالاً أو حل حراماً. (سنن الترمذی

، ابواب الاحکام ج ۱ ص ۲۵۱)

## طلبہ کا موبائل وغیرہ توڑنا یا کسی مدرس کے لیے اس کا استعمال کرنا

موبائل، ایم پی تھری، میموری کارڈ، ٹیپ ریکارڈ جو کہ صرف ناجائز کاموں کے لیے نہیں ہیں، بلکہ بہت سے جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، اس لیے یہ چیزیں شریعت کی نظر میں مال منقسم ہیں اس لیے ان کا توڑنا تعزیر مالی میں داخل ہے فقہائے احناف کے یہاں جائز نہیں ہے

البتہ دور حاضر میں چونکہ ان سے بہت سے مفاسد پیدا ہو رہے ہیں اور موبائل تو مستقل ایک فتنہ بن کر ابھر رہا ہے، اس کا جائز استعمال کم ہوتا جا رہا ہے، اس لیے تربیتی نقطہ نظر سے طلبہ کو موبائل وغیرہ سے دور رہنے کا ضابطہ بنانا درست ہی نہیں بلکہ وقت کی اہم ضرورت ہے، نیز خلاف ورزی پر طالب علم کا اخراج بھی کیا جاسکتا ہے، یا کوئی دوسری مناسب سزا بھی دی جاسکتی ہے یا صرف ان کو ضبط کر کے علامت لگا کر رکھ دیں آخر سال میں سرپرست سے بات کر کے واپس کر دیں وغیرہ وغیرہ کسی مدرس یا ملازم کے لیے ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔

نیز اگر طلبہ کے موبائل وغیرہ توڑے گئے تو جن اساتذہ نے موبائل وغیرہ توڑ کر ضائع کیے ان پر توڑے ہوئے موبائلس وغیرہ کا ضمان واجب ہوگا، البتہ اگر بالغ طلبہ اپنی مرضی اور خوشی سے معاف کر دیں تو ضمان معاف ہو جائے گا۔

الحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (شامی، باب التعزیر، مطلب فی

التعزیر بأخذ المال ج ۳ ص ۶۱)

لا يجوز لأحد من المسلمين اخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی باب

التعزیر ج ۳ ص ۶۱)

وفی شرح معانی الآثار: التعزیر بأخذ المال كانت فی ابتداء الاسلام ثم

نسخ. (البحر الرائق ج ۵ ص ۴۱ باب التعزیر)

وفی هذه الدرجة أدبان: .....الثانی أن يقتصر فی طریق التغبیر علی القدر

المحتاج الیه ..... وحيث كانت الإراقة متيسرة بلا كسر فكسره لزمه الضمان

. (إحياء العلوم للغزالي مع الاتحاف ج ۷ ص ۴۵/۴۶، مؤسسة التاريخ العربي، بيروت)

المالك هو المتصرف في الاعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوی

ج ۱ ص ۷ سورة الفاتحه)

## مدرسہ کی زمین پر زیبائشی عمل (چمن بندی وغیرہ) کرانا

مدرسہ کی زمین پر تزئین و زیبائش کے لیے زیادہ تکلفات سے بچتے ہوئے چمن بندی کرنا درست ہے، مگر چونکہ یہ زیبائش و آرائش ضروریات مدرسہ سے نہیں ہے، اس لیے اس پر مال وقف یا عمومی چندہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی شخص اگر اپنا ذاتی پیسہ بخوشی اس مدرسہ (زیبائشی عمل) میں خرچ کرے تو فی نفسہ اس کی اجازت ہے، یہی حکم دیواروں اور چھتوں پر زیبائشی (نقش و نگار) کا ہے، لیکن اس کے برعکس یہ رقم مساکین پر خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۱۷۳، احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۵۹)

ولا بأس بنقش المسجد بالحصص، والساج وماء الذهب، ونحوه .....  
اذا فعل من مال نفسه أما المتولى فلا يجوز أن يفعل من مال الوقف (حلبی کبیر، فصل فی احکام المسجد ۶۱۵، مطبوعه لاهور)

وفي الفتح: دقائق النقوش، ونحوها مكروه. (مجمع الأنهر ج ۱ ص ۱۲۸)  
والصرف إلى الفقراء أفضل، وعليه الفتوى (شامی ج ۲ ص ۴۳۱، زکریا، مطلب:  
كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غير)

## مدرسہ کے طلبہ کی دلگی کے لیے جانور پالنا

مدرسہ کے طلبہ کی دلگی و دل بستگی کے لیے اپنے ذاتی پیسہ سے مباح جانور پالنا فی نفسہ جائز کام ہے، بشرطیکہ طلبہ کوئی علمی نقصان نہ ہو۔

قال رسول الله ﷺ روحو القلوب ساعة فساعة (الجامع الصغير للسيوطي مع  
فيض القدیر ج ۷ ص ۳۴۱، رقم: ۴۳۸۴، مکتبه نزار مصطفى الباز، رياض)

قال العلامة المناوي تحته: أي أريحوها (القلوب) بعض الاوقات من  
مكابدة العبادات بمباح لا عقاب فيه ولا ثواب، قال ابو الدرداء ٥٥٥٥ إني لأجم فوادى

ببعض الباطل أي اللهو الجائر لأنشط للحق الخ (فيض القدیر شرح الجامع الصغير  
ج ۷ ص ۳۴۱)

نعم تمنع (الشريعة السمحة) الغلو والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاش  
أو المعاد. (تكملة فتح الملهم ج ۲ ص ۴۳۲ حکم الأعباب فی الشريعة، قال النبی  
ﷺ من حسن إسلام المرأ تركه ما لا يعنى. (ترمذی ج ۲ ص ۵۸، رقم: ۲۲۱۷)

## مدرسہ اسلامیہ میں فیس لے کر تعلیم دینے کا حکم

مدارس اسلامیہ میں قرآن کریم اور دیگر دینی کتابوں کی تعلیم دے کر طلبہ سے فیس وصولنا شرعاً  
جائز ہے لیکن اس فیس کو قرآن کا معاوضہ نہ سمجھا جائے بلکہ یہ جس وقت کی فیس اور تنخواہ ہے۔

قال فی الهدایة: وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن  
اليوم لظهور التواني فی الامور الدينية ففی الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه  
الفتوى (شامی کتاب الاجارة، ج ۹ ص ۷۶ زکریا، ہدایة اشرفی ج ۳ ص ۳۰۳)

## مہتمم کے لیے مدرسہ میں دفن ہونے کی وصیت کرنا

مہتمم کے لیے مدرسہ میں دفن ہونے کی وصیت کرنا صحیح نہیں ہے، اور نہ اس کی وصیت پر عمل  
کرنا جائز ہے؛ چونکہ اس میں مدرسہ کے لیے وقف شدہ زمین کو ناحق استعمال کرنا ہے اس لیے ایسی  
وصیت پر عمل کرنے کی شکل میں وصیت کرنے والا اور دفن کرنے والے سب گنہگار ہوں  
گے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۴۰۸)

على انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامی کتاب الوقف  
ج ۲ ص ۶۶۵ زکریا)

رجل اوصى بان يدفن في داره قال ابو القاسم هذه الوصية باطله (خانية على  
الهندية ج ۳ ص ۴۹۴)

## مدرسہ کے صحن میں مہتمم مدرسہ کی تدفین

مدرسہ کی پوری زمین مدرسہ کے نام پر وقف ہوتی ہے، لہذا اس میں مہتمم کی تدفین منشاء واقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اگر کسی مدرسہ میں مسئلہ سے ناواقفیت یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے تدفین عمل میں آچکی ہو تو قبر کو منتقل نہ کیا جائے، البتہ چند ماہ کے بعد زمین کو برابر کر دیا جائے اور آئندہ کے لیے ایسا مضبوط انتظام کیا جائے کہ کوئی اور تدفین وہاں نہ ہو سکے قبر کی صفائی اور باغیچہ اور چہار دیواری وغیرہ ہرگز بھی درست نہیں۔

شرط الوقف کنص الشارح ای فی المفہوم والدلالة ووجوب العمل بہ

(الدر المختار کتاب الوقف ج ۶/ص ۶۲۹ ذکر یا)

## مدرسہ کی زمین قبر بنانے کے لیے خریدنا

مدرسہ اپنی ملکیت والی متفرق چندہ سے خریدی ہوئی زمین کو ضرورت و مصلحت کے اعتبار سے فروخت کر سکتا ہے، اور فروخت کرنے کے بعد اس جگہ میں قبر بنانے کی فی الجملہ اجازت ہے، لیکن مصلحت کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/۵۸۱/۵۸۲ ذیل، کتاب النوازل ج ۳/۳۷۴)

## کیا دستار بندی کرنا اور سند دینا ضروری ہے

اہلیت و صلاحیت ضروری ہے، مروجہ دستار بندی کرنا اور سند دینا ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ نااہل کو عہدہ سپرد کرنا اس منصب کو ذلیل و برباد کرنا ہے جو کہ بروئے حدیث شریف قیامت کی علامت ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اذا وُسِّدَ الامرُ الی غیر اہلہ فانظر السَّاعَةَ

(صحیح البخاری ج ۱/ص ۱۴ کتاب العلم)

نوٹ: دستار بندی اور سند کا اجراء اساتذہ و مشائخ کی طرف سے عوام کے روبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ یہ شخص (جس کی دستار بندی ہو رہی ہے یا جس کو سند دی جا رہی

(ہے) ہمارے نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس سے مسائل پوچھ کر عمل کیا جائے، خلاصہ یہ کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے۔

اور دستار بندی اور سند کا اجراء اس شخص کے مقتدائے دین ہونے کی شہادت ہے اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اس امر کا پورا یقین ہو جس کی وہ شہادت دے رہا ہے تاکہ جھوٹ اور دھوکہ کے گناہ سے وہ بچ سکے لہذا یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق ہونی چاہیے کہ یہ شخص (جس کو سند دی جا رہی ہے) مقتداء فی الدین بننے کے قابل ہے یا نہیں، بدون اہلیت کے ہرگز ہرگز دستار بندی نہ کی جائے اور نہ سند دی جائے۔ (حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تالیفات اشرفیہ ملتان، تحفۃ العلماء، سند اور دستار بندی کی شرعی و فقہی حقیقت ج ۱/ص ۴۱۲)

## کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام کی وصولی

اگر طلبہ بخوشی شکرانہ کے طور پر انعام دیں تو اساتذہ کے لیے اس طرح کے انعام کا لینا درست ہے؛ لیکن یہ اساتذہ کا واجب حق نہیں ہے، اس لیے اس کو زبردستی لینا یا بار بار مطالبہ کرنا درست نہیں، اسی طرح اگر کوئی انعام نہ دے تو اس پر طعن وغیرہ کرنا اور آئندہ اس کو حقیر سمجھنا اور ذلیل کرنا اس کے ساتھ محنت میں کمی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۶۲۵)

قال النبی ﷺ: لا یحلُّ مالُ امرئٍ مسلمٍ إلا بطیبِ نفسٍ منہ . (مشکوٰۃ

المصابیح ج ۱/ص ۲۵۵/ کتاب البیوع باب الغصب والعیارۃ)

## مدرسہ کی پڑھائی مسجد میں کرنا

مسجد کو مستقل مدرسہ بنانا تو صحیح نہیں لہذا مخالف لنص الواقف، البتہ مسجد میں عارضی طور پر تعلیم دینا درج ذیل شرائط کی پابندی کرتے ہوئے جائز ہے:

- (۱) کوئی وقتی ضرورت ہو جیسے دوسری جگہ دستیاب نہ ہو، یا دوسری جگہ سخت گرمی یا سردی وغیرہ ہو۔
- (۲) بچے ہوشیار اور عقلمند ہوں، مسجد کا پورا احترام کرتے ہو، مسجد کو گند اور ناپاک نہ کرتے ہوں۔

(۳) استاذ متخوہ نہ لیتا ہو، یا لیتا ہو مگر اس کی نیت صرف تعلیم دینے کی ہو، محض پیشہ اور تنخواہ نہ ہو۔

(۴) اعتکاف کی نیت سے بیٹھا جائے۔

الغرض مسجد میں درس و تدریس درست ہے جبکہ مسجد کے علاوہ کوئی جگہ نہ ہو بشرطیکہ مسجد کا احترام ملحوظ رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۳۰۰)

مراعاة غرض الواقفین واجبة. (شامی: ج ۲ ص ۴۴۵)

یحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والافیکرہ. (شامی: ج ۱ ص ۶۵۶)

(قوله یحرم الخ) لما اخرجہ المنذری مرفوعاً ”جنبو امساجدکم صبیانکم ومجانینکم، وبیعکم وشرانکم، ورفع اصواتکم الخ“ المراد بالحرمة کراهة التحريم لظنية الدلیل الخ.

ولو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلا بأس به لانه قریبة وان کان بالاجرة یکره الا ان یقع لهما الضرورة. (الفتاویٰ الہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ ۳۲۱/۵)

اما المعلم الذی یعلم الصبیان باجر اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان بضرورة الحر أو غیره لایکره. (عالم گیری زکریا ج ۱ ص ۱۱۰)

### بیچنے مدرسہ او پر مسجد بنانا

اگر کوئی شخص مسجد اور مدرسہ کے لیے جگہ اس طرح وقف کرے کہ اوپر مسجد اور نیچے مدرسہ بنا دیا جائے تو جائز ہوگا، اور بیچنے کا حصہ خارج مسجد اور اوپر کا حصہ داخل مسجد ہوگا۔

اذا جعل تحتہ سرداباً لمصالحة (المسجد) جاز کمسجد القدس الخ (فتاویٰ

شامی کتاب الوقف زکریا ج ۶ ص ۵۲۷، کفایت المفتی ج ۷ ص ۷۷ اقدیم، امداد الفتاویٰ

ج ۲ ص ۶۸۵، فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۸ ص ۳۱۰)

### مدرسہ کی چھت پر مسجد بنانا

مدرسہ اگر موقوفہ ہو تو اس کی چھت پر مسجد شرعی بنائی جاسکتی ہے۔

فعلى هذا المساجد التي فی المدارس بجر جانية خوارزم مساجد لانهم

لا یمنعون الناس من الصلوة فیها. (البحر الرائق کتاب الوقف ج ۵ ص ۴۱۸ زکریا)

ولا یضر جعله تحتہ سرداباً لمصالحة فیجوز کما فی بیت المقدس (مجمع

الأنهر بیروت ج ۲ ص ۵۹۳/فتاویٰ قاسمیہ ج ۱۸ ص ۳۱۲)

### مدارس، مساجد اور رفاہی فنڈ کے مال پر زکوٰۃ کا حکم

مدارس اسلامیہ، مساجد اور رفاہی ادارے (بیت المال وغیرہ) شخص حقیقی نہیں ہیں، بلکہ یہ سب اشخاص حکمی ہیں، اور اسلامی شریعت نے زکوٰۃ کا فریضہ شخص حقیقی کی ملکیت تامہ پر واجب کیا ہے، لہذا اس طرح کے اداروں کے اموال پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

فلا زکوٰۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملك وهذا لان فی الزکوٰۃ تملیکاً، والتملیک فی غیرہ الملك ولا یتصور (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹/شامی کراچی ج ۲ ص ۲۵۹، ایضاح النوادر ص ۱۹۹)

### مدرسہ کی رقم سے تجارت کر کے نفع مدرسہ میں جمع کرنا

مدرسہ کی رقم اہل مدرسہ کے پاس امانت ہوتی ہے، اہل مدرسہ اس رقم کے مالک نہیں ہوتے، لہذا اس طرح کے تصرفات (تجارت وغیرہ) اہل مدرسہ کے لیے جائز نہیں ہیں۔

جائز نہ ہونے کے باوجود اگر کسی نے مدرسہ کی رقم سے تجارت کر لی تو اس رقم سے جو نفع حاصل ہوگا وہ مدرسہ کا ہی ہوگا اور اگر نقصان ہو گیا تو نقصان کا ضمان تجارت کرنے والے پر ہوگا، نہ کہ مدرسہ پر۔

اهل المسجد لو باعوا غلہ المسجد ونقص المسجد بغیر اذن

القاضی. الاصح انه لا يجوز (فتاویٰ ہندیہ ج ۲ / ص ۲۶۳ / ۲۶۴)

ولا يجوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا لبيع له وان كان فيه منفعة ظاهرة للمسجد. (بحر الرائق ج ۵ / ص ۲۰۱)

## مدرسہ کے اوقات میں گھر جا کر چاشت کی نماز پڑھنا؟

اگر مدرسہ کا عرف تعامل ایسا ہے کہ کسی ملازم کا ذاتی ضرورت سے کچھ دیر کے لیے کہیں جانے کا اختیار رہتا ہے، تو ایسی صورت میں مدرس کا بہتم صاحب کی اجازت سے گھر جا کر چاشت کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ مدرسہ کے ماحول میں اسے برانہ سمجھا جاتا ہو اور طلبہ کا حرج نہ ہوتا ہو۔

ويشطرط في صحة الاجارة رضی العاقدین (شرح المجلة لسليم رستم باز الفصل الثالث في شروط الصحة الاجارة ج ۱ / ص ۲۵۳ رقم المادة ۲۳۸)

## چک بندی میں نئے مدرسہ کے نام پر چھوڑی گئی زمین کو تقسیم کرنا؟

جوز میں حکومت کی طرف سے چک بندی میں جس مقصد کے لیے چھوڑی گئی ہے اسے اسی مصرف میں استعمال کیا جائے گا مثلاً جو زمین قبرستان کے لیے ہے وہ صرف تدفین کے لیے استعمال ہوگی اور جو زمین نئے مدرسہ کے لیے چھوڑی گئی ہے وہ نئے مدرسہ ہی کے لیے کام میں لائی جائیگی اس میں رد و بدل درست نہ ہوگا۔

شرط الواقف كنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به .  
(الدر المختار كتاب الوقف / مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع ومطلب بيان مفهوم المخالفة ج ۲ / ص ۳۳۳ کراچی، ج ۶ / ص ۶۲۹ ذکریا، كتاب النوازل ج ۱۴ / ص ۲۳۶)

## ایک مدرسہ کی ضرورت سے زائد پیسہ دوسرے مدرسہ کو دینا؟

کسی مدرسہ کا زائد پیسہ دوسرے مستقل مدرسہ کو دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں کا نظام الگ

ہے، اور چندہ دہندگان نے اپنی قومات دوسری جگہ لگانے کی اجازت نہیں دے رکھی ہے، البتہ دوسرا مدرسہ اگر پہلے مدرسہ کی شاخ ہو اور دونوں کا انتظام مربوط ہو تو اس کا پیسہ ماتحت مدرسہ میں لگانے کی اجازت ہے اس لیے کہ اس صورت میں یہ دوسرا مدرسہ پہلے مدرسہ کی ایک شعبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۷۳ / ۳۷۴ جمیل)

قال الخیر الرملی: ومن اختلاف الجهة ما اذا كان الوقف منزلین احدہما یسکنی والآخر للاستغلال فلا یصرف احدهما للآخر وہی واقعة الفتوی (ردالمحتار كتاب الوقف / مطلب / فی نقل انقراض المسجد ونحوه ج ۴ / ص ۳۶۱ / کراچی ج ۶ / ص ۵۵۱ / ذکریا، كتاب النوازل ج ۱۴ / ص ۲۲۸)



## مدارس اسلامیہ کے چند قابل غور پہلو

### مدارس اسلامیہ اور عصری تقاضے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تعلیم و تربیت کے باب میں نصاب تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ نصاب تعلیم ایک سانچہ ہے اسی سانچے کے مطابق طلبہ کے دل و دماغ اور ذہن و فکر ڈھلتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ نصاب میں بنیادی مقاصد کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کا بھی لحاظ رکھا جائے تاکہ مدارس کے فضلاء دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم سے آراستہ اور زمانہ سے ہم آہنگ ہو کر دین کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا فریضہ کامل و مکمل طریقہ سے انجام دے سکیں اس لیے ہمیں صرف ائمہ و مؤذنین کی ہی ضرورت نہیں ہے بلکہ ائمہ و مؤذنین کے ساتھ ساتھ ایسے علماء کی بھی ضرورت ہے جو بدلے ہوئے حالات میں اسلام کے داعیانہ کردار کی تشریح و توضیح اور مسلمانوں کی ذہنی و فکری تربیت کا فریضہ انجام دے سکیں۔

اور اس کے لیے ایسے علماء کا وجود میں آنا دور حاضر کا اہم تقاضہ ہے کہ جن کی معلومات وسیع

اور بصیرت نمایاں ہو جنہوں نے دینیات کے ساتھ دنیوی علوم میں بھی مہارت حاصل کی ہو۔

اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ ہم اپنے مدارس کے نظام میں دینیات کے ساتھ عصری علوم کو بھی شامل کریں۔

واضح رہے کہ عصری علوم اور غیروں کی زبانیں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ ان کو داخل نصاب نہ کیا جاسکے، یوں بھی زبانیں کسی کی میراث اور جاگیر نہیں ہوتیں۔

ضرورت کے تحت ان کو حاصل کرنا اور سیکھنا صرف مباح ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مشہور صحابی رسول حضرت زید بن ثابتؓ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ یہودیوں کی عبرانی زبان سیکھیں۔ (ترمذی شریف ج ۵ ص ۶۷، رقم الحدیث ۲۷۱۵)

## مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اور ان کے معاشی مسائل

مدارس کے اندرونی نظام سے باخبر لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہوش رباگرانی کے موجودہ زمانہ میں بھی اکثر مدارس میں تنخواہوں کا معیار بہت اچھا نہیں ہے گرانی الاؤنس، پراوڈ فنڈ اور پنشن کا تو ذکر چھوڑیے چند ہزار روپے دے کر مدرسین کو زرخیز غلام سمجھنے والے بعض مہتمم حضرات کے سامنے جب بصد احترام گرانی کا حوالہ دے کر مشاہرہ میں کچھ اضافہ کرنے کی درخواست کی جاتی ہے تو مہتمم حضرات ایسے ناک بھوؤں چڑھاتے ہیں جیسے انہوں نے کوئی کفریہ کلمہ کہہ دیا ہو پھر وہ جواب میں توکل و قناعت کے فضائل سنا کر یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آج کل علماء اپنے بزرگوں کی روش سے ہٹتے جا رہے ہیں۔

اور ان کے دلوں میں دین کی خدمت کا جذبہ باقی نہیں رہا ہے، اور دلیل میں حضرت شیخ الہندؒ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تنخواہ میں کیا گیا اضافہ یہ کہہ کرنا منظور کر دیا تھا کہ یہ رقم میری ضرورت سے زیادہ ہے۔

ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے معاشی حالات بہت اچھے تھے ان کے والد اعلیٰ سرکاری ملازم اور محقوق جائیداد کے مالک تھے پھر حضرت شیخ الہند جیسی نیک نفس ہستی پر

آج کے دور کے مدرسین کو کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟

کیا ان حضرات نے کبھی اپنے بارے میں بھی خیال کیا کہ ہمیں حضرت حاجی عابد حسین دیوبندیؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ جیسے پاک طینت، راست باز اور قناعت پسند مہتمم بننا ہے؟

ذمہ داران مدارس کو چاہیے کہ وہ اپنے مدرسین کے معاشی مسائل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں اور ان کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے ان کی تنخواہوں میں کم از کم اتنا اضافہ ضرور کریں کہ وہ خوش حالی کے ساتھ نہ سہی فارغ البالی کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

اس لیے کہ کم تنخواہوں کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ علم دین کی ناقدری ہے اگر ہمارے اندر دین کی عظمت و وقعت ہوتی تو حاملین قرآن کی مشقت کی قیمت بھی بڑی تجویز کرتے لیکن ہم نے دین کی بڑی بے وقعتی کر رکھی ہے کہ ان کی تنخواہیں بہت قلیل مقرر کی جاتی ہیں۔

## مدارس اسلامیہ کی داخلی اصلاح

ہندوستان کے اندر اسلامی معاشرہ کے لیے دینی مدارس کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی ضرورت انسانی جسم کے لیے روح کی ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں ان مدارس اسلامیہ نے ہی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ان کے دین سے باندھ رکھا ہے، اگر یہ مدارس نہ ہوں تو مسلمانوں کو نہ کلمہ کا پتہ ہو اور نہ نماز، روزہ کا نہ انہیں حلال و حرام کی پہچان ہو اور نہ جائز و ناجائز کی تمیز۔

یہی وجہ ہے کہ مدارس، اسلام دشمنوں کی نظر میں خارجی طرح کھٹکتے ہیں اور وہ ہمہ وقت ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں کہ کب مدارس کی کوئی کمزوری معلوم ہو اور انہیں ہندوستان کے نقشہ سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیں۔

الغرض دشمنان اسلام کمزوریوں کو تلاش کرنے میں لگے ہیں اور ہم اپنی کمزوریوں سے تجاہل

عارفانہ برت رہے ہیں، اور ان کی اصلاح کی ذرہ برابر بھی فکر نہیں کر رہے ہیں۔

مدارس اسلامیہ کی اہمیت اپنی جگہ مگر فی الوقت ان کی داخلی اصلاح کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے رابطہ مدارس کے اجلاس میں مدارس کی داخلی اصلاح کے حوالہ سے ان امور کی نشاندہی کی جن کی وجہ سے مدارس کے کردار کو نشانہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، جب دارالعلوم دیوبند جیسے ادارہ کے مہتمم اپنے مسلک سے وابستہ ہزاروں مدارس کے ذمہ داروں کو مخاطب بنا کر کچھ کہیں تو اس کی اپنی ایک حیثیت ہوتی ہے، ہمیں اس کو مدارس کی عملی زندگی کا حصہ بنالینا چاہیے، حضرت مہتمم صاحب نے پہلی بات ارشاد فرمائی کہ اس پر فتن دور میں کامیابی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مدارس اسلامیہ کا آپسی رابطہ مستحکم ہو وہ ایک دوسرے کے معاون ہوں، معاند نہ ہوں ہر مدرسہ کو ایک دوسرے کا اخلاقی تعاون حاصل ہو اور اہم معاملات میں ایک دوسرے سے مشاورت کا سلسلہ ہو یہ بڑا قیمتی مشورہ ہے، اس وقت حال یہ ہے کہ ہمارے مدارس میں باہمی رقابت نے پوری طرح پیر جمالیے ہیں ہر مدرسہ دوسرے مدرسہ کو اپنا حریف سمجھتا ہے۔

مدرسوں کی اس باہمی رقابت نے عوام کے اندر علماء کی شبیہ بگاڑ کر رکھ دی ہے، اس کی اصلاح کی ضرورت ہے تاکہ علماء کا وقار مجروح نہ ہو۔

دوسری انتہائی قابل توجہ چیز یہ ہے کہ نظام تعلیم و تربیت کو فعال بنایا جائے اس لیے کہ طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں اور ان کو علم و عمل سے آراستہ کرنا ہمارا فرض منصبی ہے اس پہلو سے ہماری کارکردگی جتنی بہتر ہوگی دوسروں کو انگلی اٹھانے کا موقع کم ملے گا اور ہم اللہ کی بارگاہ میں سرخ رو ہوں گے، تعلیم کے معیار کی بہتری کے لیے باصلاحیت اور خدا ترس اساتذہ کا تقرر، مشاہروں کے معیار پر خاص توجہ، امتحانات کے نظم کی عمدگی، ابتدائی جماعتوں میں جانچ کا اہتمام، اوقات درس کے علاوہ مغرب اور عشاء کے بعد تکرار و مطالعہ کا باقاعدہ نگرانی کے تحت نظم اور مقررہ نصاب کی

تکمیل وغیرہ امور پر توجہ فرمائی جائے۔

تربیت کے سلسلہ میں بنیادی چیزیں دارالاقامہ کے نظام کو فعال و مستحکم بنانا ہے، نمازوں کا اہتمام اور اس سلسلہ میں طلبہ کی نگرانی طلبہ کے مشاغل اور کھیل کود پر نظر رکھنا، غیر اخلاقی اور غیر شرعی مشاغل سے ان کو بچانا اور مدرسہ کے قوانین کا پابند بنانا ضروری ہے، طلبہ کی وضع قطع پر خاص نظر رکھنا لازم ہے، مجموعی طور پر طلبہ کو اپنے رنگ میں ڈھالنے کی بھرپور کوشش کی جائے، ساتھ ہی مناسب حد تک طلبہ کے لیے سہولیات کا اہتمام کیا جائے۔

مدارس کا قیام ہی تعلیم و تربیت کے لیے کیا جاتا ہے اگر کوئی مدرسہ ان دونوں مقاصد سے ہٹا ہوا ہے یا ان میں سے ایک مقصد کو حاصل کر رہا ہے اور دوسرے مقصد کو نظر انداز کر رہا ہے تو کہا جائے گا یہ مدرسہ ناکام ہے اور اس پر قوم کا سرمایہ بلاوجہ ضائع کیا جا رہا ہے اسی لیے حضرت مہتمم صاحب نے ان دونوں مقاصد کو یکساں اہمیت دی ہے۔

اس تحریر کی روشنی میں اگر مدارس کا جائزہ لیا جائے کہ طلبہ کو مناسب حد تک سہولیات فراہم کی جاتی ہیں یا نہیں، تو معلوم ہوگا کہ چند مدارس کو چھوڑ کر باقی تمام اس سے انغماض برت رہے ہیں، جو کچھ مدارس میں آ رہا ہے وہ سب طلبہ ہی کے نام پر آ رہا ہے تاہم اس سرمایہ سے طلبہ کے خورد و نوش اور رہنے سہنے کی ضرورتوں پر کتنا خرچ کیا جاتا ہے یہ سب کو معلوم ہے بجٹ کا ایک بڑا حصہ تعمیر میں صرف ہو جاتا ہے گاڑی، ٹیلی فون، خاص مہمانوں کی آمد، جلسے جلوس، یہ سب وہ مصارف ہیں جن سے نہ صرف طلبہ کی حق تلفی ہو رہی ہے بلکہ اساتذہ کو بھی اچھی اور خوش حال زندگی سے محروم کیا جا رہا ہے، اس کی اصلاح کے اوپر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

تیسری نہایت ہی اہم بات ارشاد فرمائی کہ مدارس اسلامیہ کا اپنے ماحول سے مضبوط رابطہ ضروری ہے وہ عوام کے دکھ درد میں بھی شریک ہوں اور ان کی دینی ضروریات کی تکمیل پر بھی توجہ دیں، دینی ضروریات میں دو چیزیں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں، ایک تو معاشرہ کی اصلاح، یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ بے شمار خرابیوں میں مبتلا ہے، غیر شرعی رسوم و اعمال

اور بے شمار فواحش و منکرات مسلم معاشرہ میں عام ہیں، نماز سے غفلت ہر عمر اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کا شعار بن گئی ہے، غیر مسلم عقائد اور لہجہ انداز فکر و نظریات میں بھی ایک بڑی تعداد مبتلا ہے، ان تمام چیزوں کی اصلاح کے لیے مدارس اسلامیہ کو نہایت ذمہ داری و مستعدی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، کوشش کریں کہ محلوں میں اصلاحی کمیٹیاں تشکیل پا جائیں حسب موقع تذکیری و اصلاحی بیانات کا اہتمام کیا جائے۔

چوتھی اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ مدارس کے حساب و کتاب کو صاف شفاف بنایا جائے اور اپنے حسابات کو سرکاری طور پر آڈٹ کرائیں۔

حضرت مہتمم صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں جو ہدایات اور مشورے دیئے ہیں وہ سب آرزو سے لکھنے کے قابل ہیں، یہ بڑی محرومی ہوگی ذمہ داران مدارس کسی نادیدہ خوف کی بنا پر انہیں نظر انداز کر دیں، اگر آپ خلوص کے ساتھ کوئی کام کر رہے ہیں اور خوف خدا آپ کے ہم رکاب ہے تو پھر ان مشوروں پر عمل کرنے میں آپ کو کسی چیز کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

## دور حاضر اور مدارس کے فضلاء

ہندوستان میں ایک اندازے کے مطابق بیس کروڑ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں، جن کی مذہبی ضروریات کی تکمیل کے لیے ملک کے طول و عرض میں مدارس و مکاتب کا جال بچھا ہوا ہے جن سے ہر سال اتنی بڑی تعداد میں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں کہ جو مسلمانوں کے دل و دماغ پر اپنا نفوذ قائم کر کے ان کے فکر و خیال پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، انہیں کے کندھوں پر دعوت دین کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کو مذہب سے وابستہ کرنے اور اس کے ساتھ جڑے رہنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

اس لیے کہ فراغت کے بعد ان کی زندگی مختلف ذمہ داریوں اور چیلنجوں سے بھرپور ہے، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اب زندگی کا جو بھی قدم اٹھائیں خوب احتیاط کے ساتھ اٹھائیں کیونکہ

اب وہ عالم ہیں، اللہ تعالیٰ نے مذہبی قیادت و سیادت کا تاج ان کے سر پر رکھا ہے ان کا غیر محتاط رویہ ان کو اس تاج سے محروم بھی کر سکتا ہے، اب وہ جو بھی کام کریں گے ہزاروں نگاہیں انہیں دیکھیں گی کچھ اس لیے کہ وہ ان کی تقلید کرنا چاہتے ہیں اور کچھ اس لیے کہ انہیں ان کے کمزور پہلوؤں کی جستجو ہے۔

مدارس کے فضلاء کو ہمہ وقت یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ مقامی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک ہر جگہ فرقہ پرستوں، مذہب بیزاروں اور تجدد پسندوں کے نشانے پر ہیں انہیں ان سب کا مقابلہ کرنا ہے اور ان سب کی نگاہوں سے خود کو بچانا بھی ہے۔

ایک اور دشمن جو اس وقت ان کی گھات میں ہے وہ ہے میڈیا جس کی آنکھ ہر وقت اور ہر لمحہ ان کے ہی گرد طواف کرتی ہے اس دشمن سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، بہر کیف موجودہ زمانہ میں جب کہ علماء دین اور مدارس اسلامیہ کے لیے دنیا روز بروز تنگ ہوتی جا رہی ہے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا بھرپور احساس ہونا چاہیے اور اپنے کردار و عمل کا سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو خیر امت کے لقب سے نوازا ہے اور جس ذمہ داری کی وجہ سے یہ شرف و خطاب ہمیں عطا ہوا ہے اس کی تکمیل کے بعد ہی حقیقت میں ہم اس لقب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے کنتم خیر امة آخر جت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ الخ (ال عمران ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کے لیے لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں ”خیر امت“ قرار دینے کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہو، اگرچہ تمام مسلمان اس کے مخاطب ہیں لیکن اولین مخاطب صحابہ کرام ہیں جن کے دلوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا

جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

آہستہ آہستہ یہ جذبہ اب ہمارے دلوں سے رخصت ہو رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد پر اس کی قدرت اور استعداد کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے اگرچہ وجوب کے سلسلہ میں کچھ تفصیل ہے، لیکن اتنی بات بہر حال متعین ہے کہ خدا تعالیٰ کو ایک ایسی جماعت ہمہ وقت مطلوب ہے جو اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہتی ہو، ظاہر ہے کہ دین بیزار اور دنیا پرستوں سے تو اس کی توقع فضول ہے، یہ صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مدارس کے سپرد کر کے دین کے اصل سرچشموں سے براہ راست شریعت کا علم حاصل کرنے کی توفیق دی ہے۔

لیکن انتہائی افسوس ہے اس بات پر کہ اب آہستہ آہستہ ہم اپنے اس فرض منصبی کو فراموش کرتے جا رہے ہیں، علوم و فنون پڑھانے، متون و حواشی پر گہری نظر رکھنے، نحو و صرف اور منطق و فلسفے کے ایک ایک جزئیے سے اچھی طرح واقف ہونے اور فقہی اختلافات پر گھنٹوں بحث کرنے کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سبق کو ہم نے بھلا دیا، بلاشبہ یہ تعلیم بھی ضروری ہے اور ہماری مصروفیات بھی لائق تحسین ہیں لیکن ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق بھی یاد کرنا چاہیے۔

اور دعوت الی الخیر کے لیے آگے بڑھنا چاہیے اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آج ہماری مشکلات کا واحد سبب یہی ہے کہ ہم نہ اپنوں میں دین پھیلا رہے ہیں اور نہ غیروں کو اپنے دین کی طرف بلا رہے ہیں۔

ہماری تمام تر جدوجہد کا مرکز و محور صرف مدرسے ہیں جبکہ عام مسلمان ان سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا پا رہے ہیں، کیونکہ ان کی اصلاح کی کوئی منظم اور مربوط کوشش نہیں ہو رہی ہے۔ دوسری طرف پوری دنیا آج اسلام کو سمجھنا چاہتی ہے اور بہت سے لوگ اسلام کی آغوش رحمت میں آنے کے لیے بے تاب ہیں لیکن نہ ہم ان کو اپنے کردار و عمل سے متاثر کر رہے ہیں اور نہ ان کو اسلام کے قریب لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن وحدیث کا علم دیا ہے اس سے بڑھ کر کوئی دوسری نعمت نہیں ہو سکتی، اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم خیر امت بن کر، امت دعوت بن کر اس نعمت کا حق ادا کریں اور ہم جس شعبہ زندگی سے بھی وابستہ ہوں دعوت کے کام کو تمام مقاصد سے مقدم رکھیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ ہوگا اور اپنے مسلمان بھائیوں کو قرآن کریم کا مطلوب انسان بنانے میں بھی ہمیں کامیابی حاصل ہوگی۔

اور ان کروڑوں انسانوں کو بھی دوزخ سے نجات ملے گی جو ہماری غفلت شعاری، بے نیازی اور سہولت پسندی کے باعث ابھی تک ضلالت و گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ (اقتباس از ہمارے مدارس، مزاج اور منہاج)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

